

ممتاز عالم دین، مفتی، مصلح، مدرس، مصنف، شاعر، مفسر قرآن، مترجم، صحافی،
منصرم آل انڈیا سُنّی کانفرنس، نائب ناظم جمعیۃ العلماء پاکستان



سیّد غلام معین الدّین نعیمی

حیات وخدمات

تحقیق وتالیف

محمد ثاقب رضا قادری

ممتاز عالم دین، مفتی، مصلح، مدرس، مصنف، شاعر، مفسر قرآن، مترجم، صحافی و
منصرم آل انڈیا سُنّی کانفرنس و نائب ناظم جمعیۃ العلماء پاکستان

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

حیات و خدمات

تحقیق و تالیف

محمد ثاقب رضا قادری



دار النعمان پبلیشرز
DARUN NOMAN PUBLISHERS

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی - حیات و خدمات
تحقیق و تالیف، **محمد ثاقب رضا قادری**
لاہور، **دار النعمان**، جولائی ۲۰۱۸ء، ۲۹۴ صفحات
۱- سوانح، تذکرہ
۳- تاریخ

MUFTI SYED GHULAM MOEEN-UD-DIN NAEEMI
THQEEQ O TALEEF : MUHAMMAD SAQIB QADRI
DARUN NAUMAN, JULY.2018, PP.208

طبع اول: جولائی ۲۰۱۸ء/ ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ
ناشر: **دار النعمان**، لاہور، طابع: مقصود احمد
قیمت: ـــــ روپے
دست یابی کا پتا :
دار النعمان، دکان نمبر ۴، ہادیہ حلیمہ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
فون: 042-37228075 صوتی رابطہ: +92-331-1206301
برقی پتا: saqib1126@gmail.com
کتاب سرائے، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
مکتبہ اعلیٰ حضرت، دربار مارکیٹ، لاہور
مسلم کتابوی، دربار مارکیٹ، اردو بازار، لاہور
ضیاء القرآن، لاہور/کراچی

مطبع: بی پی ایچ پرنٹرز، لاہور

انتساب

عالم ربانی، مفسر قرآن، بانی سلسلہ نعیمیہ

حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

(بانی جامعہ نعیمیہ (مراد آباد) و آل انڈیا سنی کانفرنس)

کے نام

اجمالی فہرست



مفصل فہرست

☆

سلسلۂ نعیمیہ کا تعارف

حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی بیسویں صدی کی نابغۂ روزگار ہستیوں میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے بیک وقت تدریس وتبلیغ، تحقیق وتصنیف، تقریر ومناظرہ کے ذریعے دین متین کی بے مثال خدمت کی، نیز مسلمانوں کے سماجی ومعاشی مسائل کے تدارک کے لیے سیاسی رہنمائی کرتے ہوئے دوقومی نظریہ اور مسلمانوں کے لیے الگ وطن کے مطالبہ کی حمایت کرتے ہوئے برصغیر پاک وہند کے تمام سُنّی علما ومشائخ کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس (اصل نام: الجمعیة العالیة المرکزیة) کے جھنڈے تلے جمع کیا اور اس مقصد کے حصول کے لیے پیرانہ سالی کے باوجود ملک کے دُور دراز علاقوں کا دورہ کیا اور مطالبۂ پاکستان کے لیے رائے عامہ وخاصہ کو ہموار کیا۔ آپ کی اس تمام تر مساعی جمیلہ اور جدو جہد کا مفصل اَحوال **"حیات صدر الافاضل"** (مصنفہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی) میں موجود ہے نیز تحریک پاکستان کے حوالے سے علماء ومشائخ کے کردار پر لکھی جانے والی کتب مثلاً **تحریک پاکستان اور علماء کرام** (از محمد صادق قصوری)، **اکابر تحریک پاکستان** (از محمد صادق قصوری)، **تحریک پاکستان اور مشائخ عظام** (از محمد صادق قصوری)، **تحریک پاکستان میں علماء اہل سنت کا کردار** (از مولانا شاہ تراب الحق قادری مرحوم)، **پاکستان بنانے والے علماء ومشائخ** (از مفتی جلال الدین قادری)، **تاریخ آل انڈیا سُنّی کانفرنس** (از جلال الدین قادری)، **تحریک پاکستان میں مولانا سید محمد نعیم الدین مرادآبادی اور ان کے مشاہیر خلفاء کا حصہ** (از ڈاکٹر جلال الدین نوری) وغیرہ میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت صدر الافاضل برصغیر کے معروف عالم دین شیخ محمد گل کے تلمیذ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کے تربیت یافتہ اور خلیفۂ مجاز تھے۔ امام احمد رضا کی تبلیغی، تصنیفی اور تحریکی مشن کے وارث وجانشین کی حیثیت سے آپ نے تاریخی کام سرانجام دیے۔ تحریک ہجرت، تحریک خلافت اور تحریک پاکستان کے ہر موڑ پر آپ نے امت مسلمہ کی دست گیری کی۔

بنارس کی تاریخ ساز آل انڈیا سُنّی کانفرنس آپ کی مساعی جمیلہ کا منہ بولتا ثبوت ہے، جس نے برصغیر کے اطراف واکناف میں بسنے والے ہزاروں علماء ومشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کردیا اور مطالبۂ پاکستان کے حق میں قرارداد منظور کروا کر تحریک پاکستان کو عوامی تحریک میں بدل دیا۔

ہندوؤں نے جب شدھی تحریک کا شور مچایا تو قبلہ صدرالافاضل میدانِ عمل میں اُترے اور شدھی تحریک کے بانی پنڈت شردھانند کو علی الاعلان مناظرے کا چیلنج دیا لیکن اس کو آپ کے مقابل آنے کی ہمت نہ ہوئی البتہ پنڈت بلدیو پرشاد اور پنڈت رام چندر دہلوی مناظرے کے لیے تیار ہوئے، شہر بریلی میں مناظرہ ہوا، اور کچھ ہی دیر میں دونوں پنڈتوں کا غرورِ علم جاتا رہا یہاں تک کہ پنڈت رام چندر بول اُٹھا:

"وید سرچشمۂ علوم نہیں ہے اور میں وید کے کلام الٰہی ہونے کا ثبوت پیش نہیں کرسکتا۔" (دبدبۂ سکندری، رام پور مورخہ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۳ء)

تحریک خلافت کے ایام میں جب مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر نے ہندوؤں سے موالات واتحاد کا نعرہ لگایا تو قبلہ صدرالافاضل نے علی برادران کو اسلامی احکام یاد دلائے اور آخرت کے عذاب وخسران سے ڈرایا جس پر دونوں نے آپ کے دستِ حق پرست پر توبہ کی۔ (تفصیل کے لیے دیکھئے "حیات صدرالافاضل، ص ۱۷۲، ۱۷۳)

تعلیمی وتدریسی میدان میں آپ نے خاص توجہ کرتے ہوئے مراد آباد میں ایک عظیم تعلیمی ادارہ جامعہ نعیمیہ قائم کیا جہاں سے بلا مبالغہ ہزاروں علماء پیدا ہوئے جن میں سے چند کا ذکر ہم آگے کریں گے۔

تصنیفی میدان میں آپ نے متعدد کتب یادگار چھوڑیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ خزائن العرفان فی تفسیر القرآن
۲۔ فتاوی صدرالافاضل
۳۔ ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ
۴۔ الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ
۵۔ اطیب البیان برد تقویۃ الایمان
۶۔ ریاض نعیم

۷۔ سوانح کربلا
۸۔ سیرت صحابہ (وسیلۂ جمیلہ)
۹۔ کشف الحجاب عن مسائل ایصال ثواب
۱۰۔ التحقیقات لدفع التلبیسات
۱۱۔ کتاب العقائد
۱۲۔ گلبن غریب نواز
۱۳۔ آداب الاخیار فی تعظیم الآثار

☆

سلسلہ نعیمیہ سے ہماری مراد حضرت صدرالافاضل سے نسبت تلمذ رکھنے والے وہ احباب ہیں جنہوں نے آپ کے سلسلۂ فیضان کو برصغیر کے اَطراف واَکناف تک پھیلا دیا۔ پاکستان میں نعیمی سلسلہ کے اہم ارا کین میں حضرت تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا ابوالحسنات سید احمد قادری، فقیہ اعظم بصیر پور مفتی نور اللہ نعیمی، حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، مفتی محمد حسین نعیمی (بانی جامعہ نعیمیہ، لاہور) مفتی محمد اطہر نعیمی اور ممدوح کتاب مفتی سید غلام معین الدین نعیمی ہیں جنہوں نے براہِ راست قبلہ صدرالافاضل سے استفادہ کیا اور پھر علم وحکمت سے معمور نعیمی سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے ہزاروں تلامذہ پیدا کیے جنہوں نے مختلف شعبوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے۔ تحدیث نعمت کے لیے اس سلسلہ سے فیض یاب ہونے والے احباب اپنے نام کے ساتھ "نعیمی" لکھتے ہیں۔ حضرت صدرالافاضل سے فیض یاب ہونے والی ان نادرِ روزگار ہستیوں نے تعلیمی اداروں کے قیام، تصنیف وتالیف وتدریس کے اہتمام اور اہل سنت حلقوں میں ضبط و نظام کے لیے بھرپور جدوجہد کی نیز کسی حد تک سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا۔

ہمارے ممدوح مفتی سید غلام معین الدین نعیمی اگرچہ مذکورہ تمام حضرات سے عمر میں چھوٹے تھے اور قبلہ صدرالافاضل کی خدمت میں ان حضرات کے فیض یاب ہونے کے بعد حاضر ہوئے لیکن عقیدت ومحبت میں ان تمام حضرات سے کسی قدر سبقت لے گئے۔ حضرت صدرالافاضل سے عقیدت اگر یوں کہا جائے کہ آپ کو گھٹی میں ملی تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ آپ کے والد گرامی صوفی سید صابر اللہ شاہ نے آپ کا نام ہی قبلہ صدرالافاضل کے والد گرامی سے

عقیدت کی بناپر ''**غلام معین الدین**'' رکھا۔ ہمارے **ممدوح** مفتی سید غلام معین الدین نعیمی اپنے بچپن سے لے کر قبلہ صدرالافاضل کے وصال تک روزانہ بارگاہِ علم وحکمت میں حاضر ہوتے رہے، دینی وطبی علوم کی تحصیل، کتب احادیث کا درس وسلسلہ رواۃ کی اجازت، بیعت وخلافت، سفر وحضر میں صدرالافاضل کی معیت، تحریری کام میں معاونت، تحریکی سرگرمیوں میں نیابت اور تا دم وصال آپ کی خدمت کے لیے خود کو وقف کیے رکھا۔ یہاں تک کہ پاکستان آمد کے بعد بھی حضرت صدرالافاضل کی محبت کے نقوش آپ کے ذہن میں ثبت رہے، آپ کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوتی ہے تو آپ اس کا نام ''**غلام نعیم الدین**'' رکھتے ہیں۔ قرآن پاک کی تفسیر لکھتے ہیں تو اس کا نام ''**نعیم البیان فی تفسیر القرآن**'' رکھا، احادیث کی شرح لکھی تو نام ''**نعیم الکلام فی حدیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم**'' تجویز کیا، عقائد ومعمولات اہل سنت پر تین سو احادیث کا مجموعہ ترتیب دیا تو نام ''**نعیم رسالت**'' رکھا، مدارج النبوۃ کا ترجمہ کیا تو نام ''**مناعم النبوۃ**'' رکھا، الخصائص الکبریٰ کا ترجمہ کیا تو نام ''**النعمۃ العظمیٰ**'' رکھا یعنی ہر نام میں صدرالافاضل کے نام گرامی ''**نعیم**'' سے نسبت کو برقرار رکھا۔ اخبار کا اجرا کیا تو اس کا نام حضرت صدرالافاضل کے تتبع میں ''**سواد اعظم**'' رکھا۔ اور قبلہ صدرالافاضل کی تبلیغی، تدریسی، تقریری وتحقیقی اور تحریکی خدمات پر سب سے اول کتاب ''**حیات صدرالافاضل**'' لکھنے کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا، نیز سواد اعظم کے دو خاص نمبر ''**حیات صدرالافاضل نمبر**'' بھی نکالے۔ پاکستان میں قبلہ صدرالافاضل کی کتب شائع کرنے کا اعزاز بھی آپ کو حاصل ہے۔ حضرت صدرالافاضل کے فتاوی کا مجموعہ بنام ''**فتاوی صدرالافاضل**''، مقالات کا مجموعہ بنام ''**افادات صدرالافاضل**'' اور ''**تبرکات صدر الافاضل**'' اور غیر مطبوعہ منتشر کلام کا مجموعہ ''**ریاض نعیم**'' بھی آپ کی مساعی جمیلہ اور اپنے استاذ گرامی سے عقیدت ومحبت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سلسلۂ نعیمی کے دیگر اراکین حضرت صدرالافاضل سے فیض یابی کے بعد اپنے اداروں کے قیام اور سلسلۂ تدریس وتصنیف میں مگن ہو گئے لیکن مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے اپنے سلسلۂ تصانیف کے ساتھ ساتھ اپنے استاد گرامی حضرت صدرالافاضل کی تصانیف کو بھی زندہ رکھا اور آپ کے تحریکی وتبلیغی مشن کو جاری رکھا جو کہ بلاشبہ لائق داد وتحسین ہے۔

☆

لیکن ان تمام تر خدمات علمی وملّی میں ہمہ وقت صدرالافاضل کی خدمت کے لیے وقف رہنے والے آپ کے تلمیذ خاص، خلیفہ مخدوم حکیم مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کا ذکر ابھی تک نمایاں انداز میں سامنے نہ آسکا۔ جب کہ آپ ہی وہ شخصیت ہیں جنھوں نے حضرت صدرالافاضل کی نیابت کا حق ادا کرتے ہوئے تمام تر زندگی اہل سنت میں اتحاد واتفاق کی بحالی، سیاسی شعور کی بیداری اور علم وحکمت کی آبیاری کے لیے وقف کیے رکھی۔ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ ہر لحظہ متحرک ومستعد رہے اور اپنے اخبار سواد اعظم (لاہور) کے ذریعہ سے دیگر مسلمانوں کو بھی اس کی ضرورت واہمیت سے آگاہ کرتے رہے اور نسل نو کی ذہن سازی میں شب وروز مصروف عمل رہے۔ اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس۔ جس کا نام قیام پاکستان کے بعد جمعیۃ العلماء پاکستان رکھا گیا۔ کے پلیٹ فارم سے وطن عزیز پاکستان کی ترقی وخوش حالی کے ہمہ وقت خواہاں رہے۔ اور اپنے قلم کے ذریعہ سے اہل سنت کو مختصر عرصہ میں پچاس کے قریب کتب کے تراجم اور ایک سو سے زیادہ مقالات مہیا کیے۔ آپ کی اس شبانہ روز جہد مسلسل کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ آپ کے صاحبزادہ نعیم الدین نعیمی۔۔ جو کہ آپ کے وصال کے وقت ۱۹ برس کے تھے۔ بیان کرتے ہیں کہ؛

''میں نے اپنے والد گرامی مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کو کبھی سوتے یا آرام کرتے نہیں دیکھا۔''

ہمیں حیرت بلکہ افسوس ہے کہ مفتی صاحب کے وصال کو آج پچاس سال مکمل ہونے کو ہیں لیکن کسی بھی اہل قلم نے مفتی صاحب کی حیات وخدمات کو کتابی صورت میں مدوّن کرنے کو کوشش نہیں کی۔ اہل سنت کے بیسیوں اشاعتی ادارے آپ کے تراجم شائع کر کے بلامبالغہ لاکھوں روپیہ کما چکے ہیں لیکن کبھی کسی کی توجہ آپ کے تذکرہ یا حیات وخدمات کی اشاعت پر مبذول نہیں ہوئی۔ الا ماشاء اللہ

ہم اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اُس نے یہ توفیق وسعادت ہمیں عطا فرمائی کہ اُس کے نیک ومخلص بندے کا تذکرہ مرتب کر کے نسل نو کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت سے پیش کریں۔ اللہ کریم ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

☆

سلسلۂ نعیمیہ پر گزشتہ چند سالوں میں بہت اہم اور قابل قدر تحقیقی کام مکمل ہوکر زیور طبع سے آراستہ ہوچکے ہیں، ان میں سے چند کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ثبت نعیمی معروف بہ اسانید صدر الافاضل، ترجمہ وتحقیق مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی
۲۔مکتوبات صدر الافاضل مرتبہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی
۳۔مقالات صدر الافاضل مرتبہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی مطبوعہ اکبر بک سیلرز، لاہور
۴۔بانیانِ سلسلۂ نعیمیہ مرتبہ مفتی جمیل احمد نعیمی مطبوعہ بزم چشتیہ صابریہ، کراچی
۵۔تحریک پاکستان میں مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کے مشاہیر خلفاء کا کردار
از ڈاکٹر جلال الدین نوری مطبوعہ مکتبہ نوریہ، کراچی
۶۔خانوادۂ مفتی محمد عمر نعیمی از ڈاکٹر حامد علی علیمی ناشر مفتی محمد عمر نعیمی ٹرسٹ، ناظم آباد، کراچی
۷۔حیات سالک از قاضی عبدالنبی کوکب
۸۔سیرت صدر الافاضل مولفہ مفتی محمد ذوالفقار خان نعیمی (زیر ترتیب)
۹۔صدر الافاضل اور پنڈت شردھانند (بانی تحریک شدھی) از مفتی ذوالفقار خان نعیمی
۱۰۔حالات زندگی مفتی احمد یار خان نعیمی (پی ایچ ڈی مقالہ، میسور یونیورسٹی، ہندوستان)
از ڈاکٹر بلال احمد صدیقی مطبوعہ نعیمی کتب خانہ، گجرات
۱۱۔سوانح عمری مفتی احمد یار خان نعیمی از مولانا نذیر احمد نعیمی
۱۲۔صدر الافاضل اور زیارت حرمین شریفین از مفتی ذوالفقار خان نعیمی

حضرت صدر الافاضل کے سلسلہ روایت واسناد کی توضیح وتشریح پر عبدالحق انصاری (اصل نام: عابد حسین شاہ پیرزادہ سکنہ چکوال) نے درج ذیل چار کتب اور ایک مضمون قلم بند کیے جو کہ مطبوع ہیں

۱۔مکہ مکرمہ کے کتبی علماء
۲۔شیخ الازہر عبداللہ شرقاوی
۳۔مفتی اعظم مصر علامہ سید احمد طحطاوی حنفی
۴۔دلائل الخیرات کی سند نعیمی
۵۔مضمون: کتب خانہ خانقاہ وزان

اس کے علاوہ چند رسائل کے خصوصی نمبرز حسب ذیل ہیں:
۱۔سواد اعظم، لاہور (حیات صدر الافاضل نمبر) دو خصوصی نمبر شائع ہوئے۔

پہلا نمبر ۱۹ جون ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔
۲۔ماہ نامہ النعیمیہ، لاہور-صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی نمبر (مارچ ۲۰۰۴ء)
۳۔ماہ نامہ النعیمیہ، لاہور-جامعہ نعیمیہ، لاہور کے متعلق خاص نمبر (مارچ ۲۰۰۵ء)
۴۔ماہ نامہ عرفات، لاہور نے مفتی محمد حسین نعیمی پر پانچ خصوصی نمبر شائع کیے۔



پیش نظر کتاب کی ترتیب میں درج ذیل اُمور کا خیال رکھا گیا ہے:

۱۔کتاب تین حصوں اور تین ضمیموں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، آپ کے والد گرامی صوفی سید صابر اللہ شاہ اشرفی اور برادر خورد مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی کے متعلق مقالات شامل کیے گئے ہیں۔ راقم نے اپنے مقالہ میں مفتی صاحب کی حیات وخدمات کا جائزہ پیش کیا ہے اور اس ضمن میں ہفت روزہ جمعیت اور سواد اعظم کے کردار پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے، نیز مفتی صاحب کی تحریکی وتصنیفی واشاعتی خدمات کو بھی نمایاں انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

۲۔حصہ دوم میں متفرقات کے ضمن میں صوفی سید صابر اللہ شاہ اشرفی، مفتی سید غلام معین الدین نعیمی اور مولانا غلام قطب الدین احمد برکاتی کا متفرق کلام سواد اعظم کے دست یاب شماروں سے جمع کر دیا گیا ہے۔

۳۔مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کی شخصیت وکردار اور دینی خدمات کے متعلق اہل علم کے تاثرات پیش کیے گئے ہیں۔ راقم نے حتی الوسع کوشش کی کہ مفتی صاحب کے معاصر علماء سے رابطہ کر کے تاثرات قلم بند کیے جائیں چناں چہ اس ضمن میں راقم نے جامعہ نعیمیہ لاہور کے استاذ علامہ غلام نصیر الدین چشتی سے ملاقات کی، علامہ احمد علی قصوری (مسلم ٹاؤن لاہور) سے تفصیلی نشست ہوئی لیکن ان کا روئے سخن جمعیت کی کارگزاری، علامہ شاہ احمد نورانی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کی جانب ہی رہا۔ مفتی حسن علی رضوی، مفتی محمد اطہر نعیمی، مفتی جمیل احمد نعیمی اور پیر سید فاروق القادری نے اپنے تاثرات تحریری طور پر ارسال کیے۔ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے صدر محترم سید وجاہت رسول قادری نے ایک منقبت مع تفصیلی حواشی ارسال کی۔ پیش نظر کتاب بھی قبلہ وجاہت صاحب کی تحریک پر ہی مرتب ہوئی۔ قبلہ وجاہت صاحب نے سواد اعظم کے

شماروں پر مشتمل ایک ضخیم جلد ۲۰۱۵ء میں راقم کو بطور ہدیہ عنایت کی جس کے مطالعہ کے بعد راقم نے مفتی صاحب کی حیات و خدمات کے حوالے سے پیش نظر کتاب ترتیب دینے کا ارادہ کیا اور قبلہ سید وجاہت صاحب سے اس بارے عرض کیا تو انہوں نے خوب حوصلہ افزائی کی اور ایک منقبت بھی تحریر فرما دی۔ مفتی اطہر نعیمی ابن تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کے تاثرات ہمارے عزیز دوست ڈاکٹر حامد علی علیمی نے قلم بند کر کے ارسال کیے۔ محقق اہل سنت عابد حسین شاہ پیرزادہ نے سواد اعظم کے حصول میں بہت مدد کی اور چکوال کے رہائشی جناب حبیب الرحمٰن سیالوی صاحب کے کتب خانہ تک رسائی ممکن بنائی۔ ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری کتاب کی ترتیب و تکمیل کے ہر مرحلہ میں رہنمائی فرماتے رہے۔ اور اس دوران متعدد مرتبہ سخت گرمی کے باوجود خود تشریف لائے اور قیمتی مشوروں و اصلاح سے نوازتے رہے اور پھر کتاب پر ایک بھر پور تبصرہ بھی تحریر کیا۔ نیز اپنی زیر نگرانی جی۔سی یونیورسٹی لاہور میں مفتی صاحب کی علمی و تحریکی خدمات پر بی ایس آنرز کا مقالہ بھی لکھوا رہے ہیں۔ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے صاحب زادے جناب سید نعیم الدین نعیمی اور پوتے سید زعیم الدین نعیمی نے تفصیلی انٹرویو میں بیش قیمت معلومات عنایت کیں۔

راقم ان تمام شخصیات کا بہ صمیم قلب شکر گزار و ممنون ہے۔ اللہ کریم سب کو جزائے خیر سے نوازے اور راقم کی اس ادنیٰ کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ والہ واصحابہ وبارک وسلم

☆

تقریظ

از سید نعیم الدین نعیمی ابن مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم الامین

حضرت صدر الافاضل فخر الاماثل مولانا حافظ سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بے مثل نابغۂ روزگار عالم دین، مفسر قرآن مبین کے تلمیذ رشید، خادم خاص، خلیفہ اور حضرت تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بے مثال حضرت مخدوم مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی کا کا خیل منصرم آل انڈیا سُنّی کانفرنس (منعقدہ بنارس ۱۹۴۶ء)، یکے از بانیانِ جمعیۃ العلماء پاکستان، مدیر صحیفۂ اہل سنت ''جمعیت''، مدیر ہفت روزہ ''سواد اعظم''، بانی ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم (لاہور) و مترجم متعدد کتب بزبان عربی و فارسی کی حیات مبارکہ پر آج تک کوئی بھی تصنیف منصۂ شہود پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔

عزیز محترم ثاقب رضا قادری سلمہٗ کی گراں قدر سعی بے پایاں اور محنت شاقہ کی بدولت زیر نظر کتاب ''مفتی سید غلام معین الدین نعیمی-حیات و خدمات'' منظر عام پر آئی۔ اس کتاب کو معرض وجود میں لانے کے لیے عزیزم ثاقب رضا قادری سلمہٗ نے ذاتی طور پر حضرت مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء عظام و معاصر علماء سے رابطہ کر کے معلومات جمع کیں۔ موصوف عزیز نے مفتی صاحب مرحوم رحمۃ اللہ علیہ کے رسائل و جرائد اور تصانیف و تراجم تلاش کر کے ثقہ معلومات اَخذ کی ہیں جو اس کتاب کی نمایاں خوبی ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے وصال کے ۴۸ برس بعد یہ تمام معلومات یک جا کتابی شکل میں لانا انتہائی مشکل کام تھا جو عزیزم ثاقب رضا نے سرانجام دیا۔ اس مستحسن عمل پر بے شک آپ صد ہا مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں جدّ اکرم حضرت مولانا صوفی سید صابر اللہ شاہ اشرفی، عم مکرم حضرت مولانا سید غلام قطب الدین علی احمد اشرفی برکاتی کی ابیات و

تواریخ بھی شامل ہیں جس نے کتاب کو چار چاند لگا دیے۔

میری اطیب و نیک تمنا اور دعا ہے کہ ربّ ذوالجلال اس کتاب کو عوام وخواص میں کماحقہٗ پذیرائی عطا فرمائے اور اس سعی بلیغ کو دائمی ترقی وقبولیت عطا فرمائے۔

احقر سید نعیمی الدین نعیمی غفرلہٗ

ابن مفتی حکیم سید غلام معین الدین نعیمی کا کاخیل رحمۃ اللہ علیہ

چھ جولائی، ۲۰۱۸ء



تحقیق کا شہابِ ثاقب

ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری

اسسٹنٹ پروفیسر جی۔سی۔یونیورسٹی، لاہور

لاہور کو پاکستان کا دل کہا جائے۔ عروس البلاد کہا جائے، علم کا گہوارہ کہا جائے، تصوف کی آماج گاہ کہا جائے، شہر مدارس کہا جائے، مدینۃ الجامعات کہا جائے یا مصنفین، مؤلفین محققین اور شعراء کا شہر کہا جائے اس کی عظمت میں اضافہ نہیں ہوتا۔ یہ ناموں اور تعریفی القابات سے ماورا اور مستغنی شہر ہے۔ استاد زادہ مفتی سہیل احمد سیالوی دردِ دل رکھنے والے نہ صرف صاحب منبر ومحراب بلکہ صاحب قلم وقرطاس نوجوان ہیں۔ علمی تحریکیں، کم یاب ونایاب کتب اور علمی شخصیات اکثر ہماری گفتگو کے موضوعات رہتے ہیں۔ ایک مرتبہ ۲۰۱۶ء میں دینہ (جہلم) حاضری ہوئی تو فجر کے بعد صبح کی سیر کے لئے ہم شہر سے باہر نکل گئے۔ دورانِ گفتگو مفتی صاحب نے فرمایا کہ لاہور میں ایک نوجوان ثاقب رضا قادری خوش عقیدہ لوگوں کی صحافت اور تاریخ کو مدوّن ومرتب کر رہے ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ وہ کسی مدرسے سے فارغ التحصیل نہیں ہیں بلکہ جدید پڑھے لکھے نوجوان ہیں۔ میں نے بے تابی سے ان کتب کے نام جاننا چاہے جنہیں وہ ترتیب دے چکے ہیں تو مفتی صاحب نے درج ذیل نام گنوا دیے:

۱۔	رسائل حسن	۲۰۱۲ء
۲۔	کلیات حسن	۲۰۱۲ء
۳۔	رسائل محدث قصوری (جلد اول)	۲۰۱۴ء
۴۔	رسائل محدث قصوری (جلد دوم)	۲۰۱۶ء
۵۔	ردِ قادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد اول)	۲۰۱۴ء
۶۔	ردِ قادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد دوم)	۲۰۱۵ء

ایک ہاتھ کی انگلیوں سے زیادہ کتب کے مؤلف، لاہور میں مقیم ہیں، جدید پڑھے لکھے

نوجوان ہیں اور ڈاکٹر خورشید احمد قادری نے ان کا نام بھی نہیں سُن رکھا۔ سچی بات ہے اپنی لاعلمی پر بہت افسوس ہوا۔ شرمندگی اس لیے محسوس نہیں کی کہ علمی معاملات میں اس طرح کے مقامات مفتی صاحب کی موجودگی میں ہمارے لیے اکثر آتے رہتے ہیں۔ فرمایا کہ اس مرتبہ میں لاہور آؤں گا تو ہم باجماعت ثاقب رضا صاحب سے ملنے جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ راقم مفتی صاحب کی لاہور آمد کا ہمیشہ منتظر رہا ہے لیکن اس مرتبہ انتظار حد سے سوا تھا۔ میری دینہ کی حاضری ستمبر ۲۰۱۶ء میں ہوئی، قریباً دو ہفتے بعد اکتوبر کے ابتدائی دن تھے بندہ جی۔ سی۔ یونیوسٹی لاہور کے پروفیسرز رُوم ۳۲ میں ایک کتاب کے مطالعے میں مشغول تھا کہ دروازے پر کسی نے دستک دی، یہ سوچتے ہوئے کہ اپنی یونیورسٹی کا کوئی طالب علم ہوگا سر اُٹھا کر دیکھے بغیر کہہ دیا آجایئے۔ دروازہ کھلا تو ایک نا آشنا آواز کانوں سے ٹکرائی۔ السلام علیکم! کتاب سے آنکھ اُٹھائی تو ایک دراز قد خوش شکل بارِیش نوجوان عمامہ شریف سر پر سجائے سامنے کھڑا تھا۔ وعلیکم السلام کہہ کر پوچھا کہ فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔ نوجوان گویا ہوا کہ ایم۔فل۔ (اسلامیات) کے حوالے سے کچھ معلومات درکار ہیں۔ کرسی کی طرف اشارہ کرکے عرض کیا کہ بیٹھ جایئے۔ ایم۔فل سے متعلق سوالات و جوابات تین منٹ میں مکمل ہوگئے۔ اب موضوعاتِ تحقیق کے حوالے سے بات شروع ہوئی تو راقم نے بتایا کہ میں ہر سال ایک دو موضوعات پر بی۔ایس۔ سطح کے مقالات نوجوان محققین سے لکھواتا ہوں۔ نووارِد نے مثالیں جاننا چاہیں تو عرض کیا:

۱۔ سید دیدار علی شاہ کی علمی خدمات

۲۔ علامہ عبدالحق ظفر چشتی بطور مترجم تفسیر نبوی

۳۔ مولانا محمد عمر اچھروی کی صحافتی خدمات

۴۔ زینت القراء قاری غلام رسول کی دینی وملی خدمات

میں سانس لینے کے لیے رُکا تو وہ نوجوان جیسے اس مرحلے کا انتظار کر رہا تھا۔ بول اُٹھا کہ میں نے رسائل حسن، کلیات حسن، رسائل محدث قصوری کی دو جلدیں اور ردِ قادیانیت اور سنی صحافت کی دو جلدیں مرتب کی ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ ڈاکٹر خورشید احمد قادری ہیں جنہوں نے علامہ محمد نبی بخش حلوائی پر مقالہ لکھا تھا۔ دراصل حلوائی صاحب پر میرا ابھی ایک مضمون شائع ہو چکا ہے۔ اسی مضمون کی تیاری کے دوران مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے ان پر عربی میں مقالہ لکھا

ہے۔ اب میں نے عرض کیا کہ آپ کا اسم گرامی جاننا چاہتا ہوں۔ بڑی عاجزی سے بولے، ثاقب رضا قادری۔ یہ سن کر مجھے کتنی خوشی ہوئی اس کا اندازہ تو شاید میں ہی کرسکتا ہوں۔ میں اپنی خوشی کے جذبات کو چھپانا چاہتا تھا لیکن میری زبان سے بھی فوراً نکلا کہ آپ سے ملاقات کی تو مجھے شدید خواہش تھی۔ میں تو بس مفتی سہیل سیالوی کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔ ثاقب صاحب نے بتایا کہ میرا مفتی صاحب سے فیس بک پر رابطہ رہتا ہے۔ ان کی مؤلفات کا ذکر ہوا تو ثاقب صاحب بڑی فیاضی سے فرمانے لگے کہ بہت جلد وہ آپ تک پہنچ جائیں گی۔ واقعتاً دوسرے دن مذکورہ بالا تمام کتب میری میز پر تھیں۔ مفتی سہیل صاحب سے فون پر ذکر ہوا تو انہوں نے مجھے خوش قسمت قرار دیا۔ ثاقب صاحب کی تالیفات سامنے آئیں تو معلوم ہوا کہ ہمسایہ ملک بھارت کے صحیح العقیدہ محققین کے ساتھ ان کے گہرے رَوابط ہیں۔ رسائل حسن، کلیات حسن اور رسائل محدث قصوری جلد دوم کی تالیف میں محمد اَفروز قادری چریاکوٹی ان کے شریک مؤلف ہیں جبکہ "رسائل محدث قصوری" جلد اول کی تالیف میں محمد سعید صابر نعیمی بھی ان دونوں کے ساتھ شریک ہیں۔ "ردِ قادیانیت اور سُنّی صحافت" کی تینوں جلدیں ثاقب رضا کی ذاتی کاوش ہے۔

اَپر مال لاہور کی سرخ ٹائلوں سے مزین عمارت میں قائم تحقیقی واشاعتی ادارے "سپیکٹرم" کے ڈپٹی ڈائریکٹر جناب مقصود احمد نے ایک دن اسلام آباد سے تشریف لائے ہوئے پروفیسر ڈاکٹر مجیب (صدر شعبۂ تاریخ، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد) سے ملاقات کرانے کے لئے ثاقب صاحب اور راقم کو بلایا تو وہاں ثاقب رضا نے ۲۰۱۷ء میں آنے والی اپنی دوسری تالیف "تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت" دونوں مہمانوں کو پیش کی۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ مؤلف نے گاہے گاہے ان کے دفتر میں ہونے والی ملاقاتوں کو رہنمائی کے زمرے میں شامل کرکے اپنی تازہ تالیف کے صفحہ ۲۰ پر اپنے رہنماؤں میں حقیر کا نام بھی شامل کیا ہے۔ عاجزی، متانت، مہمان نوازی، تحقیق وجستجو اور صحیح العقیدگی ثاقب رضا کے وہ خواص ہیں جو ان سے ملنے والا ہر شخص محسوس کرسکتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کا قول ہے کہ اگر کسی شخص کے متعلق آپ رائے قائم کرنا چاہتے ہیں تو تینوں یا تین میں سے ایک شرط ضرور پوری ہونی چاہیے۔ آپ اس کے قرب وجوار میں رہائش پذیر رہے ہوں، آپ نے اس کے ساتھ لین دین کیا ہو یا آپ نے اس کے ساتھ سفر کیا ہو۔ ثاقب رضا کے ساتھ گفتگو اور ملاقات تو اکثر رہتی

ہے، کتب، رسائل، مضامین اور چیزوں کا لین دین بھی چلتا رہتا ہے۔ ذوقِ تحقیق نے ہمیں ایک بار ہم سفر بھی بنا دیا۔ نومبر ۲۰۱۷ء میں ابوالنور مولانا محمد بشیر کوٹلوی کے حوالے سے تحقیق کے دوران مجھے ان کے جاری کردہ ماہنامے ''ماہ طیبہ'' کی تلاش تھی اور ثاقب رضا کو بھی اس قبیل کے کسی مجلّے کی جستجو۔ آپ کی نگاہِ رَسا نے بگویہ مسجد بھیرہ شریف میں قائم لائبریری کو عرصے سے نشان زَد کر رکھا تھا۔ قریباً ڈیڑھ سال بگویہ لائبریری کے اَرباب حل وعقد اپنے آپ کو اس قابل بناتے رہے کہ ثاقب رضا ان کے ہاں آسکیں۔ نومبر ۲۰۱۷ء میں سبز جھنڈی دکھائی گئی۔ پروگرام کے مطابق ۱۸ر نومبر بروز ہفتہ کو ہم ظہر سے پہلے جامعہ بگویہ بھیرہ شریف پہنچ چکے تھے۔ سفر کے دوران اندازہ ہوا کہ وہ دوستوں سے کتنا پیار اور ان کی ضروریات کا دھیان رکھنے والے انسان ہیں۔ دو دن اور ایک رات ایک بجے تک ہم مسلسل تحقیق میں مصروف رہے۔ اس دوران اپنی ریسرچ کے دوران دوسرے ساتھیوں کے ساتھ منسلک رہنا کوئی ثاقب رضا سے سیکھے۔ میری رائے کے مطابق عاجزی انسانیت کی معراج ہے۔ بھیرہ میں صبح فجر کے لئے جب آپ نے مجھے بیدار کیا تو سر یا بازو بھی ہلایا جا سکتا تھا لیکن یہ ثاقب کے کردار کی معراج تھی کہ اس نے مجھ حقیر کے پاؤں کو ہاتھ سے ہلا کر بیدار کیا۔ اللہ تعالیٰ یہ خوبیاں سب کو عطا فرمائے اور آپ کو دراز زندگی دین مصطفیٰ کی ترویج واشاعت کے لئے عطا فرمائے۔ آمین

جناب محمد ثاقب رضا قادری کی تازہ کاوش ممتاز عالم دین، مفتی، مصلح، مصنف، مترجم، صحافی، شاعر ومنصرم آل انڈیا سُنّی کانفرنس ''مفتی سید غلام معین الدین نعیمی-حیات وخدمات'' ہے۔ یہ تالیف ثاقب صاحب کی چار سالہ محنتوں کا ثمر ہے۔ آپ کا ذوق تحقیق اور مزاج کی پاکیزگی میری نظر میں خداداد اور آپ کی تالیفات خاص خدائی رہنمائی کا نتیجہ ہیں۔ جس طرح حدیث مبارکہ کے ذخیرے سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک کے ساتھ ساتھ ان پاکیزہ ہستیوں کا تذکرہ بھی ہے جن سے آپ علیہ السلام کی کبھی ملاقات ہوئی، جو آپ پر ایمان لائے، جنہوں نے آپ کے پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لیے اپنا تن، من، دھن قربان کر دیا۔ مفتی غلام معین الدین کے تذکرے میں--

--آپ کے استاذ گرامی صدرالافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی، اور ان کے فرزند سید

ظفر الدین احمد اور سید محمد اختصاص الدین احمد،

-- دیگر اساتذہ کے ضمن میں تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا محمد یونس صاحب، ابوالحسنات سید احمد قادری،

--اہل خاندان کے ضمن میں مفتی صاحب کے والد گرامی صوفی صابر اللہ شاہ، دادا سید خدا بخش فخری، آپ کے سسر سید محمد مہدی علی، برادر خورد مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی،

--اکابر معاصر میں شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی، علامہ عبدالحامد بدایونی، مفتی محمد صاحبداد خان، محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی، مولانا سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی، علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری اشرفی، شیخ الحدیث مولانا سردار احمد قادری، میاں شیر محمد شرق پوری، شاہ سلامت اللہ رام پوری، مولانا فیض الحسن آلو مہار شریف، علامہ ارشد القادری، مفتی احمد یار خان نعیمی، مولانا عبدالسلام باندوی، صوفی قلندر علی سہروردی، علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری، مولانا محمد بخش مسلم، مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش،

--ہم عمر معاصر میں مفتی محمد حسین نعیمی، مفتی محمد اطہر نعیمی، مولانا سید خلیل احمد قادری، مولانا سید محمود احمد رضوی، مفتی اعجاز ولی الرضوی، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا غلام جہانیاں، سید محمد یعقوب شاہ (پھالیہ)، مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی، علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مولانا ضیاء القادری بدایونی، مولانا ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی، مولانا اللہ بخش واں بھچراں، مولانا اقبال احمد نوری، مفتی تحسین رضا خان بریلوی، مفتی محمد رضوان الرحمٰن اندوری، میاں جمیل احمد شرقپوری، قاضی عبدالنبی کوکب، ملک محمد اکبر ساقی اُترا، مولانا سلطان احمد فاروقی سیالوی، علامہ محمد شریف نوری قصوری،---

کے اسماء گرامی بھی نظر نواز ہوتے ہیں۔

اس کتاب میں مذکور مخدوم معین الدین کی سب سے مخلصانہ خدمت اپنے استاذ گرامی حضرت صدرالافاضل کی کتب، نایاب تحریروں، قلمی مسودات، فتاوی اور کلام کی اشاعت ہے۔ ہماری اسلامی تہذیب میں استاد اور شاگرد کا باہمی تعلق بعض اوقات باپ بیٹے کے تعلق سے بھی زیادہ محبت، شفقت اور ایثار پر مبنی ہوتا ہے۔ صدرالافاضل نے جہاں مالی اخراجات کی پروا نہ کرتے ہوئے اپنے شاگرد کا مکمل علاج کروایا، وہاں شاگرد نے بھی اپنی جوانی، صلاحیت اور علم

کو استاد کے عطا کردہ علم، طرزِ صحافت اور اندازِ سیاست کو پروان چڑھانے پروار دیا۔ یہ مخدوم
غلام معین الدین کا طرزِ صحافت اور اندازِ سیاست ہی تھا جس نے آپ کی ذات کو اعداء کے لیے
ناقابل برداشت بنا دیا۔ ابھی آپ نے اپنی زندگی کی پچاس بہاریں نہیں دیکھی تھیں کہ آپ کو
جادو کے ذریعے راستے سے ہٹا دیا گیا۔

اپنوں کے لیے آپ کی صحافت اور سیاسی سوچ مصلحانہ اور مخالفین کے لیے کاٹ دار تھی۔
آپ نے ہفت روزہ الاعتصام، چٹان، شورش کے طرز صحافت، مجلس احرار اور جماعت اسلامی
کے طرزِ سیاست اور سید مودودی کی فکر کا جس طرح سوادِ اعظم میں تعاقب کیا وہ اپنی جگہ صحافتی
تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔

پاکستان کی دستوری تاریخ کے حوالے سے مخدوم معین الدین نے صدر الافاضل کے چودہ
(۱۴) نکاتی دستورِ پاکستان شائع کر کے ان لوگوں کو ایک روشن جواب دیا ہے جو پاکستان کی
''پ'' کو ناممکن قرار دیتے اور بہ بانگ دُہل اعلان کرتے کہ ''ہم پاکستان بنانے کے گناہ میں
شریک نہیں تھے''۔

ہفت روزہ ''رضوان'' لاہور سے شروع ہونے، ''جمعیت'' (لاہور) سے پروان چڑھنے
والی اور سوادِ اعظم کے ذریعے جوانی کی ترنگ دکھانے والی مخدوم معین الدین کی صحافتی زندگی کا
گلا ناہندہ ایجنسیوں نے بھی گھونٹنا چاہا لیکن کاکاخیل کا بیٹا سخت جان ثابت ہوا۔ البتہ وہ جادو
جس سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تو ماورا تھے، سیدزادہ اس کے سامنے بے بس ہو گیا۔

تحریکی حوالے سے پانچ برس (۱۹۴۴-۱۹۴۸ء) تک مخدوم کا آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا
منصرم رہنا اور قیامِ پاکستان کے بعد جمعیت العلماء پاکستان کا مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے
ساتھ مل کر دستور مرتب کرنا آپ کی نمایاں خدمات ہیں۔

مخدوم غلام معین الدین نعیمی کی زندگی کے چند کم نمایاں پہلوؤں کو بھی اس کتاب میں
روشن کیا گیا ہے:

۱۔ آپ کا رجوع الی الحق کا مزاج ہو سکتا ہے نعیمی تربیت کا ہی نتیجہ ہو، لیکن آپ کی شخصیت
میں رجوع الی الحق کے لیے جو وقار تھا، بہت سی شخصیات اس سے محروم ہی رہیں۔ آپ پر جب
حق واضح ہو جاتا تو نہ صرف آپ اپنی سابقہ رائے سے رجوع فرما لیتے بل کہ افادۂ عام کے لیے

اس کا اعلان عام اپنے اخبار سوادِ اعظم میں فرماتے۔

۲۔ مخدوم معین الدین کی شخصیت کا دوسرا غیر نمایاں پہلو باغ جناح لاہور کی جامع مسجد
کے ساتھ آپ کا بطور خطیب وابستہ رہنا ہے۔ شاہی مسجد لاہور میں پیر سیال لج پال کے خلفاء علماء
بگو یہ عرصہ دراز تک بطور خطیب خدمات انجام دیتے رہے لیکن پاکستان بننے کے بعد..... منزل
انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے..... کے مصداق بادشاہی مسجد لاہور کی خطابت اب علماء دیابنہ کا
مستقل حق مان لیا گیا ہے۔ اسی طرح باغ جناح لاہور کی جامع مسجد کو قیام پاکستان کے بعد مخدوم
معین الدین جیسے علماء نے آباد کیا لیکن اب اسے ڈاکٹر اسرار احمد اور ان کے بعد ان کی ذرّیت کا
حق سمجھ لیا گیا ہے۔ یاللعجب

۳۔ پان کے ساتھ مخدوم کی وابستگی اور اسے سلیقہ اور نفاست کے ساتھ چبانا بھی آپ کی
شخصیت کا غیر معروف پہلو ہے جس پر یہ کتاب روشنی ڈالتی ہے۔

۴۔ علماء حق کے درمیان افتراق کی حد تک بڑھے ہوئے اختلاف کو ختم کرانے کے لیے
مخدوم کی کوششیں تاریخ کا حصہ ہیں لیکن اس کتاب میں جس دردمندی اور خلوص کے ساتھ انہیں
نمایاں کیا گیا ہے، اس سے راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ "الاختلاف امتی رحمة" کا حکم
ہمیشہ بامعنی رہے گا۔ عوام الناس کے درمیان عموماً اور اہل علم کے درمیان خصوصاً اختلاف رائے
موجود رہا تھا، رہا ہے اور رہے گا۔ ضرورت صرف اس اَمر کی ہے کہ باہمی احترام اور لحاظ کو برقرار
رکھا جائے۔ میں قادری ہوں تو حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی، بابا فرید الدین گنج شکر،
حضرت نوشہ پاک اور مجدد الف ثانی کے ساتھ میری عقیدت میں کمی نہیں آنی چاہیے۔

۵۔ امارت علی منہاج الخلافة العثمانیہ کی تجویز بھی مخدوم صاحب کی ''الصلح خیر'' کی
جانب پیش قدمی کا ایک حصہ تھی جسے علماء کی باریک بینیوں نے کسی ڈگر پر چلنے نہیں دیا اور وہ ایک
علمی بحث بن کر سوادِ اعظم کی فائلوں میں دَم سادھے پڑی ہے۔ ''مکالمة الصدرین'' لکھ کر
پاکستان کے بہی خواہوں کی صف میں گھس آنے والوں کو آج کمیٹیوں کی سربراہی، وزارتیں،
سفارتیں اور کروڑوں کے ہدایا دیے جا رہے ہیں لیکن حقیقی بہی خواہ ابھی بھی ایوانوں سے باہر
دھرنے دینے تک محدود ہیں۔

۶۔ مخدوم معین الدین نے محمد علی جناح کے بعد چوہدری محمد علی وزیر اعظم پاکستان کو سب

سے مخلص رہنما قرار دیا کہ آپ نے ۱۹۵۶ء کا آئین منظور کرانے اور اس میں اسلامی دفعات کو شامل کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ دستور پاکستان میں اسلامی دفعات کو شامل کرانے میں صدر الافاضل اور سید ابوالبرکات کا کردار قابل رَشک ہے۔ آج ۲۹۵ سی، ۶۲، ۶۳ اور اٹھارویں ترمیم کے حوالے سے لوگ اپنی سیاست تو چمکاتے ہیں لیکن ان میں کوئی بھی اپنی علمیت، خلوص اور للّٰہیت میں صدر الافاضل، ابوالبرکات اور مفتی غلام معین الدین نعیمی جیسا نہیں ہے۔

۷۔ موجودہ زمانے میں نوجوانوں کے حوالے سے مذہبی ادب، پرنٹ اور سوشل میڈیا کے باعث ہمیں جن چیلنجز کا سامنا ہے، اس حوالے سے بھی اس کتاب کا ایک پہلو بہت شان دار ہے۔ حافظ ریاض احمد اشرفی کی آنکھوں کا ''طلوع اسلام'' کی چکاچوند کے سامنے چندھیا جانا۔ پھر ایک عرصہ تک بصارت کا بحال نہ ہو پانا، عزیز و اقارب، دوست، احباب اور اساتذہ کا اپنے عزیز کی بصارت کم ہونے پر فکر مند ہونا، ذاتی ملاقاتوں، رسائل اور اجتماعی گفتگوؤں میں توجہ دلانا، آخر کار کوششوں کا بارآور ہونا اور حافظ ریاض احمد اشرفی کا پرویزیت سے رجوع الی الحق کرنا--اس ساری کتھا کا ایک خوش گوار پہلو یہ ہے کہ مخدوم معین الدین نے حافظ صاحب کی واپسی کے لیے عرصہ تین سال تک دامے، درمے، قدمے، سخنے بہت کوششیں کیں، اس لیے حافظ صاحب نے دو خطوط مخدوم معین الدین اور ایک خط سید ابوالبرکات کے نام لکھا۔ مدیر سواد اعظم نے تینوں خطوط اطلاع اور اِفادۂ عام کے لیے اپنے ہفت روزہ میں شائع کر دیے۔ سید ابوالبرکات کے نام اپنے خط اور مخدوم کے نام اپنے پہلے خط میں حافظ صاحب نے صرف اپنے رجوع الی الحق سے متعلق وضاحت کی لیکن تیسرا خط مخدوم کے کچھ سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے۔ حق و باطل کی جنگ اَزل سے ہے اور اَبد تک جاری رہے گی۔ ہمیں اپنے اکابر کی طرح اپنا وزن، اپنی صلاحیت، اپنا علم حق کی عظمت کو ثابت کرنے کے لیے استعمال کرنا چاہئے۔ حافظ صاحب کے یہ جوابات اس دَور کے نوجوانوں کے لیے بھی اہم تھے اور جب تک یہ فتنہ باقی ہے، ان کی اہمیت باقی رہے گی۔ اس خط میں حافظ صاحب نے عدیم الفرصتی کے سبب کچھ سوالات کے مختصر جوابات دیے اور کچھ سوالات کے جوابات کو مؤخر کر دیا۔ اگر آپ نے بعد ازاں کبھی یہ جوابات دیے اور وہ کہیں شائع ہوئے تو میری مولف کتاب سے درخواست ہے کہ ان سب جوابات کو یہاں جگہ دیں۔ اگر حافظ صاحب ابھی تک یہ جوابات نہیں لکھ سکے اور بقید حیات

ہیں۔ اُمید واثق ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حیات ہوں گے۔ ان سے یہ جوابات لکھنے کی درخواست کی جائے اور سب جوابات کو ایک کتابچے کی صورت میں الگ بھی شائع کیا جائے۔

حافظ ریاض اشرفی نے ''طلوع اسلام'' کی ان نمایاں کرنوں کا ذکر کیا ہے جن سے ان کی آنکھیں چندھیا گئیں؛ یعنی

۱۔ صاحب ''**طلوع اسلام**'' کا طرزِ خطابت۔

۲۔ صاحب ''**مفہوم القرآن**'' کا اندازِ تحریر اور منطقی انداز۔

حافظ صاحب رجوع الی الحق کرنے کے بعد بھی صاحب ''**لغات القرآن**'' کی علمیت سے اتنے متاثر تھے کہ ان کے زورِ تقریر و تحریر کے سامنے اپنے ڈھے پڑنے کی دلیل کے طور پر یہ آیت مبارکہ لکھی؛

لا یجرمنکم شنئان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ. (المائدہ، ۸:۵)

''لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔ انصاف کیا کرو کہ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔''

''**طلوع اسلام**'' کی فکر سے کنارہ کشی کے اسباب پر مختصراً روشنی ڈالتے ہوئے حافظ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اسے تمام مسلمان نوجوانوں کو بالعموم اور صحیح العقیدہ لوگوں کو بالخصوص ضرور پڑھانا چاہئے۔ چند ایک یہ ہیں:

۱۔ صاحب **لغات القرآن** کا قرآن کریم کی درست قراءت پر قادر نہ ہونا۔

۲۔ بہت سے عربی الفاظ کا نادرست تلفظ جیسے ''اطاعت'' کو ''اَطایَت''، ''مِنْ جَانِبِ اللّٰہ'' کو ''مِنْ جَانِبُ اللّٰہ''، ''ھَلْ جَزاء الْاِحْسَانِ'' کو ''ھل جزاء الْاِحْسَانَ''۔

حافظ ریاض اشرفی کے علمی اعتراضات کو صاحب **مفہوم القرآن** کے پیروکار ''مولویت کے جراثیم'' سے تعبیر کرتے اور اُمید ظاہر کرتے کہ صاحب طلوع اسلام کی صحبت کے انجکشن لگتے رہیں گے تو یہ جراثیم مر جائیں گے۔ صد افسوس اس خود ساختہ لُغوی اور نام نہاد مفسر پر اور ہزار افسوس اس کے پیروکاروں پر۔

۳۔ صاحب ''**نظام ربوبیت**'' کی اسی کتاب کے صفحہ ۲۸۶ پر آیۂ کریمہ ''لَیَـاْکُلُوْنَ

اَمْوَالَ النَّاسِ ‘‘ (التوبۃ:۹:۳۴) ترجمہ:’’لوگوں کا مال کھاتے ہیں‘‘ کو ’’لِیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ‘‘ لکھا ہے۔اسے کتابت کی غلطی سمجھا جاسکتا تھا لیکن ستم بالائے ستم یہ کہ ترجمے میں بھی اسی غلط ’’کسرہ‘‘ کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ یوں کیا گیا ہے’’ تاکہ عوام کی محنت کی کمائی کھاتے رہیں اور تخریبی نتائج پیدا کرتے رہیں۔‘‘

۴۔صاحب مفہوم القرآن ’صلوٰۃ خمسہ‘ کو’’عمل متواتر‘‘ کا نام دے کر اس کے قائل ہیں۔قربانی بھی عمل متواتر ہے لیکن اسے’’عمل متوارث‘‘ کہہ کر اس کا انکار کردیتے ہیں۔

۵۔صاحب لغات القرآن بظاہر دعوے عشق ومحبت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کرتے نہیں تھکتے لیکن کثیر وسائل کے باوجود کبھی روضۂ رسول کی زیارت کے لیے نہیں گئے اور سب سے زیادہ نظر آنے والی سنت رسول داڑھی سے بھی محروم رہے۔

حافظ صاحب نے اپنے مختصر جوابات میں ’’تارکین حدیث‘‘ یا ’’اہل قرآن‘‘ لوگوں کی ایک فہرست دی ہے جو یقیناً عام قارئین اور طلباء علوم اسلامیہ کے لیے معلومات کا درجہ رکھتی ہے۔

عبداللہ چکڑالوی، محمد رمضان گوجرانولوی، خواجہ احمد الدین امرت سری اور چوہدری غلام احمد پرویز۔

آخر میں حافظ ریاض اشرفی نے حق کی جانب اپنی واپسی کے لیے تین ہستیوں کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا ہے؛

۱۔مفتی غلام معین الدین نعیمی
۲۔مفتی محمد حسین نعیمی
۳۔مولانا محبوب الرحمٰن نقش بندی (راول پنڈی)

مذکورہ بالا علماء کے رویوں میں حافظ صاحب نے جس خاص خوبی کا ذکر کیا ہے وہ ’نرم دَم گفتگو اور گرم دَم جستجو‘ ہے۔حافظ صاحب کے الفاظ ملاحظہ کیجیے:

’’میں اپنے کرم فرما دوستوں اور شفیق علماء بالخصوص آپ (مفتی غلام معین الدین نعیمی) اور مفتی محمد حسین نعیمی کا ممنون ہوں، جنہوں نے پچھلے تین سال سے مسلسل اور پیہم کوششیں جاری رکھیں لیکن کہیں بھی اخلاق اور متانت کا دامن ہاتھ سے نہیں

چھوڑا۔آپ کا اور مفتی صاحب کا اندازِ تخاطب اور طرزِ شواہد میری ناقص رائے میں ایسا نہیں کہ کوئی بھی حق پرست اس کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ محسوس کر سکے۔نیز صاحب زادہ مولانا محبوب الرحمٰن صاحب نقش بندی مدظلہ راول پنڈی والوں کا بھی ممنون ہوں کہ ان کی قوت روحانیہ نے بھی میرے لیے بہت کام کیا۔‘‘

(سواد اعظم،۱۱ستمبر ۱۹۵۹ء)

کتاب کے آخر میں ’’مکمل اسلامی انقلاب کا پیغام‘‘ کے زیرعنوان مخدوم معین الدین کا علماء ومشائخ کی جانب سے پاکستان میں مکمل اسلامی انقلاب کے لیے سولہ (۱۶) نکات پاکستان کی دستوری جدوجہد میں خاصے کی چیز ہیں۔ان نکات میں مملکت خداداد میں نفاذِ اسلام کے حوالے سے عملی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ان میں ملک کے اقتصادی، معاشی، معاشرتی، مالی اور تعلیمی پہلوؤں کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔خارجہ پالیسی کے حوالے سے جو نکتہ مخدوم معین الدین نے پیش کیا، آج دیگر مذہبی جماعتیں بھی اسی کی موید بنی ہوئی ہیں۔مخدوم کے الفاظ ہیں:

’’کشمیر، جوناگڑھ، مناوادر جو بہر طور پاکستان کے حصے ہیں-ان کو حاصل کرنے کی بھرپور سعی کی جائے اور بھارت سے تمام نزاعی مسائل کو آبرومندانہ طے کیا جائے۔‘‘

مخدوم غلام معین الدین کی شخصیت کے تمام پہلوؤں کے مطالعے کے بعد راقم اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ آپ اور آپ کے خانوادے کے تمام افراد زندگی کے ہر لمحے میں پکار پکار کر یہی اعلان کرتے رہے؛

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم وللجهال مال

ترجمہ: ہم اپنے درمیان تقسیم کرنے والے بااختیار ربّ کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ ہمارے لیے علم ہو اور جاہلوں کے لیے مال ودولت۔

☆

بانی ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم (واٹن، لاہور)

ابوالمخدوم سید صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی نعیمی

(والدگرامی مفتی سید غلام معین الدین نعیمی)

از: غلام قطب الدین احمد نعیمی

پاکستان میں آنے کے بعد حضرت صدرالافاضل کے ماہ نامہ السواد الاعظم کو دوبارہ زندہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو اپنے بڑے صاحب زادے کو اس کام کے لیے منتخب فرمایا اور ادارہ کا نام "ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم" تجویز فرمایا اور پھر سواد اعظم کا ۱۹۵۸ء میں اجرا کر کے مدیر اعلیٰ اپنے صاحب زادہ کلاں کو مدیر، نائب مدیر اپنے صاحب زادہ خورد (غلام قطب الدین نعیمی) موجودہ مدیر اعلیٰ کو منتخب کر کے خود ان کی کتابت فرما دیا کرتے۔ بڑے صاحب زادے کی وصال کے بعد سواد اعظم کی ادارت اپنے چھوٹے صاحب زادے کے سپرد کیے رکھی جو کہ ایک نئے عزم کے ساتھ ماہ جنوری سے نئی شکل وصورت سے بنا سنوار کر میدان صحافت میں انقلابی قدم رکھ رہا ہے اور وہ نایاب مضامین جو مرادآباد کے سواد اعظم سے ایک اقتباس کی صورت میں وقت کی ضرورت کے مطابق پیش ہوں گے اور یہ ادارہ ایک دارالتصانیف سواد اعظم کا قیام عمل میں لا رہا ہے۔ یہ انقلابی قدم خدا اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے پر اُٹھایا جا رہا ہے۔ نامساعد حالات کے باوجود ہماری راہ میں دنیا کی کوئی سازش پائے ثبات کو لغزش نہیں دے سکتی۔ ان شاء اللہ..... غلام قطب الدین احمد نعیمی

وطن مالوف

آپ کے آباء واَجداد نے افغانستان سے ہجرت کر کے مرادآباد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ کی ولادت اصالت پورہ مرادآباد میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا شاہ سید پیر خدا بخش مجددی چشتی فخری نظامی کا کاخیلی سادات سے تھے جو کہ حضرت صدرالافاضل کے اس قدر معتقد تھے کہ اپنے لخت جگر کے 'خاک پائے صدرالافاضل' ہونے کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ انہوں نے اپنے اس اکلوتے لاڈلے لخت جگر کو بڑے ناز ونعم سے پالا، اس کے بعد ضروری تعلیم خود گھر پر دی۔ دینی علوم حاصل کیے۔ حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ کی صحبت اور تلمذ سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ہندوستان

کے مسلمانوں کی سیاست اور عقیدت کا مرکز ترکی کی خلافت تھی۔ علی برادران کی صدرالافاضل کے دست حق پر توبہ کرنے کے حسینی شاہد تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہٗ کے بڑے جاں نثاروں میں سے تھے۔

حلیہ شریف

متوسط قد رے لمبا قد، صحت مند جسم، گندمی رنگ، چہرہ نورانی، آنکھیں دل کش اور دونوں بھنوؤں کے درمیان سرخ حلقہ، رعب دار چہرہ، پیشانی چوڑی، ناک سیدھی، بھرے ہوئے ہونٹ، دہانہ کشادہ، دانت اب تک سلامت مگر خوب صورت، داڑھی یک مشت تین انگلی اور بھری ہوئی، سر کے بال مونڈھے ہوئے، سینہ قدرے کشادہ، ہڈیاں اُبھری ہوئی، گردن سیدھی اُبھری ہوئی، گردن سے ناف تک کا حصہ بالکل سیدھا اور لمبا، آخری وقت قدرے جھک چکی تھی، کان درمیانی، ٹانگیں لمبی، پاؤں درمیانے، سر مبارک گول اور بڑا آواز بہت بڑی گرج دار، بال سفید، جسم دیکھنے والے ورطۂ حیرت میں پڑ جاتا کہ یہ ظاہر بیمار نہ تھے البتہ جگر اور معدہ کے مریض ہوں کہ وہ دماغی کام کرنے سے عموماً خراب رہتے ہیں۔ زبان صاف اُردو شائستہ مادری زبان اُردو، حافظہ درست، یادداشت بھی خاصی، کلام میں تسلسل، قلم میں رَوانی، کتابت کے قابل، امامت کے حامل۔

دورانِ زندگی

آپ کی عمر شریف تقریباً ۸۰ سال۔ ہڈیاں بوڑھی ہو چکی تھیں مگر اہل سنت کے لیے ہمہ وقت جواں ہمت تھے۔ بصارت بھی کم ہوئی تھی لیکن دل کی بصیرت تیز تر، آخری وقت میں کمر میں خم آچکا تھا مگر زندگی میں اُستواری، حقیقت شریعت طریقت معرفت کی سیدھی راہوں پر ہمیشہ چلتے رہے اور مستعد چاق وچوبند نظر آتے رہے۔

شعر وشاعری میں خاص شغف تھا...... کلام دلی جذبات کا ترجمان ہوتا، ادیبانہ رنگ کم، تصوف زیادہ...... بولتے تھے تو زندگی بولتی نظر آتی تھی...... آواز میں مردانہ وقار تھا...... لہجہ میں دہلی والوں کا انداز تھا...... الفاظ نہایت موزوں اور سادہ انتخاب ہوتا تھا...... جہاں رُکنا چاہتے تھے رُکتے جہاں ٹھہرتے ...... خود اگرچہ ادیب نہ تھے لیکن ادیبوں کی اصلاح کرتے...... اہل زبان تھے...... ہمہ دان تھے...... اچھے بُرے کی پرکھنے کی صلاحیت رکھتے۔

کوئی شعر شریعت کے خلاف نہ خود کہتے اور نہ دوسروں کو کہنے دیتے۔ قرآن وحدیث اور علم شریعت کی کھلی ہوئی کتاب تھے جو کبھی نہ ختم ہوتی اور روز ایک باب میں اضافہ کرتی۔ شروع شروع میں سیاست میں حصہ لیا کرتے تھے لیکن میلان طبع مذہبی، تبلیغ کے دلدادہ اور اعلیٰ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ کے مسلک کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ علمی اور ادبی سرگرمیوں سے بھی دُور نہ تھے لیکن آپ کا ہر کام ہر رنگ حضرت صدر الافاضل مولانا حکیم سید نعیم الدین قدس سرہٗ کے نقش قدم کے مطابق تھا، تقلید کا رنگ رگ رگ میں رچا تھا، ان کی بزرگی میں بزرگوں کی شان تھی، کبھی وہ خوش پوش، خوش وضع اور خوش گفتار وسجادہ طریقہ معلوم دیتے تھے، نماز پنج گانہ کے اس قدر پابند تھے کہ ہر قضا نماز کو جب تک ادا نہ فرما لیتے -چین نہ آتا، وضو کرتے وقت ہر عضو سات بار دھوتے اور غسل شریف میں نہایت اہتمام واحتیاط فرماتے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ہر نیا کپڑا خود پاک کر کے پہنتے۔ دھوبی کے دُھلے پر اعتبار نہ کرتے اسے بھی پاک کر کے پہنتے۔ آپ کے بستر پر کوئی بے نماز نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ کسی امام بدعقیدہ یا بلا تحقیق کے پیچھے اقتدا نہ کرتے۔ مخرج تلاوت میں حضور سیدی وسندی امام اہل سنت بیہقی وقت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری کے علاوہ کسی کو ترجیح نہ دیتے۔ یہی وجہ ہے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری نماز جنازہ ابوالبرکات سید صاحب مدظلہ پڑھائیں گے اور اوراد ووظائف میں سے فجر کے بعد سورۂ واقعہ اور عصر کے بعد دلائل الخیرات بہترین ساتھی تھے۔ حضرت مرحوم ومغفور انقلابی شخصیت کے مالک تھے۔ عالم دین، مفکر، صاحب ارشاد وتصوف حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی کے افکار ومسلک کے مبلغ اور حضرت صدر الافاضل کے ترجمان ومعتمد خاص تھے۔

دوش بردارِ رضا

آپ کو اس بات پر تمام زندگی فخر رہا کہ میں نے اپنے مجدد مائۃ حاضر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی حیات میں آپ کی سواری اُٹھائی۔ آپ نے ''جزاک اللہ'' کی صدا بلند فرمائی۔ مجھے ناز ہے میرے کاندھے پر عاشق رسول سوار ہوا۔

محب صدر الافاضل

آپ صدر الافاضل کے محب ومعتمد خاص تھے۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کی پہلی اشاعت کی صحت واغلاط کی درستی آپ نے فرمائی۔ صدر الافاضل آپ سے بڑی محبت فرماتے

تھے جب تک آپ حسب معمول اور نماز عصر صدر الافاضل کے یہاں تشریف نہ لاتے- حضرت بے قرار رہتے۔

خلافت

آپ کا آبائی نام محمد صابر حسین تھا جو آگے چل کر اپنے پیرومرشد علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ مجاز بنے اس بنا پر حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد علیہ الرحمۃ نے اپنے دستور کے مطابق خلافت مجاز کے بعد ''صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی'' کا خطاب عنایت فرمایا۔ آپ کے پیرومرشد نے آپ کو ہمیشہ محبت بھری نگاہ سے دیکھا، وہ از راہ خوش طبعی ''پیر غصہ حد۔'' کہا کرتے تھے کیوں کہ آپ کے مزاج میں سخت جلال تھا یا یوں کہیے کہ یہ پیرو مرشد کے خطاب کا اثر تھا۔

مریدین وخلفاء

اگرچہ آپ حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی سے خرقۂ خلافت حاصل کیے ہوئے تھے لیکن سلسلہ اشرفی کو زیادہ ترجیح فرماتے تھے۔ آپ کے مریدین اور خلفائے مجاز کا سلسلہ دربھنگہ شریف، پانی پت، کرنال، سیوارہ، پچراؤں، چاند پور اور ضلع میرٹھ تک پھیلا ہوا ہے۔

کلام

آپ صرف ایک صوفی، ایک پیر، ایک مفکر، ایک عالم ہی نہ تھے بل کہ زبردست نعت گو شاعر بھی تھے۔ آپ کی نعت گوئی میں خلوص، محبت، ایک درد، ایک سوز، دل کش انداز میں پایا جاتا ہے۔ آپ کے کلام کا ہر شعر عشق رسول میں ڈوبا ہوا ہوتا اور سننے والے پر ایک وجد طاری ہو جاتا ہے۔ آپ اپنے کلام میں ذات وصفات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں کمال احتیاط برتتے، آپ کی نعت گوئی کو مرکزی حیثیت حاصل رہی۔ تمام عمر باطل کی طاقتوں سے برسر پیکار رہے، باطل کے سامنے نہ سر جھکا اور نہ قلم۔

کلیات صابر

حضرت موصوف علیہ الرحمۃ کا کلام عن قریب منظر عام پر آرہا ہے جس کی اشاعت کے لیے ایک خاص اہتمام کیا جارہا ہے۔ اپنے کلام کا نام آپ نے اپنی حیات طیبہ میں ہی ''کلیات صابر'' تجویز فرمادیا۔

قیام پاکستان کی جدوجہد

آپ نے حضرت صدرالافاضل کے ایما پر اور آپ کی قیادت عظمیٰ میں جدوجہد آزادی میں بھرپور حصہ لیا۔ بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ آپ نے قیام پاکستان کی دشمن تنظیم جمعیت علماء ہند جو کہ گاندھی کی لنگوٹیہ یار ہندوؤں کی آلۂ کار جماعت ہے۔ کا محاسبہ کیا۔

کمال علم

آپ نے صرف قرآن پاک اپنے محلّہ کے ایک حافظ قرآن سے تجویز فرمایا۔ آپ چوں کہ بچپن ہی سے ذہین طبع تھے۔ آپ اکثر صدرالافاضل کی کتب کا فرمایا کرتے، معاصر علمائے کرام کی تصانیف کا مطالعہ کر کے معلومات میں بہت اضافہ کر چکے تھے۔

ابتدائے علالت

آج سے دوسال قبل داہنی فالج کا حملہ ہوا۔ فوراً ان کو میوہسپتال میں داخل کر دیا گیا، طویل علاج کے بعد فارغ کر دیا گیا پھر گھریلو علاج ہوتا رہا جس کے نتیجہ میں چلنے پھرنے اور نماز پڑھنے کے قابل ہوگئے۔ وصال سے چند یوم پہلے آپ بہ دستور بستر علالت پر پڑ گئے، پھر کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔

تاریخ وصال

بالآخر ۱۴؍دسمبر ۱۹۷۴ء مطابق ۱۹؍ذیقعدہ ۱۳۹۴ھ بروز بدھ بوقت ۱۲؍بجے شب اس دنیائے فانی سے ملک بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی آخری آرام گاہ قبرستان گلبرگ نزد سیون اَپ فیکٹری میں واقع ہے۔

(سواداعظم، یکم/پندرہ اکتوبر ۱۹۷۸ء)



خودنوشت-مفتی غلام معین الدین نعیمی

بچپن سے جوانی، حصول تعلیم اور بارگاہِ صدرالافاضل میں باریابی تک کا سفر

از: مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

ابتدائی حالات و تعلیم اور عقیدت صدرالافاضل

راقم الحروف نے حضرت اقدس (صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی) قدس سرہٗ کی آغوش رحمت و شفقت میں پرورش پائی ہے۔ میرے والد ماجد صوفی صابراللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی حضرت اقدس سے بے پناہ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور کوئی بھی خانگی امر حضرت سے مخفی نہ تھا، کوئی بیمار ہو، یا کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو، سب میں صرف حضرت ہی پر اعتماد تھا اور ہے۔ احوال ماحول کے تابع ہوتے ہیں، قارئین خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جس کے والد جس پر اس قدر اعتماد و عقیدت رکھتے ہوں-لازمی والدین کی شفقت اس بات کی متقاضی ہوتی ہے کہ اس کی اولاد بھی ان پر جان نثار کرے، جس پر یہ قربان ہیں۔ چناں چہ میری خوردسالی میں برابر میرے والد ماجد مجھے اپنے ہمراہ حضرت کی خدمت میں لے جاتے تھے حتیٰ کہ جب ۱۹۳۳ء میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں اُردو فارسی کی میری تعلیم شروع ہوئی تو روزانہ بعد نماز عصر دربار اقدس کی حاضری معمول ہوگئی۔ پھر جب ۱۹۳۶ء میں میرے اسباق عربی کے شروع ہوئے تو اور زیادہ حاضری کا موقع ملتا رہا۔ جب حضرت قدس سرہٗ نے اپنی تفسیر قرآن کریم کی دوبارہ طباعت شروع کرائی تو اپنے ہمراہ تصحیح اصل مسودہ ترجمہ و تفسیر کے لیے نظر کرم اس فقیر پر فرمائی۔ ۱۹۴۰ء سے مستقل مجھے اپنے دربار میں باریاب رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ روز بروز حضرت کی نظر کرم زیادہ ہوتی رہی، حتیٰ کہ تفسیر کی طباعت کے دوران میں ۱۹۴۱ء میں جب کہ حبس بول کا عارضہ شدید صورت اختیار کر چکا تھا، اور یہ دوسرا حملہ تھا جو ۱۹۲۸ء کے بعد شدت کے ساتھ ہوا۔ تین روز مسلسل حبس بول رہا۔ ڈاکٹر آتے تھے، پیشاب نکالنے کی کوشش کرتے تھے مگر کامیاب نہ ہوتے تھے، یہاں

تک کہ قریب قریب ڈاکٹر مایوس ہو چکے تھے۔

تفسیر خزائن العرفان کی تصحیح

اس شدت مرض میں آپ نے اپنے بڑے فرزند ارجمند حضرت مولانا حکیم سید ظفر الدین احمد صاحب کو بلایا، اس وقت دوسرے صاحب زادگان اور مخصوص نیاز مندان بھی حاضر تھے، اور حضرت سیدی استاذی تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی مہتمم وشیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ مراد آباد قدس سرہٗ تو برابر حاضر رہتے ہی تھے اور ازدیاد وشدت مرض نے بے چین کر رکھا تھا، ان تمام حضرات کی موجودگی میں فرمایا:

''مولانا میاں (یعنی بڑے صاحب زادے) قرآن کریم کی طباعت مکمل نہیں ہوئی ہے، تصحیح کا کام شاہ جی (یعنی راقم الحروف، آپ ہمیشہ ''شاہ جی'' ہی سے یاد فرماتے تھے) سے ہی مکمل کرانا، چوں کہ یہ میری طرز تحریر اور رسم خط سے خوب واقف ہو گئے ہیں۔ میں تو ان کو جو دیتا تھا یہ اپنی سعادت مندی سے لے لیتے تھے، لیکن تم ان کو ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کرنا اور شاہ جی کے ساتھ گجرات سے (حضرت مولانا مفتی احمد یار خان (صاحب نعیمی مدظلہ) کو بلا لینا، یہ دونوں تفسیر کی طباعت کی تصحیح کر لیں گے۔''

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو شفا عطا فرمائی اور حضرت اقدس نے اس خادم کے ساتھ خود ہی اس تفسیر کی مکمل تصحیح کی۔

بیماری

اسی دوران میں مَیں بیمار ہو گیا، اور میری بیماری نے اتنی شدت وطوالت اختیار کی کہ دو سال بستر پر پڑا رہا۔ سات مرتبہ موتی جھرہ نکلی، اس کے بعد فالج گرا، مرض نے شدت اختیار کی۔ حضرت کے کرم کا یہ حال تھا کہ پڑھا رہے ہیں، طلبا سامنے ہیں۔ آپ نے فرمایا، ''چلو شاہ جی کو دیکھ آئیں''۔ اس طرح جب تک میں بیمار رہا، ہفتہ میں کئی کئی بار، بسا اوقات روزانہ غریب خانہ پر تشریف لاتے اور مجھے تسلی وتشفی دیتے، اس سلسلۂ تشریف آوری میں کبھی ایسا نہ ہوا کہ دس پانچ روپے میرے تکیہ کے نیچے نہ رکھ دیے ہوں۔ جب شہر کے بڑے بڑے اطباء وحکماء مجھے جواب دے چکے تو حضرت نے فرمایا، اب ایک نسخہ ہے جو شروع کراتا ہوں، اللہ تعالیٰ کو زندگی بخشنی ہوئی تو آرام آجائے گا، لیکن وہ نسخہ بے حد قیمتی ہے فی خوراک اس کی قیمت تین روپے

ہوتی ہے اور دن میں ایسی تین خوراکیں دینی ہوں گی، لیکن یہ حضرت قدس سرہٗ واقف تھے کہ والد صاحب کا سلسلۂ روزگار میری علالت کی وجہ سے ختم ہو چکا تھا، اب گھر اور بیماری کا خرچ صرف حضرت قدس سرہٗ کے کرم خسروانہ پر تھا۔ خود ہی فرمایا، یہ دوا دیتے رہو، کوئی فکر نہ کرو۔ چناں چہ حضرت نے اس کو شروع فرما دیا، ساڑھے تین مہینے تک مسلسل نو روپے روز کی دوا دی جاتی رہی، اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، حضرت کی دعائے شفقت نے درجۂ قبولیت پایا۔ دوا کے استعمال سے دن دُونی رات چوگنی صحت عود کرتی رہی، یہاں تک کہ میں اس قابل ہو گیا کہ سواری میں بیٹھ کر آستانۂ قدسی کی حاضری دے سکتا۔ اس ضعف وناتوانی کے دَور میں جب بھی میں بارگاہ میں حاضر ہوا، حضرت اپنا وہ گاؤ تکیہ جو حضرت کے لیے خاص تھا، نکال کر میری کمر کے پیچھے لگا دیا جاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی تو اسی وقت ختم ہو گئی تھی، اب باقی جتنی بھی میری حیات ہے وہ حضرت قدس سرہٗ کی دعاؤں کے نتیجہ میں ہے، اس لیے آپ کی حیات طیبہ میں یا بعد میں جس قدر بھی تحدیث نعمت کی جائے کم اور بہت کم اور میری وسعت اختیار سے بالا ہے۔

دستار بندی

غرض کہ بیماری کے بعد ۱۹۴۵ء میں میری دستار بندی حضرت نے فرمائی اور میری حاضری پھر بدستور سابق شبانہ روز آستانۂ قدس میں شروع ہو گئی۔ ۱۹۴۳ء میں چوں کہ اماں جی (یعنی والدۂ شہزادگان حضور صدر الافاضل) کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ اپنے دونوں بڑے صاحب زادوں اور ان کے گھر بار کے اخراجات کے خود متکفل تھے اور تمام نفوس کا خرچ خود ہی برداشت فرماتے تھے، اس لیے گھر کے خورد ونوش کا انتظام اس خادم کے سپرد تھا۔

آستانہ سے ہر ایک چیز دونوں وقت دونوں صاحب زادوں کے گھر جاتی تھی، مہمانوں وغیرہ کا کھانا ایک وقت بڑے صاحبزادے کے یہاں اور ایک وقت منجھلے صاحب زادہ حضرت مولانا محمد اختصاص الدین احمد صاحب نعیمی کے یہاں پکتا تھا۔

تحریک پاکستان

اسی دوران میں تحریک پاکستان شروع ہو گئی۔ آپ نے سُنّی کانفرنس کی تنظیم تیز تر فرمائی اور ملک میں دَورے شروع کر دیے لہٰذا اس خادم کو مرکزی دفتر آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا منصرم مقرر کیا۔ تمام مراسلات ومواصلات، تحصیل وترسیل زر سب اس خادم کے سپرد ہوئی اور جب

ملک میں حضرت کے دَورے قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں شروع ہوئے تو اس خادم کو اپنی خدمت میں ساتھ رکھا، حتی کہ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس ہوئی اور اگست ۱۹۴۷ء میں قیامِ پاکستان ہوا۔

شادی

قیامِ پاکستان کے بعد آپ نے اپنے ایک اہم جماعت مولانا سید محمد مہدی علی صاحب مرحوم کی صاحب زادی کے لیے میرا خطبہ دیا۔ بھلا جہاں حضرت خود پیام بھیجیں کسی کو کیا انکار ہو سکتا تھا، چناں چہ ۲۱؍اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۴؍شوال ۱۳۶۵ھ کو میری شادی ہوئی اور حضرت مع اپنے ان تمام حاضرینِ محفل اور میرے مخدوم اساتذۂ کرام مدظلہم شریک برات ہوئے، بہ تعمیلِ حکمِ حضور، تاج العلماء سیدی واستاذی حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ نے عقد کیا اور خطبۂ نکاح پڑھا۔ لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد حضرت قدس سرہٗ کے مرض ذیابطیس نے ترقی کی اور جسم روز بروز گھلتا رہا، صحت جواب دیتی رہی۔ آپ نے خیال فرمایا کہ میرا آفتابِ عمر برسرِ کوہ ہے اور یہ شمعِ علم وعرفاں گُل ہونے والی ہے تو وہ روپیہ جو سُنّی کانفرنس کا ہے اس کو کسی ایسی جگہ خرچ کرانا چاہیے جو سُنّی کانفرنس کا مقصدِ اصلی ہے۔

صدر الافاضل کے ہمراہ پاکستان کا دورہ

چناں چہ مارچ ۱۹۴۸ء میں آپ نے آل پاکستان کا طوفانی دَورہ فرمایا، حتی کہ لاہور اسی غرض سے رونق افروزی ہوئی۔ حضرت ابوالحسنات صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور پاکستان سے جو اس وقت ''پنجاب سُنّی کانفرنس'' کے صدر اعلیٰ تھے، تبادلۂ خیالات کیا۔ ملکی حالات استفسار فرمائے۔ پھر لاہور سے کراچی کا عزم کیا۔ اسٹیشن پر مبلغ اسلام حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صاحب میرٹھی مرحوم، مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی اور دیگر احباب و نیاز مندان برائے استقبال حاضر آئے۔ مولانا عبدالحامد صاحب اپنی کار کے ذریعہ اسٹیشن کراچی شہر سے حضرت علامہ مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی کے دولت کدہ پر لے گئے۔ شام کو ایک کاٹھیاواری سیٹھ (جن کو مدنی کہتے ہیں ان کا نام اس وقت یاد نہیں) کے یہاں ایک منزل مکان خالی کرا کے قیام کرایا۔ آپ نے وہاں شہر کے علماء وعمائدین اہل سنت کو بلایا۔ اس سفر میں حضرت محدث اعظم مولانا الشاہ ابوالمحامد سید محمد صاحب محدث کچھوچھوی، حضرت سید مولانا مفتی

صاحبداد خان صاحب، حضرت مولانا عبدالسلام صاحب باندوی اور دیگر احباب اہل سنت کے مشورے سے طے پایا کہ ایک ادارۂ تبلیغ قائم کیا جائے جس کے تحت سندھ کے علاقہ میں دَورہ کر کے سندھی مسلمانوں میں تبلیغ مذہب ہو، جب مبادیات طے ہوگئیں تو آپ نے حاجی محمد ابراہیم صاحب مانگرا اسیٹھ کاٹھیاوار کو دو ہزار روپیہ سُنّی کانفرنس کا دیا اور فرمایا یہ رقم کام شروع کرنے کے لیے ہے، لیکن یہ رقم کم نہ ہو، اس کو پورا کرتے رہنا تمہارا کام ہے۔ اس تبلیغی ادارہ کے صدر مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی مقرر کیے گئے اور ان کی صوابدید پر تحصیل رقم موقوف رکھی گئی۔ جب یہ تمام کام ختم کر چکے تو حضرت نے ارادہ فرمایا کہ بغداد شریف، نجف اشرف، کربلائے معلّٰی، بیت المقدس اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت فرمائیں۔ کراچی تو آ ہی گئے ہیں چناں چہ پاسپورٹ اور سیٹیں سب مکمل ہوچکی تھیں لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کہ مرض نے انتہائی شدت اختیار کرلی اور اب تپ ولرزہ بھی شروع ہوگیا۔ بالآخر زیارتوں کا سفر ترک فرمادیا اور لاہور واپس تشریف لے آئے۔ لاہور آنے کے بعد مرض نے خطرناک صورت اختیار کرنی شروع کردی، مسلسل غذا کے نہ پہنچنے سے ضعف ونقاہت کا استیلاء ہونا لازمی تھا چوں کہ آپ کا قیام ہمیشہ حضرت علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور کے یہاں ہوتا تھا، اس سفر میں بھی آپ نے یہاں ہی قیام فرمایا۔

سید صاحب قبلہ نے بے حد تگ ودو کر کے اسپیشل طیارے (ہوائی جہاز) میں دہلی کے لیے سیٹ ریزرو (reserve) کرائی اور آپ مراد آباد واپس تشریف لے گئے۔

حضرت صدر الافاضل کا مرض وصال

مراد آباد پہنچنے کے بعد تو حالات دن بدن مایوس کن ہوتے چلے گئے، شہر کے بڑے بڑے حکیم وڈاکٹر آتے رہے، اپنے فن کے کمال دکھاتے رہے، مگر جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھا وہ ہوا۔ حتی کہ جب آپ کی نشست وبرخاست بھی متعذر ہوگئی تو آپ نے چارپائی جنوباً وشمالاً کرادی تاکہ رُو بقبلہ ہوکر نماز اَدا کی جاسکے۔

اس دوران میں مَیں مسلسل راتوں کو جاگتا تھا اور کسی کو قریب رہنے کی اجازت نہ تھی۔ میرا ہمیشہ کا معمول رہا ہے کہ کبھی حضرت کے سامنے نہیں لیٹا اور نہ کبھی چار زانو بیٹھا۔ ہمیشہ میں آستانہ پر کسی دیوار یا ستون کی اَوٹ میں رات کو لیٹتا تھا تاکہ مجھے حضرت لیٹے ہوئے نہ

دیکھیں۔ چناں چہ اس بیماری کے زمانہ میں بھی اگر غنودگی نے بہت مجبور کیا تو چارپائی کے پیچھے سراہنے گاؤ تکیہ پر سر رکھا، کچھ نیند لے لی۔ حضرت اگر کروٹ بھی لیتے تھے تو میں بیدار ہو جاتا تھا۔

خواب میں صحابہ کرام کی زیارت

اسی دوران میں ایک شب حضرت کے سراہنے تکیہ پر سر رکھے ہوئے لیٹا تھا، کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی، کیا دیکھتا ہوں کہ؛

"ایک نہایت عالی شان بقعۂ نور کمرہ ہے، چاروں طرف قالین پر گاؤ تکیے لگے ہوئے ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونق افروز ہیں، ایک طرف حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین، ایک طرح حضرت سیدنا مولیٰ علی المرتضیٰ مشکل کشا، ایک طرف حضرت ابوہریرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تکیہ لگائے رونق افروز ہیں۔ آخر میں ایک کونہ پر ایک نشست خالی ہے، کمرہ کے دروازہ پر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں کہ ایک طرف سے سفید عمامہ باندھے سفید ململ کی اچکن پہنے حضرت قدس سرہٗ (صدرالافاضل) آرہے ہیں۔ حضرت فاروق اعظم نے فرمایا تمہاری نشست اندر خالی ہے۔ آپ نے عرض کیا کہ میرے لیے یہی بڑی سعادت ہے کہ جوتیوں میں ہی جگہ مل جائے مگر حضرت فاروق اعظم ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے، حضرت نے عرض کیا **الامر فوق الادب**۔ اس خالی نشست میں آپ کو لے جاکر بٹھایا گیا، آپ ابھی پورے بیٹھے بھی نہیں تھے کہ میری آنکھ کسی وجہ سے کھل گئی۔ صبح کو سیدی استاذی تاج العلماء حضرت مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی قدس سرہٗ کی موجودگی میں اپنا خواب بیان کیا۔ سن کر حضرت کے خوشی میں آنسو نکل آئے۔ فرمایا، میرا انتظار ہے، اب میں جارہا ہوں۔ یہی اس کی تعبیر ہے۔ حضرت تاج العلماء نے عرض بھی کیا کہ یہ خواب حضور کی صحت کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ مگر آپ نے پھر یہی فرمایا، نہیں۔ میرا

انتظار ہے۔"

جائیداد کی تقسیم

چناں چہ آپ نے اپنی غیر منقولہ جائیداد کو اپنے مذکور چاروں صاحب زادوں میں گھر پر کمیشن بلا کر منتقل فرمایا۔ منقولہ جائیداد کو تقسیم کیا، صرف آٹھ سو روپیہ اپنے تجہیز و تکفین اور مراسم فاتحہ و چالیسویں اور علاج کے لیے باقی رکھا۔ قرآن کریم کا ترجمہ و تفسیر جو کہ آپ کے بڑے صاحب زادے کے نام رجسٹرڈ تھا۔ سب کی موجودگی میں ان سے وصیت فرمائی کہ یہ رجسٹریشن چاروں صاحب زادوں کے نام منتقل کردو بحصہ مساوی چاروں اس کی آمدنی میں شریک ہیں۔ بڑے صاحب زادے نے سر اطاعت جھکا دیا اور حضرت قدس سرہٗ کو مطمئن کیا۔

بیعت کے لیے عوام الناس کا رجوع

اس کے بعد مریدین کا ایک تانتا بندھنا شروع ہوگیا، ایک جماعت آتی تھی داخل سلسلہ ہوکر جاتی تھی کہ دوسری جماعت آجاتی۔ خدا معلوم کہاں کہاں سے لوگ آتے تھے۔ آخری ایام میں چوں کہ ضعف و نقاہت سے آواز بالکل پست ہوگئی تھی، جماعت کو باآواز تلقین نہیں کی جاسکتی تھی تو یہ خادم حضرت کے لب ہائے مبارک کے پاس اپنے کان لے جاتا، آپ ارشاد فرماتے اور میں اس کا اعادہ کرتا اور مرید اس کو کہتے جاتے تھے، حتیٰ کہ رحلت سے ایک گھنٹہ قبل تک یہی سلسلہ رہا۔ جب کبھی میں نہ ہوتا، تو حضرت تاج العلماء قدس سرہ یہ خدمت انجام دیتے۔

علالت کے زمانہ میں حضرت مجھے بعد مغرب گھر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے تھے اور میں ایک گھنٹہ یا کچھ کم و بیش میں واپس آجاتا تھا۔ اگر میرے گھر جانے تک کچھ غذا ملاحظہ نہیں فرمائی ہے تو جب تک میں واپس نہیں آتا تھا میرا انتظار فرماتے رہتے۔ غذا کے لیے جو بھی عرض کرتا، فرماتے شاہ جی کو آنے دو۔

سند اجازت وخلافت

وصال مبارک سے ایک ماہ قبل میں نے عرض کیا کہ حضور نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ میں جب تجھ سے بہت خوش ہوں گا تو تجھ کو ایسی چیز دوں گا جو تجھے ہمیشہ کے لیے کافی ہوگی، حضور مجھ سے جو غلطیاں ہوئی ہوں ان کو معاف فرماتے ہوئے اب اگر کرم فرمادیں تو زہے

نصیب۔ آپ نے فرمایا مجھے اپنا وعدہ یاد ہے لیکن میں دیکھتا تھا کہ تجھ میں اس کی طلب ہے یا نہیں۔ اب میں تجھ کو وہ چیز دیتا ہوں جو تجھے عمر بھر کے لیے کافی ہے چناں چہ کرم فرمایا اور عطا فرمائی۔ یہ وہ چیز ہے جس کو آپ نے چند ہی افراد کو مرحمت فرمایا ہے۔ آپ فرماتے تھے ایک تو تیرے والد کو دیا ہے اور سید کو (یعنی مولانا ابوالبرکات صاحب مدظلہ کو)، مولوی احمد یار خان صاحب اور چند مخصوص لوگوں کو اور یہ میں اسی وقت دیتا ہوں جب میں اس سے بے حد خوش ہوتا ہوں۔

۸/ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ کو میں نے عرض کیا کہ حضور اگر مجھے سلسلہ کے فیوض سے بہرہ وَر فرما دیں تو نجات کی ضمانت ہو جائے۔ آپ نے اشارہ فرمایا، میں چارپائی پر داہنی جانب دو زانو بیٹھا، آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور داخل سلسلہ فرما کر اپنے تمام اوراد و اشغال اور سلاسل کا ماذون و مجاز فرمایا اور صبح کو ایک مثال (سند اجازت) اور چند مخصوص اشغال مرحمت فرمائے۔

بیاض خاص کی اجازت

وصال سے دو ہفتے قبل آپ نے مجھ سے فرمایا، شاہ جی تم نے میری بیاض خاص کی نقل کر لی ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں!، فرمایا نقل کرلو، پھر تم کو دیکھنی بھی نصیب نہ ہوگی (چناں چہ یہی ہوا کہ اس کا دیکھنا بھی میسر نہیں) میں نے جلد از جلد اس کو نقل کر کے ایک ہفتہ قبل پیش خدمت کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور اس پر دستخط فرما دیں چوں کہ زمانہ نے دیکھا ہے کہ میں خدمت اقدس میں ہر وقت باریاب رہتا ہوں، کہیں کوئی یہ بدگمانی نہ کرے کہ میں نے خود خفیہ نقل کی ہے۔ اس بات پر آپ مسکرائے اور دستخط فرما دیے۔ یہ وہ آخری دستخط ہیں کہ اس کے بعد آپ نے دستخط ہی نہیں کیے اور اس خادم کے پاس موجود ہیں۔

صدر الافاضل کی آخری تحریر

اسی طرح وصال سے تین روز قبل کا واقعہ ہے کہ میرے کان میں شدید درد تھا اور بے ساختہ سوتے جاگتے کان پر ہاتھ جاتا تھا، صبح کو مجھ سے اشارہ فرمایا، میری سمجھ میں نہ آیا۔ کمرہ کے باہر حضرت سیدی تاج العلماء تشریف فرما تھے ان سے عرض کیا، آپ نے اشارہ سمجھا کہ قلم دوات طلب فرما رہے ہیں۔ قلم دوات اور کاغذ پیش کیا گیا، آپ نے لکھا؛

"میں رات سے دیکھتا ہوں کہ بے اختیار بار بار تیرا ہاتھ کان پر جاتا ہے، جاؤ

ڈاکٹر مشتاق نبی کو کان دکھاؤ۔"

یہ تحریر اتنی شکستہ اور غیر مانوس تھی کہ تحریر دیکھ کر تاج العلماء کے بے ساختہ آنسو نکل آئے اور فرمایا اللہ اکبر! یہ اس ہستی کی تحریر ہے جس کے بے شمار شاگرد ہر طرز تحریر میں کاتب و خوش نویس ہیں، آج ضعف نے یہ حال کر دیا کہ تحریر پڑھی بھی نہیں جاتی۔ یہ تحریر بھی آخری تحریر ہے، جو میرے حق میں لکھی گئی۔ اس کے بعد آپ نے کوئی حرف نہیں لکھا۔ یہ تحریر بھی آپ کے تبرکات میں میرے پاس محفوظ ہے۔

مفتی عمر نعیمی کو سند اعتماد و خوشنودی

اسی دوران علالت کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدی تاج العلماء (قدس سرہٗ) نے (جو کہ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے مہتمم بھی تھے اور شیخ الحدیث بھی) جامعہ کا حساب و کتاب پیش کیا۔ حضرت نے اس وقت آپ کو ایک سند اعتماد و خوش نودی کار و اطمینان حساب و کتاب تحریر فرما دی۔ چناں چہ اس دوران میں حضرت کے بڑے صاحب زادے نے جو مدرسہ کے متولی تھے، حضرت سے عرض کیا کہ حضور مجھے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ مدرسہ کا کیا حساب و کتاب اور کتنی رقم ہے؟ حضرت نے فرمایا، مولانا محمد عمر کی امانت، دیانت، محبت میری جانچی ہوئی ہے، تمہاری سب کی سعادت اسی میں ہے کہ ان کے قدم دھو کر پیو، ان کے کاموں میں دخیل نہ ہو۔ یہ میرے معتمد اور مخلص ہیں۔

معمولات و وظائف

آپ کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ اٹھتے بیٹھتے حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر پڑھتے تھے، مگر اب کے علالت کے زمانہ میں ہر وقت آپ کا یہ ورد تھا کچھ ایام قبل آپ کلمۂ شہادت اشھدان لاالہ الااللہ و اشھدان محمدا عبدہ و رسولہ پڑھتے رہتے تھے۔ ایک روز مجھ سے فرمایا: شاہ جی! تو گواہ رہنا جب مجھے افاقہ ہوتا ہے تو میں کلمۂ شہادت پڑھتا ہوں، غالباً یہ انتم شھداء اللہ فی الارض ارشاد نبوی کے ماتحت عمل فرمایا گیا، ورنہ کہاں میں اور کہاں اس بقعۂ نور کے لیے شہادت۔

صدر الافاضل کا وصال

الغرض وہ دن آیا کہ جس دن وصال حق سے سرفراز ہونا اور ہمیں دنیا میں تڑپتے ہوئے چھوڑ جانا تھا، جمعہ کا دن تھا، ۱۸/ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳/اکتوبر ۱۹۴۸ء تاریخ تھی۔ صبح

ہی سے آثار اس قسم کے پائے جا رہے تھے کہ یہ اہل سنت کا تاجدار علم وفضل کا گوہر آبدار حقیقت و معرفت کا شہ سوار آج ہی کے دن کا مہمان ہے۔ حسب معمول مجھے حکم دیا گیا کہ جاؤ جمعہ کی نماز پڑھاؤ۔ چوں کہ جب سے حضرت کو مرض ذیابطیس نے جماعت کرانے سے مجبور کیا تھا اس وقت سے مسجد میں نماز با جماعت کے لیے مجھے ہی حکم فرماتے تھے۔ اگر چہ میری قرات قرآن کی تصحیح میرے والد صاحب نے شروع ہی میں کرادی تھی، پھر قواعد تجوید بھی سیکھے تھے لیکن حضرت نے باوجود اس کے راتوں کو میری قرات کی تصحیح کرائی، جب آپ کی نظر میں میری قرات ما یجوز بہ الصلوٰۃ ہوئی تو مجھے آگے بڑھایا۔

غرض کہ میں جب نماز جمعہ آپ کی مسجد میں پڑھا کر واپس آیا تو قصبہ سنبھل کے ایک عقیدت کیش چودھری اختر حسین صاحب قدم بوسی کے لیے آئے ہوئے تھے اور آپ کے چھوٹے داماد حکیم سید حامد علی صاحب بھی موجود تھے، میں نے غذا کے لیے عرض کیا، فرمایا نہیں! چودھری صاحب کے لیے چائے بناؤ۔ چائے بنائی گئی، اور ادھر حضرت سے چائے کے لیے عرض کیا، آپ نے فرمایا لاؤ۔ میں نے اور حکیم صاحب نے سہارا دے کر کلی کرائی اور چائے پلانی شروع کی کہ یکا یک ضعف کا ایسا استیلاء ہوا کہ لٹانا پڑا، اور سب کلمہ شریف پڑھنے لگے، کچھ وقفہ کے بعد جب سکون ہوا، تو آپ نے فرمایا تم سب کلمہ پڑھ رہے تھے رُک کیوں گئے، مجھے بڑا سکون محسوس ہو رہا تھا۔ اس کے بعد پھر مرید ہونے والوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

جنازہ کے بارے وصیت

حضرت تاج العلماء قلعہ کی جامع مسجد سے نماز جمعہ پڑھا کر جب آئے تو میں نے آپ سے سارا ماجرا عرض کیا، جامعہ نعیمیہ سے حضرت استاذی مولانا محمد یونس صاحب نعیمی، قاضی احسان الحق صاحب نعیمی اور چند طلبا بھی آگئے۔ حضرت نے فرمایا میرے، جنازہ کی نمائش نہ کرنا، اگر لوگ زیادہ اصرار کریں تو صرف محلہ چوکی حسن خاں تحصیلی سکول، نئی سڑک اور کاٹھ دروازے ہوتے ہوئے مدرسہ کے صحن میں نماز جنازہ ادا کرنا، وہاں سے سیدھے میری آخری آرام گاہ لے جانا۔ حضرت تاج العلماء نے عرض کی کہ حضور مجھے اجازت دی جائے کہ میں آج رات یہیں حاضر رہوں؟ فرمایا، نہیں شاہ جی کافی ہیں۔ پھر آپ نے عرض کی شاہ جی کے ساتھ کوئی دوسرا ہونا ضروری ہے یا تو مجھے اجازت دیں اور اگر مجھے اجازت نہیں تو کم از کم مولانا محمد یونس صاحب کی

خواہش ہے کہ ان کو اجازت دے دی جائے؟ فرمایا، ہاں وہ اگر رہنا چاہیں تو باہر برآمدہ میں رہ سکتے ہیں۔ چناں چہ مولانا محمد یونس صاحب کو مدرسہ سے بلایا گیا اور سب کو رخصت کر دیا گیا۔ گیارہ بجے کا وقت تھا، حضرت نے اپنی سہ دری کے تینوں دروازے بند کرادیے۔ حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور منجھلے صاحب زادہ مولانا محمد اختصاص الدین صاحب سہ دری کے باہر تخت پر بیٹھے رہے۔ کمرہ میں میرے اور حضرت کے سوا کوئی نہ تھا۔ تھوڑی دیر مجھ سے گفتگو فرمائی، اس کے بعد حضرت خاموش ہو گئے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے حضرت نے فرمایا پنکھا کھول دو، میں نے کھول دیا۔ پھر فرمایا کم کردو، میں نے اس کی رفتار نمبر۲ پر کردی، پھر فرمایا اور کم کردو، میں نے نمبر۳ پر رفتار کردی۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا اور کم کردو، اب میں نے پنکھے کا رخ دیوار کی طرف کر دیا تا کہ واسطہ سے ہوا پہنچے۔ کچھ وقفہ کے بعد فرمایا، بند کردو۔ اس کے بعد مجھ سے کہا میرا بازو دباؤ۔ چناں چہ میں چار پائی کی داہنی جانب بیٹھ کر بازو اور کمر دبانے لگا، دیکھا کہ کچھ زبان سے فرما رہے ہیں اور چہرۂ اقدس پر بے حد پسینہ ہے۔ میں نے اسے رومال سے جو تہہ کیا ہوا آپ کے سینہ پر رکھا تھا، چہرہ سے پسینہ خشک کیا۔ آپ نے نظر مبارک اُٹھا کر میری طرف ملاحظہ فرمایا، پھر آواز سے کلمہ پڑھنا شروع کیا، لیکن دم بہ دم آواز پست سے پست تر ہوتی چلی گئی، حتی کہ ٹھیک بارہ بج کر ۲۵ منٹ پر مجھے پھیپھڑوں کی حرکت بند ہوتی معلوم ہوئی، خود رُو بقبلہ ہو کر ہاتھ پیر سیدھے کر لیے تھے، کلمہ شریف پڑھتے ہوئے جان پاک جان آفریں کے سپرد ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آہ! وہ نعمت عظمیٰ آج ہم سے جدا ہوئی، جس کا ثانی اب ہماری نظروں میں نہیں۔

اس کے بعد میں نے مولانا محمد یونس صاحب کو بلایا اور ان سے عرض کیا، آیئے اب ہمارے لیے سوائے عمر بھر رونے کے کچھ نہیں ہے۔ چادر اُڑھا دی گئی۔ حضرت تاج العلماء کو والد صاحب کے ذریعہ خبر دی گئی اور اسی وقت شہر میں ایک کہرام مچ گیا، جوق در جوق لوگ آنے لگے، جو آتا وہ با دیدۂ تر قرآن خوانی میں مشغول ہو جاتا۔ اسی وقت ملک کے گوشہ گوشہ میں تار دے دیے گئے۔ آپ کے انتقال کا صدمہ اہل سنت کو جو ہونا تھا، وہ تو ہونا ہی تھا، اغیار کو بھی ایسا صدمہ تھا کہ وہ اپنی مسجدوں میں روتے تھے اور کہتے تھے کہ زندگی میں ہمارا اور ان کا گو کیسا ہی اختلاف تھا لیکن یہ حقیقت تھی کہ علم وفضل میں یکتا، نظر وبصیرت میں بے مثل تھے چناں چہ سُنّی

مدارس کے علاوہ مدرسہ شاہی مسجد، مدرسہ امدادیہ حتی کہ میونسپل کمیٹی کے اسکول و مدارس نے بھی اس روز تعطیل کی۔

حضرت استاذی تاج العلماء، حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم ظفر الدین احمد صاحب، مولانا اختصاص الدین احمد صاحب اور اس خادم نے حضرت کو غسل دیا، جامہ ہائے عروسی (کفن) پہنایا گیا، پھر درون خانہ آخری زیارت کرائی گئی۔ باہر دروازہ پر ایک جم غفیر آخری دیدار اور جنازہ کا منتظر تھا۔ غرض کہ ہجوم و ازدحام اور مجمع کثیر کی وجہ سے ممکن نہ تھا کہ سب جنازہ کی مسہری کو کندھا دے کر سنت نبوی سے استفادہ کر سکیں۔ اس لیے لمبے لمبے بانس مسہری کے دونوں گوشوں میں باندھے گئے اور وصیت کے مطابق مقررہ راستوں سے جنازہ گزارا گیا۔ جس طرف سے جنازہ گزرتا تھا ہر گھر سے نالہ و بکا اور چیخ و پکار کی آوازیں آتی تھیں اور صحیح معنی میں اس وقت تمام شہر اپنے آپ کو یتیم سمجھ رہا تھا۔ صوفیاء کرام مشائخ عظام کی جماعت، جنازہ کے آگے اُلٹے قدم ذکر کرنے میں مشغول تھی، حتی کہ جنازہ جامعہ نعیمیہ پہنچا، وہاں صحن جامعہ میں جنازہ رکھ کر حضرت تاج العلماء قدس سرہٗ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آخری دیدار کے لیے لوگ بے چین ہو رہے تھے۔ صحن جامعہ میں جب ہجوم ازدحام کی وجہ سے دیدار ممکن نہ ہو سکا تو مسہری کو دار الحدیث میں لا کر رکھا گیا۔ یہ وہ دار الحدیث ہے جس میں حضرت قدس سرہٗ درس حدیث دیا کرتے تھے۔ اور اعلان کیا گیا کہ زائرین ادب کے ساتھ فرداً فرداً ایک دروازہ سے آئیں اور دوسرے دروازہ سے نکلتے جائیں۔

اس کے بعد جامعہ نعیمیہ کی مسجد کے بائیں گوشہ میں آپ کی آرام گاہ مقرر ہوئی اور آپ کو سپرد خاک کرتے ہوئے زبان حال سے عرض کر دیا؛

اے خاک تیرہ عزت مہماں نگاہ دار
ایں نور قلب ما ست کہ در پردہ گرفتہ

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آپ کو اور تمام اہل سنت کو اس خزانۂ عرفاں کے فیوضات روحانی اور برکات ایمانی سے متمتع فرمائے۔ آمین یارب العلمین بحرمۃ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم۔ آمین



مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

حیات وخدمات

از: محمد ثاقب رضا قادری

خاندان:

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے دادا صوفی خدا بخش اپنا اصل وطن صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختونخواہ) چھوڑ کر پہلے کراچی اور پھر مراد آباد وارد ہوئے۔ آپ کا نسبی تعلق چند واسطوں سے مشہور صوفی بزرگ حضرت کا کا صاحب (متوفی ۱۰۶۳ھ) سے ملتا ہے جن کا مزار نوشہرہ میں مرجع خلائق ہے بل کہ اب وہ جگہ ''زیارت کا کا صاحب'' کہلاتی ہے۔ حضرت کا کا صاحب کا اصل نام کستیر تھا جب کہ عوام الناس بابا جی، شیخ رحمکار، شیخ رامکار یا شیخ جی کہا کرتے تھے۔ آپ کی اولاد گزشتہ چار صدیوں سے ''کا کا خیل'' کہلاتی ہے۔ (سید مبشر حسین شاہ کاکا خیل/اختر رسول بودلہ، مضمون حضرت کاکا صاحب کی زندگی کے مختلف گوشے، مشمولہ مجلہ تاریخ وثقافت پاکستان، جولائی-دسمبر ۲۰۱۷ء)

اسی نسبت کے سبب مفتی سید غلام معین الدین نعیمی بھی اپنے نام کے ساتھ ''کا کا خیل'' لکھا کرتے تھے۔

حضرت کا کا صاحب کا نسب ۲۳ واسطوں سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے جناب شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے جاملتا ہے۔ سید سیاح الدین کا کا خیل نے اپنی کتاب تذکرہ شیخ رحمکار میں آپ کا شجرہ بیان کر کے لکھا ہے کہ آپ کے اجداد میں سے بعض حضرات عراق و مشہد بعض بخارا، بعض پشین اور بعض غزنی و خوست میں مدفون ہیں۔ نویں صدی ہجری کے اخیر اور دسویں صدی کے ابتدائی ایام کا واقعہ ہے کہ حضرت سید آدم رحمہ اللہ تعالیٰ علاقہ خوست سے نقل مکانی فرما کر علاقہ کوہاٹ میں تشریف فرما ہوئے اور اب بھی موضع کربوغہ کے قریب آپ کا مزار پُر انوار موجود ہے اور آپ آدم بابا کے نام سے مشہور ہیں۔ (تذکرہ شیخ رحمکار: ۵)

صوفی سید خدا بخش سلسلہ چشتیہ میں حضرت محب النبی محمد فخر الدین اورنگ آبادی ثم دہلوی (متوفی ۱۱۹۹ھ) کے سلسلہ میں بیعت اور صاحب اجازت وخلافت بزرگ تھے۔

صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے والد گرامی کا نام صوفی سید صابر اللہ شاہ اشرفی تھا۔ آپ سلسلہ اشرفیہ میں قبلہ اعلیٰ حضرت سید محمد علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی سے بیعت تھے۔ اصل نام صابر حسین تھا لیکن قبلہ اشرفی میاں نے ''صابر اللہ شاہ'' کا لقب دیا۔ اس لقب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کو سلسلہ اشرفیہ میں خلافت بھی حاصل ہوئی کیوں کہ قبلہ اشرفی میاں کی عادت تھی کہ جس کو خلافت عطا فرماتے اس کو مخصوص لقب سے بھی نوازتے۔ جیسا کہ حضور صدر الافاضل نعیم الدین مرادآبادی کو ''نعیم اللہ شاہ''، مبلغ اسلام میر سید غلام بھیک نیرنگ کو ''فقیر اللہ شاہ''، مولانا خلیل الدین احمد بریلوی کو ''خلیل اللہ شاہ''، مولانا شاہ عبد الحکیم صدیقی میرٹھی کو ''حکیم اللہ شاہ''، تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کو ''فاروق اللہ شاہ'' مولانا عبد المجید آنولوی کو ''عزت اللہ شاہ''، مولانا عبد الحفیظ حقانی کو ''حفیظ اللہ شاہ''، مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات کو ''حامد اللہ شاہ'' اور مولانا عارف اللہ میرٹھی کو ''عرفان اللہ شاہ'' کا لقب دیا۔ قبلہ اشرفی میاں کے دیگر خلفاء کے نام مع لقب مولانا محمود احمد قادری رفاقتی کی کتاب ''حیات مخدوم الاولیاء محبوب ربانی'' میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ صوفی صابر اللہ شاہ کو حضرت سید علی حسین اشرفی کچھوچھوی سے خلافت کی مزید توثیق آپ کے صاحبزادے مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی نے بھی کی ہے۔ چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

''آپ کا آبائی نام محمد صابر حسین تھا جو آگے چل کر اپنے پیرو مرشد علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ مجاز بنے اس بنا پر حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد علیہ الرحمۃ نے اپنے دستور کے مطابق خلافت مجاز کے بعد صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی کا خطاب عنایت فرمایا۔'' (سواد اعظم، یکم/۱۵/اکتوبر، ۱۹۷۸ء)

اس کے علاوہ قبلہ صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی کو حضور صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی سے بھی خلافت حاصل تھی۔

صوفی صاحب پیشہ کے اعتبار سے خطاط وکاتب تھے۔ اخبار سواد اعظم نیز متعدد دینی کتب

کی کتابت بھی کرتے رہے۔ پاکستان آمد کے بعد اندرون اکبری دروازہ کی ایک مسجد میں امامت بھی کی۔ آخری عمر میں آپ موچی دروازہ کی مسجد ولی حسن شہید میں امام تھے۔ نیز آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ اخبار سواد اعظم (لاہور) کے شماروں میں آپ کا نعتیہ ومنقبتیہ کلام ملتا ہے۔ آپ کے پوتے سید نعیم الدین کے بقول آپ کا ایک دیوان بھی تھا جو کہ آپ کے صاحبزادے سید غلام قطب الدین احمد کی تحویل میں تھا۔

آپ کا وصال لاہور میں ۱۹۷۲ء میں ہوا، اور والٹن کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی

آپ صوفی صابر اللہ اشرفی کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔ ۱۹۳۵ء میں مرادآباد میں ہی پیدا ہوئے۔ دار العلوم انجمن حزب الاحناف لاہور میں مفتی اعظم پاکستان مولانا ابو البرکات سید احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا اور ۲۴ر رجب المرجب ۱۳۷۴ھ/۲۰رمارچ ۱۹۵۵ء کے سالانہ جلسہ میں محض بیس (۲۰) برس کی عمر میں آپ کی دستارِ فضیلت ہوگئی۔ اس موقع پر آپ کے والد گرامی صوفی صابر اللہ اشرفی نے علامہ ابو البرکات کی مدح میں ایک نظم پڑھی جو کہ ہفتہ وار رضوان (لاہور) کے شمارہ ۱۴/ ۷رمئی ۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی، مقطع ملاحظہ فرمائیں:

لخت دل کو میرے دستارِ فضیلت کی عطا نام ہے جس کا کہ قطب الدین احمد برملا
صابر چشتی نعیمی دل سے کرتا ہے دعا دے جزائے خیر تم کو خالق ہر دو سرا
اے گل باغ نعیمی سید احمد زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

جب مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے اخبار سواد اعظم جاری کیا تو آپ کو نائب مدیر کی ذمہ داریاں دیں۔ مفتی صاحب کے وصال کے بعد آپ نے سواد اعظم اور ادارہ نعیمیہ رضویہ کا مرکزی دفتر اپنی رہائش گاہ واقعہ مدینہ کالونی، والٹن لاہور میں منتقل کرلیا اور پھر یہیں سے سواد اعظم کو کچھ عرصہ کے تعطل کے بعد بھرپور انداز میں جاری کیا۔ جو کہ کئی سالوں تک برابر جاری رہا۔ آپ نے سواد اعظم کے درج ذیل اغراض ومقاصد کا تعین کیا:

۱۔ پندرہ روزہ سواد اعظم کے ذریعہ اسلامی معاشرہ کا قیام، صحیح عقائد کی ترغیب اور اسلامی انقلاب کی تحریک۔

۲۔ ملت اسلامیہ میں اخوت واتحاد کا جذبہ پیدا کرنا اور اہل سنت وجماعت کے خلاف ہر سازش کو ناکام بنانا۔

۳۔ دینی کتب اور نئے نئے مسائل پر بحث تمحیص کو شائع کرنا۔

۴۔ غیر اسلامی رُسوم کی اصلاح ...... عظمت انبیاء ...... اولیاء اللہ کا احترام ...... بدعقیدگی کا پوسٹ مارٹم کرنا ......

۵۔ مسلک اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ کی تبلیغ کا انتظام اور اعلیٰ حضرت کی کتابوں کی اشاعت

۶۔ صدر الافاضل حضرت مولانا الحاج حکیم مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ کے تبلیغی مشن کو کامیاب کرنا۔

۷۔ نعیمی دار التصانیف کے ذریعہ مذہبی علوم کی ترویج کے لیے کتابیں شائع کرنا۔

۸۔ اہل سنت وجماعت کے دینی مدارس ومساجد میں باہمی رابطہ قائم کر کے ان میں مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ جاری کرانا۔

(سواد اعظم، یکم تا ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۷۸ء)

آپ نے سواد اعظم کے متعدد خاص نمبر بھی نکالے۔ راقم کو درج ذیل خصوصی نمبروں بارے اطلاع ملی؛

۱۔ معین الدین نعیمی نمبر (جولائی ۱۹۷۲ء)

۲۔ شیخ ابو اسحاق قادری لاہوری نمبر (۱۵؍ اگست ۱۹۷۲ء)

۳۔ سُنّی کانفرنس نمبر (یکم اکتوبر تا ۱۵؍ اکتوبر ۱۹۷۸ء)

۴۔ شاہ جمال نمبر ۵۔ ابو البرکات قادری نمبر

۶۔ عید میلاد النبی نمبر (صلی اللہ علیہ وسلم)

۷۔ فاضل بریلوی نمبر (۱۵؍ مارچ ۱۹۷۳ء)

آپ تنظیم علماء غوثیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ تھے۔ ایک تحقیقی ادارہ ''نعیمی دار التصانیف'' بھی قائم کیا۔ آپ والٹن کی جامع مسجد سیدہ فاطمہ، مدینہ کالونی میں نائب خطیب اور بعد ازاں جامع مسجد بلال کے خطیب اور اسی مسجد میں قائم دار العلوم کے مہتمم تھے۔ شعر وشاعری سے خاص

شغف تھا، آپ کی تحریر کردہ نعتیں سواد اعظم لاہور کے شماروں میں شائع ہوتی تھیں، تاریخ گوئی پر بھی خاص ملکہ تھا۔ اپنے برادر اکبر مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے وصال پر آپ نے جو تاریخی قطعات تحریر کیے نیز متعدد عربی وفارسی مادوں سے تاریخ وصال کا استخراج کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی اور علامہ ابو البرکات سید احمد قادری کے وصال پر آپ نے قطعات تواریخ رقم کیے۔ (آپ کا کلام کتاب کے حصہ دوم میں نقل کیا گیا ہے۔)

آپ کا وصال ۲۰۰۰ء میں ہوا، اور والٹن کے قبرستان میں ہی مدفون ہوئے۔ آپ کی صرف ایک بیٹی تھی۔

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کی پیدائش ۲۳؍ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مرادآباد میں ہوئی۔ گھر کے مذہبی ماحول کے سبب ابتدا سے ہی علوم دینیہ کی طرف رغبت ہوئی اور محض دس برس کی عمر میں جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں داخلہ لے کر فارسی واردو کی تعلیم شروع کی۔ تین برس کی تحصیل کے بعد علوم عربیہ پڑھنا شروع کیے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے ماہر اساتذہ مولانا محمد یونس نعیمی، تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی اور حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی کے روبرو آپ نے زانوئے تلمذ تہہ کیے۔ اس دوران دو سال تک شدید بیمار رہے تاہم ۱۹۴۵ء میں تعلیم مکمل ہوئی اور جامعہ نعیمیہ کے ۳۵ ویں سالانہ اجلاس کے موقع پر قبلہ صدر الافاضل نے آپ کی دستار بندی کی۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد کے سند یافتگان کے رجسٹر میں آپ کا نام یوں تحریر ہے:

''۲۸۸۔ مولوی غلام معین الدین صاحب عرف 'مخدوم میاں' بن صوفی صابر حسین، (عمر) ۲۳ سال، (پتہ) محلّہ لال باغ، مرادآباد''

اس سے قبل ۱۹۴۴ء میں آپ کو جامعہ نعیمیہ سے ہی علوم طب کی تکمیل پر سند جاری کی گئی، نیز آپ نے طبیہ وہاجیہ کالج لکھنؤ سے ''الحکیم الفاضل'' کی سند حاصل کی۔

آپ کو بچپن ہی سے مفسر قرآن صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی کی قربت میسر آئی۔ آپ کے والد گرامی کو قبلہ صدر الافاضل سے بہت عقیدت تھی یہاں تک کہ کوئی خانگی امر

بھی حضرت سے پوشیدہ نہ ہوتا اور ہر معاملہ میں ان پر ہی اعتماد کامل رہا۔ بچپن سے لے کر جامعہ نعیمیہ میں علوم دینیہ کی تحصیل تک روز حضرت کی بارگاہ میں حاضری آپ کا معمول بن گیا۔ حضرت صدرالافاضل بھی آپ پر بہت شفقت فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ خزائن العرفان (مختصر تفسیر قرآن) کی دوبارہ طباعت کے لیے اصل مسودہ کی تصحیح کے لیے حضرت نے آپ کا ہی انتخاب کیا۔

اسی دوران تحریک پاکستان نے زور پکڑا تو حضرت صدرالافاضل نے اس میں بھرپور حصہ لیا اور آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے جھنڈے تلے ملک بھر کے سُنّی علماء و مشائخ کو جمع کیا۔ تحریک کے ایام میں بھی آپ ہر وقت حضرت صدرالافاضل کے ہمراہ ہوتے بل کہ آپ کو ''منصرم اعلیٰ'' کی ذمہ داریاں بھی تفویض کی گئیں۔ ۱۹۴۶ء میں آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا تاریخی اجلاس بنارس میں منعقد ہوا جس میں ملک بھر سے ہزاروں علماء و مشائخ نے شرکت کی اور مسلم لیگ کے مطالبۂ پاکستان کی بھرپور حمایت کی۔ تحریک حصول پاکستان میں علماء و مشائخ کا بہت اہم کردار ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ علماء و مشائخ کے مساعی جمیلہ کی بدولت ہی مطالبۂ پاکستان کو عوامی پذیرائی حاصل ہوئی اور ملک بھر کے غیور مسلمان اس مطالبہ کی حمایت میں مسلم لیگ کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ اور بالآخر ۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آگیا۔

شادی خانہ آبادی:

۲۱/اگست ۱۹۴۷ء کو حضرت صدرالافاضل نے اپنے ایک دوست سید محمد مہدی علی کی صاحب زادی سے آپ کا نکاح کر دیا۔ ۱۹۵۰ء میں آپ پاکستان تشریف لے آئے۔ مدینہ کالونی والٹن (لاہور) اور موچی دروازہ (لاہور) میں سکونت پذیر ہوگئے۔ یہیں آپ کی اولاد ہوئی۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ سب سے بڑی بیٹی (۱۹۶۵ء میں کراچی میں شادی ہوئی)
۲۔ سید علاؤ الدین (ان کا وصال ڈیڑھ سال کی عمر میں ہوگیا)
۳۔ سید نعیم الدین نعیمی (حیات، پیشہ کے اعتبار سے انجینئر)
۴۔ سید فخر الدین (چھ ماہ حیات رہے)
۵۔ سید ظفر الدین (۲۰۱۴ء میں بعارضۂ قلب انتقال ہوا)

۶۔ سید جمیل الدین (پیدائش کے چند گھنٹوں بعد ہی وصال ہوگیا)
۷۔ بیٹی (حیات)
۸۔ بیٹی (حیات)
۹۔ بیٹی (حیات)

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کی ہمہ پہلو شخصیت و کردار اور متنوع دینی خدمات کا اجمالی تذکرہ آئندہ سطور میں کیا جائے گا۔

صحافتی خدمات:

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کی دینی خدمات میں سے ایک اہم حوالہ مذہبی صحافت ہے۔ آپ کی صحافتی خدمات کا آغاز یوں تو ہفتہ وار اخبار رضوان سے ہوا، لیکن باقاعدہ آغاز ہفت روزہ جمعیت کے اجرا (نومبر ۱۹۵۷ء) سے ہوا۔ اس کے بعد آپ نے ۱۹۵۸ء میں ہفت روزہ سواد اعظم جاری کیا جو کہ بعد میں پندرہ روزہ ہوگیا۔ کثیر مالی مشکلات کے باوجود آپ نے تادم زیست اخبار کو جاری رکھا اور اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا۔ آپ کی صحافتی خدمات کا عرصہ تقریباً سال پر محیط ہے۔ ذیل میں ہم آپ کی صحافتی خدمات کا مفصل تعارف پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے۔

۱۔ ہفت روزہ رضوان، لاہور

۱۹۵۰ء میں پاکستان تشریف لانے کے بعد آپ نے لاہور کے معروف تعلیمی ادارہ دارالعلوم انجمن حزب الاحناف لاہور سے جاری ہونے والے ہفتہ وار اخبار رضوان کی رکنیت حاصل کی اور اس میں آپ کے مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ چند مضامین کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ رفعت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم از آیات قرآن حکیم (رضوان، ۲۱/اکتوبر ۱۹۵۰ء)
متعدد اقساط میں شائع ہوا۔

۱۔ نوسونانوے کفر (رضوان، ۱۴/۷/اکتوبر ۱۹۵۳ء)
اس مضمون میں کراچی کے رسالہ فیض الاسلام کے ایک مضمون کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔

۲۔تذکار حسین رضی اللہ عنہ (رضوان ۲۸/۷/ستمبر ۱۹۵۳ء)

یہ مضمون رضوان کے خاص شمارہ "سید الشہداء نمبر" میں شائع ہوا۔

۲۔ہفت روزہ جمعیت، لاہور

یہ ہفت روزہ اخبار مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کا ترجمان تھا۔۱۲/دسمبر ۱۹۵۵ء کو جمعیۃ کا ایک خاص اجلاس تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کی زیرِ صدارت چوک دالگراں لاہور کے کارپوریشن سکول میں منعقد ہوا۔پہلی مرتبہ جمعیۃ کے ترجمان اخبار کے اجرا کی تجویز مولانا قاری محبوب رضا خان صاحب نے اس اجلاس میں پیش کی۔مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے اس کی بھرپور تائید کرتے ہوئے بتایا کہ بیرون جات سے آمدہ قراردادوں میں "ترجمان جمعیۃ" کی ضرورت پر مولانا سید کرم حسن شاہ (جہلم)، جناب محمد لطیف صاحب چشتی (کامونکی)، مولانا محمد نواز صاحب اویسی (رحیم یار خان) اور جمعیۃ العلماء ملاکنڈ ایجنسی کی بھی قراردادیں موصول ہوئی ہیں۔بالآخر ذیل کی قرارداد پر اتفاق ہوا؛

"جمعیۃ کا کم از کم ایک ہفتہ وار اخبار ضرور ہونا چاہیے۔اس سے قبل کسی روزنامہ کو اپنانے کی کوشش کی جائے۔"

(سالانہ رپورٹ منعقدہ ۱۰، ۱۱، ۱۲/دسمبر ۱۹۵۵ء، ص ۵۷)

بعدازاں مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کے زیرِ اہتمام آل پاکستان سُنّی کانفرنس یکم تا سوم دسمبر ۱۹۵۶ء بمقام باغ بیرون موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہوئی۔اسی کانفرنس کا دوسرا خاص اجلاس مورخہ ۲/دسمبر ۱۹۵۶ء کو دفتر مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور میں شیخ طریقت حضرت ابوالفیض صوفی قلندر علی سہروردی کی زیرِ صدارت شروع ہوا جس میں اراکین جمعیۃ نے شرکت کی۔اس اجلاس میں علامہ عبد المصطفیٰ الازہری نے جمعیۃ کے ترجمان اخبار کے اجرا کی تحریک پیش کی۔اس بحث میں متعدد ارکان نے حصہ لیا۔مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب میکش کی اس تجویز پر عمومی اتفاق کا اظہار کیا گیا کہ اخبار کے اجرا کے لیے کاروباری خطوط پر ایک لیمیٹڈ کمپنی بنائی جائے جس کے محرکین و بانیان کم از کم دس ہزار روپے کے حصص ابتدا میں خرید لیں اس پر جمعیۃ کے بعض ارکان نے اپنی طرف سے اور جمعیۃ کی شاخوں کی طرف سے خرید حصص کی

پیشکشیں کیں جو نوٹ کر لی گئیں۔اس قضیہ کے لیے شرکت محدود بنانے کے ابتدائی مراحل طے کرنے کی غرض سے حسب ذیل ارکان پر مشتمل ایک سب کمیٹی بنائی گئی؛

مولانا مرتضیٰ احمد خان صاحب میکش۔مولانا محمد بخش صاحب مسلم۔حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری۔مولانا حکیم غلام معین الدین مخدوم نعیمی۔مولانا مفتی محمد حسین نعیمی۔علامہ محمد یعقوب صاحب۔حافظ خادم حسین صاحب۔مولانا اکرام حسین صاحب۔مولانا الحاج محمد امین صاحب۔(مفصل رپورٹ آل پاکستان سُنّی کانفرنس منعقدہ ۱۹۵۶ء، ص ۵)

بعدازاں اسی سہ روزہ اجلاس میں اجرائے اخبار کے لیے درج ذیل قرارداد منظور کی گئی؛

"مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کا یہ سالانہ اجتماع عظیم برادران ملت کی اطلاع کے لیے اعلان کرتا ہے کہ جمعیۃ نے ایک ہفتہ وار جریدہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔اس کے لیے ایک شرکت قائم کی جائے گی جس کے ایک سو بیس (۱۲۰) حصص ہوں گے۔ایک حصہ ایک سو روپیہ کا ہوگا جو یک مشت واجب الادا ہوگا۔دس حضرات مل کر بھی اس کا ایک حصہ خریدنے کے مجاز ہوں گے۔جمعیۃ کی شاخیں، ممبران جمعیۃ یا ہمدردانِ جمعیۃ کمپنی کے حصص خرید سکتے ہیں۔"

یہ قرارداد مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے مفتی محمد حسین نعیمی کی تائید سے پیش کی۔

(ایضاً، ص ۱۴، ۱۵)

الغرض نومبر ۱۹۵۷ء میں ہفت روزہ جمعیت کا اجرا کر دیا گیا۔مدیرِ مسئول حکیم سید غلام معین الدین نعیمی مقرر ہوئے۔معاون مدیران میں مفتی اعجاز الرضوی اور قاضی عبد النبی کوکب جب کہ حکیم سید خلیل احمد قادری کو مدیر اعزازی کے فرائض سونپے گئے۔

اخبار کی پیشانی پر آیت مبارکہ "واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا و لا تفرقوا" تحریر ہوتی، نیز رجسٹریشن نمبر ایل ۱۶۲۷ درج ہوتا۔علامہ سید ابوالحسنات قادری کا ایک شعر بھی تحریر ہوتا تھا۔

ربط ملت قائم از جمعیت است
جمعیت از حکم قرآں ملت است

فی پرچہ قیمت دو آنے جب کہ سالانہ چندہ پانچ روپیہ مقرر کیا گیا۔

یہ اخبار بلاشبہ علمی وتحقیقی مقالات کا مرقع تھا۔مختلف ملی ومذہبی مسائل پر قرآن وسنت اور ملکی قانون کی رُو سے سَیر حاصل بحث پیش کی جاتی نیز اداریہ میں قومی مسائل پر فکری رہنمائی کی جاتی۔اس کے علاوہ **جمعیۃ العلمائے پاکستان** کی تنظیمی وتحریکی خبریں شامل ہوتیں۔

جمعیۃ کے ساتویں اجلاس منعقدہ ۱۹۵۸ء میں مولانا قاری محبوب رضا خان اور علامہ سید احمد سعید کاظمی نے تحریک اُٹھائی کہ مدیر مسئول ہفت روزہ جمعیت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے ساتھ ایک تنخواہ دار تجربہ کار صحافی معاون مدیر مقرر کیا جائے اور جمعیت کی ہر شاخ سے ایک ایک سو روپیہ سالانہ وصول کیا جائے۔نیز ہفت روزہ جمعیت میں مزید جاذبیت اور اس کے نظم کو بہتر سے بہتر بنانے کے لیے حسب ذیل ارکان پر مشتمل ایک سب کمیٹی تجویز کی گئی؛

۱۔حضرت علامہ ابوالحسنات قادری
۲۔حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی
۳۔مولانا محمد بخش مسلم
۴۔مولانا مرتضیٰ احمد میکش
۵۔مولانا سید محمود احمد رضوی

(ہفت روزہ جمعیت،لاہور مورخہ ۷/مارچ ۱۹۵۸ء،ص۲)

متعدد احباب وقارئین جمعیت کے اصرار پر اپریل ۱۹۵۸ء میں مدیر اخبار مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے اخبار کو سہ روزہ کرنے کے متعلق ایجنسیوں اور خریداران جمعیت سے رائے طلب کی،موصول ہونے والے جوابات کی روشنی میں آپ نے یہ نتیجہ برآمد کیا کہ ابھی اخبار اور اس کے قارئین اضافی اخراجات کے متحمل نہیں ہوسکتے لہٰذا اس کو ہفت روزہ ہی رکھا جائے البتہ صفحات کی تعداد چھ سے بڑھا کر آٹھ کردی گئی۔اس حوالے سے مدیر مسئول کا مفصل مضمون ۲۱/مئی ۱۹۵۸ء کے شمارہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔اسی شمارہ میں جمعیت کے سرگرم معاونین کے نام بھی درج کیے گئے جنہیں ہم یہاں نقل کررہے ہیں:

"**جمعیت کے سرگرم معاونین**-ہفت روزہ جمعیت کی توسیع اشاعت میں جو حضرات سب سے زیادہ سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں ان میں سب سے اول

۱۔حضرت صاحب زادہ مولانا فیض الحسن صاحب (سجادہ نشین آلومہار شریف،صدر مغربی جمعیۃ)

ہیں،ان کے بعد

۲۔حضرت علامہ ابوالبیان غلام علی اوکاڑوی صاحب اشرفی
۳۔فقیہ العصر مولانا غلام جہانیاں صاحب قریشی،(صدر جمعیۃ حلقہ ڈیرہ غازی خان)
۴۔حضرت مولانا فتح محمد صاحب قادری (جلال پور پیر والہ ضلع ملتان)
۵۔حضرت مولانا سید محمد یعقوب شاہ صاحب (خطیب جامع مسجد پھالیہ ضلع گجرات)
۶۔حضرت مولانا غلام مہر علی صاحب (نائب صدر مغربی جمعیۃ چشتیاں ضلع بہاول نگر)
۷۔مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد صاحبداد خان صاحب (صدر حلقہ سابق سندھ وبلوچستان)

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی ہفتہ وار جمعیت کے لیے رضا کارانہ طور پر کام کرتے تھے جولائی ۱۹۵۸ء میں آپ نے مالی مشکلات کے سبب جمعیت کی ادارت سے استعفیٰ دے دیا۔ اگرچہ جمعیۃ کی طرف سے آپ کو معقول وظیفہ کی پیش کش بھی کی گئی لیکن آپ نے وظیفہ قبول نہ کیا۔آپ کے بعد مولانا حکیم سید خلیل احمد قادری جمعیت کے مدیر مسئول مقرر ہوئے۔

ہفت روزہ جمعیت میں شائع ہونے والے مقالات واداریوں کی فہرست آگے پیش کی جائے گی۔

۳۔ہفت روزہ/پندرہ روزہ سواد اعظم،لاہور

اخبار جمعیت سے علاحدگی کے بعد مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی کی زیر سرپرستی اور تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کی زیر ادارت مرادآباد سے نکلنے والے ماہ وار رسالہ **السواد الاعظم** کے اِحیا کا ارادہ کیا۔رسالہ **السواد الاعظم** (مرادآباد) نے برصغیر پاک وہند کی سیاست پر بہت گہرے نقوش چھوڑے ہیں اور تحریک آزادی ہند میں مسلمانوں کی ترجمانی کا حق ادا کردیا جس کا بیّن ثبوت معروف محقق ڈاکٹر مسعود احمد (کراچی) کی کتاب "**تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم**" ہے۔

الغرض یہ کہ سواد اعظم ہندوستان کے مسلمانوں بالخصوص اہل سنت وجماعت کا اہم رسالہ تھا اور مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے حضور صدر الافاضل کی یادگار کے طور پر تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی کے حکم پر ۵/ستمبر ۱۹۵۸ء کو اسے ہفت روزہ اخبار کی صورت میں جاری کردیا۔یعنی

اسے **السوادالاعظم** (مرادآباد) کا نقش ثانی کہا جاسکتا ہے۔

سواداعظم (لاہور) کے اجرا پر مفتی اعظم پاکستان ابوالبرکات سید احمد قادری اور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری نے تہنیتی خطوط لکھے۔ جو کہ کتاب ہذا کے حصۂ مکتوبات میں شامل ہیں۔ صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی اور مولانا غلام قطب الدین نعیمی نے تاریخی قطعات تحریر کیے۔ مفتی اعجاز ولی الرضوی نے ''**سواداعظم-اہل سنت و جماعت کا وکیل وترجمان**'' کے عنوان سے مضمون تحریر کیا۔ جس میں سواداعظم کے اغراض ومقاصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل سنت کی ہر آنکھ محوانتظار تھی، اور ہر صبح پیغام طلوع لاتی تھی، مایوسی اور نا اُمیدی کی ایک حد ہوتی ہے، آنکھیں جب انتظار کرتے کرتے پتھرا گئیں، طبیعتیں مضمحل ومضطرب تھیں کہ پاکستان عالم وجود میں آیا اور ۸۵ فیصدی سواداعظم اہل سنت کے وکیل وترجمان (جو صدفی صد صحیح ترجمانی کرتا ہو) کی ضرورت کا شدید احساس ہوتا رہا، تا آں کہ میرے محترم رفیق حضرت علامہ الحاج مولانا غلام معین الدین نعیمی کو ''سواداعظم'' جاری کرنے کا عزم کرنا پڑا۔

......سواداعظم اہل سنت و جماعت کا خصوصی آرگن (Organ) اور ممتاز مجلّہ ہے، اس کی ضمانت کہ ہمیشہ ہمیشہ یہ عقائد حقہ اہل سنت کی ترویج واشاعت ہی اپنا مقصد وحید رکھے گا اور گندی سیاسیات ملکی (جسے دین سے دُور کا بھی علاقہ نہیں ہے) سے اجتناب کلی رکھے گا۔ ادارۂ تحریر اور بالخصوص سرپرست مجلّہ حضرت تاج العلماء مفتی شرع مولانا محمد عمر نعیمی مدظلہ کی ذات ستودہ صفات اور مظہر صدر الشریعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب مدظلہ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ابوالبرکات مدظلہ الاقدس کی نگاہِ التفات وظل عنایت ہے۔

آج ملک کی غالب اکثریت کے حقوق جس بُری طرح پامال کیے جارہے ہیں وہ دوپہر کے آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔

سواداعظم-اہل سنت کے حقوق ملکی ودینی کی حمایت وحفاظت کرے گا اور

بے لاگ تنقید سے کبھی دریغ نہ کرے گا۔

سواداعظم آپ کا اپنا دینی مذہبی تعلیمی تبلیغی اور ادبی مجلّہ ہے اس کی ظاہری زیب وزینت، اس کی اشاعت کی کثرت پر موقوف ہے۔ آپ کی نظر کرم اسے مستقبل میں ہفت روزہ سے روزنامہ بناسکتی ہے۔'' (سواداعظم ۵رستمبر ۱۹۵۸ء)

قاضی عبدالنبی کوکب نے اپنے پیغام خیر سگالی میں لکھا:

''ہمیں ٹھوس اور پُرمغز چیزوں کی ضرورت ہے تو اس کی سواداعظم کے مستقبل سے ہمیں اُمید ہے کہ اس کی زندگی کو سہارا دینے والی پہلی چیز تاجدار اہل سنت حضرت صدرالافاضل اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہ کی نسبت مبارکہ ہے۔ اور دوسری چیز اس کے مدیر کی حیثیت سے مولانا حکیم سید غلام معین الدین نعیمی کی ذات ہے جنہیں ایک پرچہ کے انتظامی واشاعتی اُمور کی بخوبی واقفیت ہے۔ میں نے تقریباً دو سال ان کے ساتھ مل کر اس شعبہ میں کام کیا ہے اور یہ کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کہ موصوف بہت ہی خوبیوں کے حامل ہیں۔'' (سواداعظم ۵رستمبر ۱۹۵۸ء)

سواداعظم (رجسٹریشن نمبر ۲۵۹۰۷) ابتدائی طور پر ہفتہ وار جاری کیا گیا، تاہم بعد میں کاغذ کی گرانی وعدم دستیابی اور مالی مشکلات کے سبب اپریل ۱۹۶۴ء کو پندرہ روزہ کردیا گیا لیکن ساتھ ہی اس کے صفحات چھ سے بڑھا کر آٹھ کردیے گئے۔ مالی مشکلات کی ایک بڑی وجہ سواداعظم کی نادہندہ ایجنسیاں بھی تھیں جن کو بارہا یاددہانی کروانے کے بعد بالآخر مفتی غلام معین الدین نعیمی نے ان کے نام سواداعظم کے شمارہ ۲۴؍اگست ۱۹۶۴ء میں شائع کردیے۔ سواداعظم میں اشتہارات شائع نہیں ہوتے تھے۔ اپنے ایک اداریہ بعنوان ''قارئین سواداعظم کی خدمت میں ضروری عرض حال'' مورخہ ۲۱؍نومبر ۱۹۵۸ء میں مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''......میں نے ممکن صورت اور استطاعت کے ساتھ عنداللہ اپنے فرائض سے سبک دوش ہونے اور اسلام کے تبلیغی مقتضیات کی بجا آوری کے لیے سواداعظم کے اجرا کا بیڑا اُٹھایا۔ مجھے کبھی یہ توقع نہ تھی کہ سواداعظم کے اجرا کے بعد کوئی مالی منفعت ہوگی اور اس کے ذریعہ میں دنیا کما سکوں گا۔ سابقہ تجربے مجھے یاد تھے کہ اس

راہ کے مسافر کو سوائے کانٹوں کے پھول سے واسطہ ہی نہیں پڑتا۔ مگر فرض کی اہمیت نے مجھے مجبور کیا اور مقدور بھر کوشش میں کوتاہی نہ کی۔ جس طرح اس خادم نے رضا کارانہ کمر بستگی کر رکھی ہے اسی طرح میرے مخادیم ومعاون کار احباب نے رضا کارانہ سواد اعظم کی خدمت لے رکھی ہے۔ اب تک نہ اس کے لیے کوئی باقاعدہ تنخواہ دار عملہ ہے کیوں کہ اس کو نہ کسی جماعت کی سرپرستی حاصل ہے اور نہ اس کی پشت پر کسی امیر کبیر کا ہاتھ ہے اور نہ اس میں کوئی تجارتی اشتہار ہوتا ہے، اس لیے کہ موجودہ دور میں جائز طریقہ سے اشتہار میسر ہی نہیں آسکتے اور ناجائز اشتہارات ہم شائع نہیں کر سکتے۔......''

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں سواد اعظم نے اپنی ذمہ داری پوری طرح نبھاتے ہوئے مملکت خداداد کے دفاع کے لیے جہاد کی ترغیب پر مشتمل مقالات ونظمیں شائع کیں اور جنگ کے حالات بھی شائع کیے۔ لیکن اس دوران شدید مالی مشکلات کا بھی سامنا کیا چناں چہ مدیر سواد اعظم لکھتے ہیں:

''جب سے ہمارے وطن عزیز پاکستان پر دشمن اسلام بھارت نے جارحانہ حملہ کیا ہے اس وقت سے سواد اعظم کی اشاعت کے لیے ناگفتہ بہ دشواریاں لاحق ہو گئی ہیں۔ پاک وہند کے مابین عام ڈاک قطعاً بند ہے جس کی بنا پر بھارت کے تمام خریدار کالعدم ہو چکے ہیں، دوسرے یہ کہ ہمارے پاک وبھارت سرحدی علاقوں کے رہنے والے خریداران تقریباً تمام نقل مکانی کر چکے ہیں، ان سے بھی سلسلۂ مکاتبت بند ہے اور اخبار واپس آرہے ہیں۔ تیسرے یہ کہ مشرقی پاکستان کی ڈاک کی ترسیل میں بھی کافی تاخیر ہو رہی ہے، بنا بریں ہمارے تقریباً نوے فیصدی خریدار موجودہ بھارتی حملہ کے شکار بن گئے ہیں۔ اب صرف چالیس پینتالیس خریدار باقی ہیں۔ غور فرمایئے اس صورت حال میں سواد اعظم کیسے جاری رہ سکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ اخراجات کا سولہواں حصہ بھی حاصل ہونا دشوار ہے۔

احباب اہل سنت مشورہ دیں کہ اس جریدہ کو بند کر دیں؟ یا آپ اس سلسلہ

میں ادارہ کی کچھ معاونت کر سکتے ہیں؟ خیال رہے کہ ادارہ پہلے ہی تقریباً پانچ ہزار روپے کے نقصان اور خسارہ میں ہے اور موجودہ حالات میں تو سراسر خسارہ ہی خسارہ ہے۔'' (سواد اعظم، ۹ر دسمبر ۱۹۶۵ء)

لیکن ان تمام تر مشکلات کے باوجود سواد اعظم جاری رہا۔ سواد اعظم کب بند ہوا، اس بارے حتمی طور پر کچھ کہنا مشکل ہے البتہ ہمیں دست یاب ہونے والے شماروں میں آخری شمارہ سواد اعظم کا سُنّی کانفرنس نمبر ہے جو کہ اگست ۱۹۷۸ء میں نہایت تزک واحتشام سے شائع ہوا۔ مفتی غلام معین الدین نعیمی کے وصال کے بعد اس کی ادارت کی ذمہ داری آپ کے چھوٹے بھائی مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی نے سنبھالی۔

سواد اعظم کی مجلس تحریر ومعاونین میں قاضی عبدالنبی کوکب، مفتی اعجاز الرضوی، مولانا ابوالنور بشیر کوٹلوی، مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی، مفتی صاحبداد خان، مفتی محمد عمر نعیمی، مفسر قرآن مفتی فیض احمد اویسی، مترجم کتب احادیث مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مورخ لاہور میاں محمد دین کلیم لاہوری وغیرہ اہل علم شامل تھے۔ اس کے علاوہ پاک وہند کے دیگر علماء وشعرا حضرات کی تحریریں بھی شائع ہوتی تھیں۔

سواد اعظم میں درس قرآن وحدیث، فتاوی، نعت ومناقب، بزرگان دین کے احوال و دیگر مذہبی وملی مسائل پر مضامین شائع ہوتے تھے۔ اداریہ ملک وملت کے عصری مسائل کا آئینہ دار ہوتا۔ اہل سنت کی تبلیغی وتحریکی سرگرمیوں کی اشاعت ترجیحی بنیادوں پر کی جاتی۔ مختلف اہم مسائل پر فتاوی بھی جاری کیے جاتے۔ اس کے علاوہ اہل سنت کے جید علماء کے رسائل کو قسط وار یا ایک خاص شمارے کے طور پر الگ کتابی صورت میں بھی شائع کیا جاتا تھا۔ نیز مختلف موضوعات پر خصوصی نمبر بھی شائع کیے گئے۔ سواد اعظم کے دست یاب شماروں سے ہمیں درج ذیل خصوصی اشاعتوں کا پتہ چلتا ہے؛

سواد اعظم لاہور کی خصوصی اشاعتیں:

۱۔ میلاد نمبر (۱۱ر ستمبر ۱۹۵۹ء)

۲۔ **مجموعہ مسائل ماہ رمضان وعید الفطر** مرتبہ تاج العلماء سند الفضلاء مولانا الحاج مفتی محمد عمر نعیمی محدث اعظم کراچی۔ سواد اعظم لاہور جلد ۳، نمبر ۳۲، ۳۳ مورخہ ۲۶ر فروری ۱۹۶۰ء

یہ رسالہ رمضان مبارک کے فضائل، رویت ہلال، روزہ، شب قدر، اعتکاف، تراویح، امامت اور صدقۂ فطر وعید الفطر کے مُصرّح اَحکام ومسائل پر مشتمل ہے۔اس رسالہ کے آخر میں شش عید کے روزے اور ''کیا روزہ میں انجکشن لگوا سکتے ہیں؟'' کے عنوان سے مفتی غلام معین الدین نعیمی کی تحریر/فتویٰ ہے۔رسالہ کے کل صفحات ۳۲ ہیں۔

۳۔الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ مولفہ امام جلال الدین سیوطی الشافعی کے رسالہ کا اردو ترجمہ بنام ''بکھرے موتی'' از مفتی سیدغلام معین الدین نعیمی

سواد اعظم لاہور جلد نمبر۹، شمارہ نمبر۹ مورخہ ۲۹ راگست ۱۹۶۵ء، کل صفحات: ۱۱۲

اس رسالہ کا ترجمہ ۱۸ رمارچ ۱۹۶۵ء بروز پنج شنبہ صبح ساڑھے سات بجے مکمل ہوا۔اس ترجمہ پر مفتی اعجاز احمد رضوی صاحب کی تقریظ بھی موجود ہے۔

۴۔یکم تا ۱۵ رجولائی ۱۹۶۸ء کے شمارہ میں تین رسائل کی اشاعت کی گئی۔سواد اعظم جلد ۱۳، شمارہ ۷، ۸ کل صفحات: ۹۶

سواد اعظم کے اس شمارہ میں درج ذیل رسائل شامل ہیں:

۱۔شرعی فیصلہ از صدر الافاضل استاذ العلماء مفتی سید نعیم الدین مرادآبادی
(عرس، گیارہویں، سوم، چہلم، میلاد شریف اور فاتحہ وغیرہ کے متعلق شرعی فیصلہ)

۲۔کشف الالتباس فی مسائل اللباس مولفہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے رسالہ کا اردو ترجمہ از مفتی غلام معین الدین نعیمی

۳۔نعیم رسالت مولفہ مفتی سیدغلام معین الدین نعیمی
(مختلف موضوعات پر تین سو سے زائد احادیث کریمہ کا مجموعہ)

۵۔السواد الاعظم کا شیخ الحدیث نمبر مورخہ ۱۱رجنوری ۱۹۶۳ء

حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد کے وصال پُر ملال پر یہ خصوصی شمارہ جاری کیا گیا۔اس شمارہ میں حضرت محدث اعظم کے وصال پر صابر براری، غلام قطب الدین نعیمی اور ضیاء القادری بدایونی کے لکھے گئے تاریخی قطعات ہیں۔اور علامہ ابوداؤد صادق قادری رضوی (گوجرانوالہ)، مولانا معین الدین شافعی (ناظم اعلیٰ جامعہ رضویہ لائل پور) اور مولانا ابوالفتح اللہ بخش (جامعہ

مظفریہ رضویہ، واں بھچراں) کے مضامین شامل ہیں۔کل صفحات ۸ (اخباری سائز) ہیں۔

۶۔مناقب امام اعظم نمبر (مورخہ ۱۱راپریل ۱۹۶۵ء)
۷۔غوث اعظم نمبر (۳۰راکتوبر ۱۹۵۹ء کے شمارہ کے ص۶ پر ذکر کیا گیا)
۸۔عقائد اہل سنت نمبر (۱۴راگست ۱۹۵۹ء)
۹۔تاج العلماء نمبر
۱۰۔تحفہ صدیق اکبر نمبر (۱۹۵۸ء)
۱۱۔سالنامہ نمبر
۱۲۔معراج نمبر
۱۳۔سیدالشہداء نمبر
۱۴۔خلفاء راشدین نمبر
۱۵۔سال نامہ-موت یا حیات
۱۶۔قرآن نمبر
۱۷۔حیات صدر الافاضل نمبر (حصہ اول ودوم الگ الگ اشاعتوں میں شائع ہوئے۔)
۱۸۔امام اعظم نمبر
۱۹۔خواجہ غریب نواز نمبر
۲۰۔معین ملت نمبر
(مفتی سیدغلام معین الدین نعیمی کے پہلے سالانہ عرس کے موقع پر جولائی ۱۹۷۲ء کو شائع ہوا۔
۲۱۔اسحاق قادری لاہوری نمبر (مورخ لاہور میاں محمد دین کلیم لاہوری کے رسالہ کو بہ طور خاص نمبر کیم اگست ۱۹۷۲ء کو شائع ہوا۔)
۲۲۔سُنّی کانفرنس نمبر (اگست ۱۹۷۸ء)
۲۳۔ابوالبرکات سیداحمد قادری نمبر
۲۴۔شاہ جمال نمبر

سواد اعظم اور جماعت اسلامی:

جماعت اسلامی تحریک آزادی وقیام پاکستان کی مخالفت کرتی رہی لیکن قیام پاکستان کے

بعد یہ جماعت پاکستان کی سیاست میں نمایاں طور پر شامل ہوئی۔ مولانا مودودی اپنے مذہبی تفردات کے باعث امت مسلمہ میں انتشار وخلفشار کا باعث بنے ہوئے تھے ان کی تحریریں اہل علم کی دل آزاری کا موجب تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے جماعت اسلامی اوراس کے بانی مولانا مودودی کی سرگرمیوں پر علمی انداز میں شرعی گرفت کی اور وقتاً فوقتاً اہم مقالات شائع کیے۔جن میں سے چند مقالات کی فہرست یہاں پیش کی جاتی ہے؛

۱۔مولانا مودودی کی نظر انتخاب مس فاطمہ جناح از غلام قطب الدین احمد نعیمی
(سواداعظم مورخہ ۲۷ رنومبر ۱۹۶۴ء)

۲۔نام نہاد جماعت اسلامی کی گمراہیاں اوراحقاق حق، (سواداعظم مورخہ ۲۰ ردسمبر ۱۹۶۴ء)

۳۔مسئلہ استعانت- نام نہاد جماعت اسلامی اوران کے دینی ومذہبی پیشواؤں کا مسئلہ
استعانت کے بارے میں عقیدہ (۱۳ ردسمبر ۱۹۶۴ء)

۴۔مودودی اور بیگم مودودی کے بیانات از مولانا ابوداؤد محمد صادق (۱۳ ردسمبر ۱۹۶۴ء)

۵۔نام نہاد جماعت اسلامی کی گمراہیاں اوراحقاق حق -مسئلہ شفاعت
مولانا مودودی کی کتاب "تجدید احیائے دین" کی گمراہ کن عبارات کا جائزہ- (۲۹ ردسمبر ۱۹۶۴ء)

۶۔نام نہاد جماعت اسلامی اوران کے بڑوں کی گمراہیاں-مسئلہ تصرف
(۱۹ رجنوری ۱۹۶۵ء)

۷۔مودودی صاحب اوران کی جماعت-علماء پاک وہند کی نظر میں
ازمولانا فضل احمد رضا (۱۵ رجولائی ۱۹۶۶ء)

۸۔یہ مودودیت نوازی ہے یافہم وفراست کا دیوالیہ؟ از شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں
کچھوچھوی (آستانہ عالیہ کچھوچھہ شریف، ہند)

یہ مقالہ بیس سے زائد اقساط میں شائع ہوا۔قسط اول ۱۵ ردسمبر ۱۹۶۶ء کے شمارہ میں شائع ہوئی۔

۹۔جماعت اسلامی کے معاشی نظریہ میں تبدیلی (یکم جون، ۱۹۶۹ء)

۱۰۔مودودیت وہابیت کا نیا روپ ہے۔
ازمولانا مظفر الدین احمد قادری برکاتی (یکم دسمبر ۱۹۶۷ء)

۱۱۔حضرات علماء کرام سے اپیل (۱۵ رجون، ۱۹۷۰ء)

۱۲۔اظہار حق اور جماعت اسلامی کی گمراہیاں (۱۳ رنومبر ۱۹۶۴ء)

۱۳۔مسئلہ توسل اور جماعت اسلامی (۲۷ رفروری ۱۹۶۵ء)

۱۴۔حدیث کی اہمیت وضرورت اورنام نہاد جماعت اسلامی کی پردہ دری
ازمولانا اقبال احمد نوری (۲۷ رفروری ۱۹۶۵ء)

۱۵۔مجدد ساز فیکٹری سے استفسار (۲۷ رفروری ۱۹۶۵ء)

۱۶۔جماعت اسلامی کی صورت ان کے ہی آئینہ میں (۱۸ رفروری ۱۹۶۵ء)

۱۷۔نام نہاد جماعت اسلامی کی نقاب کشائی از مولانا اقبال احمد نوری (۱۱ رفروری ۱۹۶۵ء)

۱۸۔علماء ومشائخ پر مودودی صاحب کی خصوصی نظر (۱۱ رفروری ۱۹۶۵ء)

۱۹۔جماعت اسلامی کی صورت ان کے ہی آئینہ میں (۱۹ رمارچ ۱۹۶۵ء)

۲۰۔جماعت اسلامی کے ممدوح اوران کے دینی مقتدا کا نظریہ
برمسئلہ امکانِ کذب باری تعالیٰ (۲۷ رمارچ ۱۹۶۵ء)

۲۱۔مودودی نظریات اوراسلام از مفتی تحسین رضا خان (۲۷ رمارچ ۱۹۶۵ء)

۲۲۔مودودی صاحب کی جرات وبے باکی (۲۷ رمارچ ۱۹۶۵ء)

۲۳۔مودودی صاحب! ہم بزرگان اسلام کی توہین برداشت نہیں کرسکتے (۲۷ رمارچ ۱۹۶۵ء)

۲۴۔سلسلہ بیعت سے مودودی صاحب کا کیا نقصان ہے؟ (۲۷ رمارچ ۱۹۶۵ء)

۲۵۔آئینہ مودودیت از مفتی محمد رضوان الرحمٰن (۳ رمئی ۱۹۶۵ء)

۲۶۔اہل عرب تفسیر سے مستغنی نہ تھے مگر مودودی صاحب عجمیوں کو تفسیر سے مستغنی رہنے
کی تلقین کررہے ہیں۔ (۱۰ رمئی ۱۹۶۵ء)

۲۷۔مودودی صاحب کا غیر مقلدانہ نظریہ (۱۰ رمئی ۱۹۶۵ء)

۲۸۔مودودی حقائق از مولانا ابوداؤد محمد صادق کی کتاب پر تبصرہ (۱۵ رجولائی ۱۹۶۵ء)

۲۹۔مودودی مذہب کی نقاب کشائی
ازمولانا عبدالرحمٰن ناظم دارالعلوم رحمانیہ حسینیہ رضویہ شاہوالہ پر تبصرہ (۱۵ رجون ۱۹۶۸ء)

سواداعظم اور شورش کاشمیری (مدیر ہفت روزہ چٹان، لاہور):

شورش کاشمیری ہفت روزہ چٹان نکالا کرتے تھے۔ ان کی قلبی عقیدت دیوبندی مجلس

اُحرار اور اس کے بانی سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے تھی جو کہ قیام پاکستان کے شدید مخالف تھے۔ لیکن جماعت اسلامی کی طرح اس جماعت نے بھی قیام پاکستان کے بعد اپنا قبلہ تبدیل کیا اور پاکستان کی سیاسیات میں بالادستی حاصل کرنے کی کوشش میں لگ گئی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس اُحرار نے جو فساد پھیلایا اس کی تفصیل منیر انکوائری رپورٹ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ساٹھ کی دہائی میں جناب شورش کاشمیری نے پاکستان میں پہلی بار فرقہ واریت کو ہوا دی اور پاکستان کی اس وقت کی تقریباً ۹۰ فیصد مسلم آبادی -- جو کہ اہل سنت و جماعت کے عقائد و معمولات پر عمل پیرا تھی -- کی شدید ترین دل آزاری کا مرتکب ہوئے۔ انہوں نے اپنے رسالہ چٹان میں اہل سنت کے سرکردہ علماء کی توہین و تنقیص کا سلسلہ شروع کیا، اور اس قدر غلیظ اور بازاری زبان استعمال کی کہ جسے یہاں نقل بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مدیر سواد اعظم لکھتے ہیں:

"شورش کاشمیری نے فحش کلامی، بدزبانی و گالیاں بکنے کا جو ریکارڈ قائم کیا ہے اس پر ۱۷ ستمبر (۱۹۶۲ء) اور اس کے بعد چٹان کا ہر شمارہ گواہ ہے۔ شورش نے مختصر عرصہ میں نظم ونثر میں جو گالیاں بکی ہیں انہیں سن کر شورش کے "اُس بازار" کی بازاری عورتیں بھی شرما جائیں گی اور اس کے استاد و پیر شیطان لعین کو بھی پسینہ آ گیا ہو گا لیکن اتنی بدزبانی کے باوجود شورش اُلٹا اہل سنت پر گالی و بدزبانی کا الزام لگاتا ہے۔ شرم اس کو مگر نہیں آتی۔ (سواد اعظم یکم دسمبر ۱۹۶۲ء)

شورش نے معتقدات و معمولات اہل سنت کو بھی ہدف تنقید بنایا اور اپنی طرف سے تین علماء کو علماء اہل سنت سے مناظرے کے لیے نامزد بھی کر دیا چوں کہ شورش کے نامزد کردہ علماء میں سے ایک غیر مقلد اور دو اصاغر دیوبند کے غیر ذمہ دار مولوی تھے اس لیے مدیر سواد اعظم نے لکھا کہ اس گفتگو/ مناظرہ کو کامیاب بنانے کے لیے ضروری ہے کہ شورش صاحب اپنے پیش کردہ مولویوں کے حق میں راول پنڈی، لاہور، ملتان اور کراچی کی دیوبندی تنظیموں سے اعتماد کا اعلان کرائیں لیکن شورش کاشمیری نے اس پر راہِ فرار اختیار کی۔ (سواد اعظم یکم دسمبر ۱۹۶۲ء)

ان حالات میں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے اپنے اخبار میں عامۃ المسلمین کو بایں الفاظ امن کی تلقین کرتے ہوئے اپیل کی:

"اے پاکستانی بھائیو! اُحراری سابق کانگریسی مولویوں اور لیڈروں سے ہوشیار رہو۔ یہ کبھی بھی پاکستان میں امن و عافیت کے خواہاں نہیں ہیں نہ یہ پاکستانیوں میں اتحاد و اتفاق دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کا ہمیشہ سے ہی یہ وطیرہ رہا ہے کہ ملک میں شور شرابا مچایا جاتا رہے۔ کتنی تحریکیں ان احراریوں نے اٹھائیں، چندے جمع کیے، مل بانٹ کر کھایا پکایا پھر خود ہی ان تحریکوں کو دفن کر کے کوئی اور نیا شاخسانہ اٹھا دیا تا کہ پھر خوب چندے جمع کر کے اپنا جہنم بھرا جائے۔ ان کی پرانی تاریخ گواہ ہے یہ لوگ کبھی بھی نہ خود چین سے بیٹھے ہیں اور نہ دوسروں کو بیٹھنے دیا ہے۔ یہ پرانے شاطر اور عیار لوگ ہیں ان کی دسیسہ کاریوں اور فتنہ انگیزیوں اور فریب کاریوں سے باخبر و ہوشیار رہیں۔ (سواد اعظم یکم دسمبر ۱۹۶۲ء)

لیکن جب شورش کاشمیری اپنی ضد پر اَڑے رہے تو آپ نے بھی سواد اعظم میں شورش کاشمیری اور ان کے احباب کی اصلیت بے نقاب کی اور اہم مقالات شائع کیے جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:

۳۔ وزیر قانون کا بیان (یکم دسمبر ۱۹۶۲ء)
۴۔ شورش کا چیلنج و فرار (یکم دسمبر ۱۹۶۲ء)
۵۔ شرم اس کو مگر نہیں آتی (یکم دسمبر ۱۹۶۲ء)
۶۔ اکابر دیوبند کی متنازعہ گستاخانہ عبارات-علماء دیوبند کی نظر میں (یکم دسمبر ۱۹۶۲ء)
۷۔ گولڑہ شریف کے دربار سے شورش سے اظہار بے تعلقی
۸۔ حکومت کے مجوزہ معاہدہ پر چٹان کی خلاف ورزی
۹۔ کیا حکومت چٹان کے منہ میں لگام نہیں دے سکتی؟
۱۰۔ پاکستان کو اس کے ازلی دشمنوں سے بچایا جائے۔
۱۱۔ شکوے از عطاء المصطفیٰ جمیل
۱۲۔ بدعتی کون ہے؟ از اختر شاہجہانپوری

دسمبر ۱۹۶۲ء میں لاہور کے ڈپٹی کمشنر میاں محمد شفیع نے علماء و مدیران جرائد و رسائل و اخبارات کا اجلاس طلب کیا اور آں جناب کی عدالت میں یہ معاہدہ قرار پایا کہ مختلف فرقوں کے

علماء اور صحافی اپنے اپنے مسلک کی اثباتی تائید کریں اور کسی دوسرے فرقہ کے اکابر کا ذکر توہین آمیز انداز میں نہ کریں۔ اس پر مدیر سواد اعظم تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس سلسلہ میں اپنے عقائد و مذہب مہذب اہل سنت پر قائم رہتے ہوئے ہمارا جو موقف وروش ہے اس پر سواد اعظم کی تاریخ وفائل گواہ ہے۔ ہم نے تہذیب و اخلاق اور ملکی مصالح ومسائل کے پیش نظر کوئی فرقہ وارانہ مہم شروع کرنے اور کسی پر خواہ مخواہ کیچڑ اُچھالنے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ ہمارا شروع ہی سے یہ طریقہ رہا ہے کہ اپنے عقائد و دوسرے لوگوں سے اختلاف کے باوجود اعتدال کو ملحوظ رکھا جائے اور ملک میں اشتعال وتشدد کی فضا اور ہنگامی صورت پیدا نہ کی جائے اور نہایت معقول و محتاط طریقہ سے اپنے مذہب وملک کی تبلیغ واشاعت کی جائے۔ پچھلے چند ہفتوں میں سواد اعظم کی روش میں جو تھوڑی سی تبدیلی محسوس کی گئی اس کے اسباب ومحرکات سب پر واضح ہیں۔ اس کے باوجود سواد اعظم میں اُس وقت یہ سلسلہ شروع ہوا جب کہ ہمارے کافی صبر وانتظار کے باوجود حکومت نے اس سلسلہ میں پیدا شدہ صورت حال کا کوئی نوٹس نہ لیا اور ہم اپنے مذہب وجماعت کے تحفظ ودفاع اور اکابر اہل سنت کے خلاف پھیلائے گئے شبہات کے ازالہ پر مجبور ہو گئے۔ اگر حکومت پیدا شدہ صورت حال کا بروقت محاسبہ فرماتی تو ہمیں اس سلسلہ میں حصہ لینے کی قطعاً کوئی ضرورت وحاجت نہ تھی۔

......بہر حال اب جبکہ ڈپٹی کمشنر صاحب لاہور کی عدالت میں ایک سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ اگر ہمارے مخاطبین نے حضرات علماء اہل سنت، اکابر اسلام وعامۃ المسلمین کی تکفیر وتوہین سے اجتناب کیا اور حکومت نے اپنی ذمہ داری کو پورا کیا تو سواد اعظم کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے!" (سواد اعظم، ۷ر دسمبر ۱۹۶۲ء)

لیکن شورش کاشمیری اپنی تخریبی وفرقہ وارانہ کارروائیوں سے باز نہ آئے جس پر سواد اعظم نے حکومت کی توجہ کے لیے مضامین شائع کیے۔ اس ضمن میں رسالہ مہر وماہ کے مدیر جناب ابوالطاہر فدا حسین فدا نے بھی سواد اعظم کی حمایت کی۔ نیریاں شریف آزاد کشمیر کے سجادہ

صاحبزادہ عبدالرشاد طاہر الغزنوی مجددی نے بھی سواد اعظم کی تائید کرتے ہوئے لکھا؛

"پاکستان کو "پلیدستان" کہنے والے پاکستان میں رہنے کا حق نہیں رکھتے۔ شورش کاشمیری جو خواب دیکھ رہے ہیں وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

......موصوف (شورش) جو عوام کے نمائندہ بننے کی سعی ناکام کر رہے ہیں یہ ان کے لیے خود فریبی سے کم نہیں۔ وہ اس سلسلہ کو بند کر دیں تو امت اسلامیہ پر احسان عظیم ہوگا، ورنہ نتائج وقت بتائے گا۔ کیا ان کے اکابر نے پاکستان کو "پلیدستان" کے لقب سے نہیں نوازا؟ کیا اس سے بڑھ کر دیوبند کے ملاؤں نے اور کوئی خدمت پاکستان کی کی ہے؟ اگر نہیں، تو وہ سر چھپا کر گزارہ کیوں نہیں کرتے اور "اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کا مصداق کیوں بن رہے ہیں؟ کیا پاکستان شورش نے بنایا ہے کہ وہ جو چاہے من مانیاں رچائے۔" (سواد اعظم، ۲۲ر فروری ۱۹۶۳ء)

دیوبند کے نوری وجود

میاں جمیل احمد شرق پوری نے بھی مدیر چٹان شورش کاشمیری کی تردید میں ایک مضمون بہ عنوان "ایک ضروری وضاحت" سواد اعظم کی اشاعت مورخہ ۸ر مارچ ۱۹۶۳ء کے لیے تحریر کیا جس میں خزینۂ معرفت میں درج ایک واقعہ کی تصحیح کی۔ یہ واقعہ مولوی انور شاہ کشمیری کے متعلق ہے کہ وہ شرق پور شریف میاں شیر محمد شرقپوری سے مل کر جب رخصت ہونے لگے تو آپ نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ دیوبند میں چار نوری وجود ہیں۔ اس واقعہ کے متعلق میاں جمیل احمد شرقپوری نے لکھا:

"اس پر تبصرہ کرنے سے قبل پہلے پورا واقعہ بیان کر دینا مناسب ہوگا جس کے راوی حضرت سید عبداللہ شاہ صاحب ہیں جو ایک پاک طینت بزرگ اور اس وقت بھی شرق پور شریف میں تشریف فرما ہیں، ان کا بیان ہے کہ سید انور شاہ صاحب کشمیری اور مولوی احمد علی صاحب لاہوری مع اپنے کچھ رفقاء کے اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرق پوری کی خدمت عالیہ میں بغرض زیارت حاضر ہوئے اور بڑی

ارادت سے ملے۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا جیسا کہ آپ کی عادت مبارک تھی کہ متبسم انداز میں لطیف اشاروں اور کنایوں میں گفتگو فرماتے کہ کوئی ایک بڑے عالم تشریف لائے ہوئے ہیں آج ہمارے سارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ بعد آپ نے اہل سنت و جماعت کے عقائد بیان فرمائے کہ ہمارے نزدیک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب حاصل اور آپ حاضر و ناظر بھی ہیں اور ہم تو ''یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئا للہ'' بھی پڑھتے ہیں۔ شاہ صاحب پر رقت طاری ہو گئی اور وہ بالکل خاموش رہے۔ جاتے وقت انہوں نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ آپ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔ آپ نے از راہِ شفقت ایسا فرما دیا اور ان کو بڑی عزت سے رخصت کیا اور آپ نے عارفانہ منکسر مزاجی سے کام لیتے ہوئے یہ فرمایا کہ شاہ صاحب بڑے عالم ہو کر مجھ جیسے خاکسار سے کہہ رہے تھے کہ میری کمر پر ہاتھ پھیر دیں۔

فقط اتنا واقعہ ہے۔ رہا ''نوری وجود'' کہا تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔ یہ تو ہے واقعہ کی اصل صورت جس کے عینی شاہد ابھی تک اور بھی کافی حضرات موجود ہیں۔''

سوادِ اعظم کی اگلی اشاعت میں ہی میاں جمیل احمد شرقپوری نے ''یہ دیدہ دلیری'' کے عنوان سے ایک اور مضمون شائع کروایا جس میں میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی مولوی احمد علی لاہوری سے عقیدت کی نفی کرتے ہوئے لکھا:

''میاں صاحب کے خیالات احمد علی صاحب کے بارے میں کیا تھے اس کا بخوبی علم کسی کو نہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ میاں صاحب کی خدمت میں مولانا احمد علی صاحب کی تصنیف ''اصلی حنفیت'' تبصرہ کے لیے پیش کی گئی تو آپ نے ملاحظہ فرما کر بیزاری کا اظہار فرمایا اور کہا کہ یہ اصلی حنفیت نہیں، نقلی حنفیت ہے۔ ابھی اس واقعہ کو گزرے فقط ۲۵ سال ہی ہوئے ہیں۔ اس کے عینی شاہد ابھی تک شرق پور میں موجود ہیں۔'' (سوادِ اعظم ۱۵؍مارچ ۱۹۶۳ء)

ایڈیٹر چٹان سے دو دو باتیں

۸؍مارچ ۱۹۶۳ء کو مدیر سوادِ اعظم مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے ''ایڈیٹر چٹان سے دو دو باتیں'' کے عنوان سے ایک طویل اداریہ لکھا جس کا کچھ حصہ ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

''جناب شورش صاحب! ہم نہیں چاہتے تھے کہ آپ کو براہِ راست مخاطب کریں لیکن آپ کی شورش پسندی نے ہمیں مجبور کیا کہ آج دو دو باتیں کر لی جائیں۔

مسٹر شورش! آپ نے ۱۷؍ستمبر سے جو رویہ اختیار کیا ہے اس سے پاکستان کے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کی جو دل آزاری ہوئی ہے وہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ہم نے آپ کے کسی ہفوات کا ڈیڑھ ماہ تک نوٹس نہ لیا لیکن آپ تھے کہ روز بروز بہتان و اتہام طرازی میں بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ بہ مجبوری ۲۸؍اکتوبر کے شمارے سے آپ کا مقابلہ کیا اور آپ کے ہر الزام کا ناقابل تردید شافی جواب دیا اور جو پینترا آپ نے بدلا ہم نے اسی پر ضرب کاری لگائی اور آپ کے ہر چیلنج کا دوٹوک جواب دیا مگر آپ کسی میدان میں بھی ثابت قدم نہ رہے اور اپنی ہی شرارت پر مُصر رہے۔ نہ آپ نے ہمارے کسی چیلنج کو قبول کیا اور ہمارے شرعی استدلال کا جواب نہ از خود دیا نہ اپنے پشت پناہوں سے دلوایا۔ سوائے لفاظی اور ''اُس بازاری'' پُنے کے آپ کے پاس تھا ہی کیا۔ میدان علم وثبوت میں آپ ہی ایک کورے نہیں ہیں بل کہ آپ کے تمام پشت پناہ جہل مرکب رہے ہیں۔ علم و شائستگی نہ آپ میں ہے اور نہ آپ کے پشت پناہ ان مذہبی بہروپیوں میں ہے جن کی ترجمانی اور ڈھڈورچی کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ تمہارا اپنا معاملہ میدان علم و تحقیق میں ذلت ورُسوائی کی حد تک پہنچ گیا ہے تو جھٹ اپنے چیلے چانٹوں کے ذریعہ حکومت سے مداخلت کی درخواست کی۔ بفضلہ تعالیٰ ہم میں سے کسی نے بھی ''دربار'' کی آستانہ بوسی اور جبہ سائی نہیں کی اور نہ ہم نے کسی ''حاکم مجاز'' کے سامنے صلح وآشتی

کی جھولی پھیلائی۔ آپ ہی کے دوست و ارباب ہم مشرب تھے جنہوں نے پہل کی۔ اس حقیقت کو آپ کسی حالت میں نہیں جھٹلا سکتے۔ لیکن ہم چوں کہ آپ کی دیرینہ شاطرانہ چالوں سے واقف تھے ہم نے اس پر بھی لبیک کہا اور عالی جناب ڈی سی صاحب بالقابہ لاہور نے جب ۲۶ رنومبر کو ایک میٹنگ بلائی تو ہم نے صاف اور واضح الفاظ میں کہہ دیا تھا کہ ہم نے اس فتنہ وفساد کی نہ ابتدا کی ہے اور نہ اس کے ہم حامی ہیں۔ شرعیات میں کسی جاہل کو حق نہیں کہ یوں دخل دے کر امن وامان میں خلل اندازی کرے چناں چہ جب مجوزہ قرارداد کو سنایا گیا تو ہم نے یہ اضافہ کر کے دستخط کیے کہ اگر چٹان اپنی روش سے باز آ گیا تو ہم بھی اس معاملہ میں نہیں پڑیں گے۔ ساتھ ہی یہ زبانی بھی کہا گیا تھا کہ آپ یعنی ڈی سی صاحب اس کی ذمہ داری لیں کہ اگر چٹان نے یہ لکھا کہ ہم نے توبہ کر لی ہے یا مسئلہ تکفیر سے رجوع کر لیا ہے تو پھر یہ قرارداد بے معنی ہو کر رہ جائے گی جس پر آں موصوف نے ہمیں اطمینان دلایا تھا کہ ایسا نہ ہوگا لیکن اس کے بعد کے چٹان کے شمارے شاہد ہیں کہ دسمبر کے بعد سے لے کر آج تک سبّ وشتم اور دل آزارانہ روش میں سرِمُو فرق نہیں ہوا۔ اور ہر شمارے میں ''اہل بدعت'' اور ''حلوے مانڈے کے رسیا'' اور توبہ شکن الفاظ سے یاد کیا گیا۔ آپ کی ڈھٹائی کی تازہ مثال یہ کہ آپ نے ۲۵ رفروری کے شمارے میں لکھا کہ؛

''اصاغر بریلی کے ان اخبار وصحائف کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں...... جن کی زبانیں علمائے حق کے خلاف دشنہ وخنجر سے بھی زیادہ تیز ہیں۔ ان لوگوں کے ان حضرات کے رُوبرو جو وعدے کیے تھے اس کا اقرار کسی مرحلے میں بھی نہیں کیا......''

اس کے جواب میں ہم یہی کہیں گے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ دسمبر کے بعد سے لے کر آج تک ہم نے کوئی ایسا اقدام کیا ہی نہیں جو قرارداد مجوزہ کے خلاف ہو اور نہ کوئی ایسا مضمون خلاف قانون شائع کیا اور نہ ہم نے کسی علمائے حق کو دشنام وخنجر سے مجروح کیا۔ یہ فریضہ تو آپ کے ہی لیے خاص رہا ہے۔...... اگر مسٹر شورش آپ

کو یاد نہ ہو تو ہم دسمبر کے بعد کے چٹان کے شماروں سے ہر اشاعت کی فہرست پیش کر سکتے ہیں۔ شکوہ تو ہمیں چاہیے مگر اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے''

(سواد اعظم ۸ مارچ ۱۹۶۳ء)

شورش کاشمیری کی جہالت/کذب بیانی

اسی اداریہ میں مدیر سواد اعظم شورش کاشمیری کی ایک اور بددیانتی کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتے ہیں؛

''آپ (شورش) کی دوسری جسارت اور جھوٹ وافترا کی تازہ مثال آپ کا یہی شمارہ ۲۵ رفروری ہے، جس میں آپ لکھتے ہیں:

''......ان کے ایک ہفتہ وار میں جو لاہور سے شائع ہوتا ہے ایک مسلسل مضمون بہ عنوان ''شیطان اور اس کے ساتھی'' چھپ رہا ہے اس میں شاہ اسمٰعیل شہید کی تالیف صراط مستقیم سے یہ عبارت منسوب کی جاتی ہے کہ نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال آنے سے گدھے کا خیال آنا اچھا۔ نقل کفر کفر نہ باشد۔ اول شاہ شہید نے یہ الفاظ کہیں نہیں لکھے ہیں اور یہ بجائے خود گستاخانہ جسارت ہے۔''

منقولہ بالا طویل اقتباسات کو نقل کرنے کا مقصد یہی تھا کہ قارئین کرام پر شورش کاشمیری کی علمی واخلاقی حالت واضح ہو جائے۔ ایک طرف تو خود طوفان بدتمیزی کھڑا کر کے فرقہ وارانہ مسائل پیدا کیے پھر مناظرہ کے لیے اپنی جانب سے علماء کو بھی نامزد کر دیا اور بعدہٗ فرار کی راہ لی۔ دوسری جانب حکومتی مداخلت سے معاہدہ کروا کر پھر اس سے رُوگردانی اختیار کی۔ اور علمیت کا اندازہ مذکورہ بالا اقتباس سے لگا لیجیے کہ موصوف اسمٰعیل دہلوی کی کتاب صراط مستقیم کی مشہور گستاخانہ عبارت کا یکسر انکار کر رہے ہیں البتہ یہ بات ان کو بھی تسلیم ہے کہ یہ عبارت کفریہ وگستاخانہ ہے جیسا کہ اقتباس کے آخری الفاظ ''نقل کفر کفر نہ باشد'' اور ''بجائے خود گستاخانہ جسارت ہے'' سے واضح ہو رہا ہے۔

اب دیکھئے کہ مدیر سواد اعظم نے مذکورہ اقتباس نقل کر کے شورش کاشمیری کو کس شائستگی اور متانت سے جواب دیا، ملاحظہ فرمائیں:

''مسٹر شورش صاحب! اگر آپ نے سواد اعظم میں اس مضمون کو بچشم خود پڑھا ہے تو آپ کو ہم سو روپیہ انعام دیں گے کہ آپ محولہ مضمون میں مولوی اسمٰعیل دہلوی قتیل کا نام تک دکھا دیں ورنہ اعلان کریں کہ یہ جھوٹ تھا۔

اب رہی یہ بات کہ صراط مستقیم میں یہ مضمون ہے یا نہیں جس کے نقل اور اعتقاد رکھنے کو آپ بھی 'کفر' اور 'گستاخانہ جسارت' لکھ رہے ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں **صراط مستقیم** (فارسی) بازار میں ملتی ہے، آپ خود خرید کر ہمارے پاس لے آئیں ہم آپ کو دکھا دیں گے اور آپ کا اطمینان کرا دیں گے۔ پھر دیکھیں گے کہ آپ کی یہ اندھی عقیدت اسے دیکھنے کے بعد بھی کفر و گستاخی ہی کہتی ہے یا پھر رکیک حیلہ جوئی کرتی ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم کسی پر یوں ہی کوئی بات منسوب نہیں کرتے بل کہ خوب تحقیق و جستجو اور ٹھونک بجا کے بات کہتے ہیں اور جو کہتے ہیں خدا کے فضل سے ذمہ دارانہ کہتے ہیں۔'' (سواد اعظم، ۸/مارچ ۱۹۶۳ء)

شورش کاشمیری کی حکومتی معاہدہ سے خلاف ورزی پر ۱۹/اپریل ۱۹۶۳ء کے شمارہ میں مدیر سواد اعظم نے ہفت روزہ چٹان کے دل آزار اقتباسات کو بلا تبصرہ حکومت کی توجہ کے لیے شائع کرنا شروع کر دیا تا کہ حکومت اس خلاف ورزی اور فرقہ وارانہ کارروائی کا نوٹس لے۔ ۲۶/اپریل ۱۹۶۳ء کو اسی سلسلہ کی دوسری قسط شائع کر کے مدیر سواد اعظم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ادارہ سواد اعظم نے معاہدہ کے بعد سے لے کر ۸/اپریل تک کے ہمارے پاس موجود چٹان کے شماروں سے تاریخ وار مختصراً اور اشارۃً اقتباسات پیش کیے ہیں۔ حکومت خود اندازہ لگا سکتی ہے کہ مسٹر شورش اور چٹان نے حکومت سے کیے گئے عہد و پیمان کی کس حد تک پاسداری کی ہے اور کوئی ایک اشاعت بھی ایسی ہے جس میں حامیانِ پاکستان علماء و عوام اہل سنت کے خلاف اشتعال انگیزی، نفرت خیزی اور دل آزاری نہ کی ہو۔ ہم ہر ایک پر تبصرہ و تعاقب کر سکتے ہیں اور بوقت ضرورت ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی دریغ نہ کریں گے مگر اس وقت ہم باب حکومت کو کھٹکھٹا کر

آگاہ و خبردار کر دینا چاہتے ہیں۔'' (سواد اعظم، ۲۶/اپریل ۱۹۶۳ء)

گورنر کا حکم نامہ

۳/مئی ۱۹۶۳ء کو ہوم ڈیپارٹمنٹ کی جانب سے گورنر مغربی پاکستان کا حکم نامہ مدیر سواد اعظم کے نام موصول ہوا جس میں ہر طرح کی فرقہ وارانہ تحریر کی اشاعت پر دو ماہ کی پابندی عاید کر دی گئی۔ حکم نامہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

حکم نمبری ۳/۵۔ ایچ سپیشل دوئم/۶۲ بنام حکیم سید غلام معین الدین نعیمی طابع و ناشر اور مدیر ہفت روزہ سواد اعظم لاہور کو اس کی رہائش گاہ واقع مدینہ کالونی متصل اسٹیشن والٹن ٹریننگ سکول رات کے گیارہ بجے ۳/مئی ۱۹۶۳ء کو کارِ خاص کے انسپکٹروں کے ذریعہ تعمیل کرایا گیا جس میں حکم دیا گیا کہ

''مذکورہ مدیر و ناشر اور طابع رسالۂ مذکورہ میں کوئی ایسا مواد نہ چھاپے جو کہ بریلوی، دیوبندی فرقوں کے درمیان فرقہ وارانہ تنازع کے متعلق ہو۔ یہ حکم اس حکم کے جاری ہونے سے دو ماہ تک قائم رہے گا۔''

اس حکم نامہ پر مدیر سواد اعظم مفتی سید غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں:

''ہم اس حکم کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں اور حکومت کے ساتھ حسب سابق مکمل تعاون کا اطمینان دلاتے ہیں کیوں کہ ہم اپنے وطن عزیز پاکستان میں کسی طرح بدامنی و انتشار کو دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے۔ پاکستان ہمارا ہے، ہم نے اس کے قیام کے لیے بے پناہ قربانیاں اور اَن تھک کوششیں کی ہیں۔ ہر قیمت پر یہاں امن و چین دیکھنا اور برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

سواد اعظم کے فائل شاہد ہیں کہ ہم نے جس طرح ۱۷/ستمبر سے اُٹھائی ہوئی بدامنی کی فرقہ وارانہ تحریک کو ۲۸/اکتوبر تک درخورِ اعتناء نہ جانا، اور بعد کو مجبوراً مدافعانہ اقدام کیا، پھر حکومت کے دخل دینے اور ۲۶/تا ۲۹/نومبر ۱۹۶۲ء مسلسل میٹنگ بلانے پر مدافعت چھوڑ دی تھی اور حکومت کے اقدام کا خیر مقدم کیا تھا لیکن

فریق مقابل اس معاہدہ کے بعد بھی برابر ہر اشاعت میں سب وشتم کرتا رہا، جس کے جواب میں ۱۵ر فروری ۱۹۶۳ء سے ہم نے دوبارہ مدافعانہ قدم اٹھایا اور ۱۵-۲۴ر اپریل کے سواد اعظم میں وہ مکمل مواد جو سب وشتم پر مبنی تھا- نقل کر کے حکومت کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اب حکومت نے پھر توجہ دی ہے اور ہمیں مذکورہ حکم نامہ بھیجا ہے ہم پھر اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے مکمل طور پر حکومت کے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ حکومت مخالف کے اخبارات و رسائل پر بھی کڑی نگرانی کرے گی تا کہ آئندہ پھر اس قسم کی بدامنی کا مظاہرہ نہ کر سکیں۔'' (سواد اعظم، ۱۰ر مئی ۱۹۶۳ء)

اس کے بعد ۱۹۶۴ء میں شورش نے پھر سر اُٹھایا تو سواد اعظم نے اس کا بھرپور تعاقب کرتے ہوئے علمی و تحقیقی مضامین شائع کیے۔ جس کے نتیجہ میں یہ فتنہ خاموش ہو گیا۔

قاضی عبدالنبی کوکب کی تقدیم بر ''مقالات یوم رضا'' پر گرفت

قاضی عبدالنبی کوکب نے مقالات یوم رضا (جلد اول) مطبوعہ دائرۃ المصنفین، لاہور پر تقدیم لکھتے ہوئے انتہائی غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بدمذہبوں کی گستاخانہ عبارات کو قابل تاویل گردانتے ہوئے ان پر فتویٰ کفر کی مذمت کی۔ اس پر اہل سنت کے سنجیدہ علماء میں سے علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری، مولانا ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی (گوجرانوالہ)، مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری، مفتی سید غلام معین الدین نعیمی اور علامہ ارشد القادری (انڈیا) نے سخت شرعی گرفت کی۔

مذکورہ تقدیم کے خلاف ہند کے جیّد عالم دین علامہ ارشد القادری کے مفصل مقالہ کی پہلی قسط سواد اعظم کے شمارہ بابت ۱۵ر ستمبر ۱۹۶۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں ایک جگہ علامہ ارشد القادری لکھتے ہیں:

''یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ قاضی صاحب موصوف اس توجیہہ سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ اگر ان کا مدعا یہ ہے کہ دونوں فریق اپنی اپنی جگہ حق پر ہیں تو یہ کھلا ہوا تضاد ہے۔ ایک ہی اَمر میں کفر و اسلام کے دو رُخ کبھی حق کے ساتھ جمع نہیں ہو

سکتے۔ اگر ان کا مدعا یہ ہے کہ دونوں فریق اپنے اپنے موقف کی حمایت میں دلائل رکھتے ہیں تو اسے مقدمہ کی توجیہہ کی بجائے اصل مقدمہ کہنا چاہیے کیوں کہ ہر دو فریق کے مابین اصل نزاع یہی ہے کہ ایک فریق کے تئیں زیر بحث عبارتیں کفر صریح پر مشتمل ہیں، جن میں کوئی احتمال اسلام و ایمان کے رُخ کا نہیں ہے، جب کہ دوسرا فریق کہتا ہے کہ متنازعہ عبارتیں بالکل بے بنیاد ہیں یا ان میں ایک احتمال اسلام و ایمان کا بھی ہے۔

سوال یہ ہے کہ قاضی صاحب کی اس توجیہہ سے فریقین پر کیا اَثر پڑتا ہے اس توجیہہ کے بعد بھی تو وہ جہاں ہیں- وہیں رہتے ہیں'' (سواد اعظم، ۱۵ر ستمبر ۱۹۶۸ء)

اسی شمارہ میں ایک استفتاء کے جواب میں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے لکھا:

''تقدیم'' کے مولف کی مذکورہ عبارات انتہائی خطرناک اور مسلک حق کے لیے تباہ کن ہونے کے ساتھ مولف کے ایمان کے صحیح الاعتقاد نہ ہونے پر شاہد ہیں۔ مولف مذکور ان عبارات سے یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ اب تک علماء حق نے جو شاتمان رسالت کی تکفیر میں فتوے دیے ہیں- جذباتی، غیر محتاط اور شرعی مراعات سے انحراف پر مبنی ہیں اور یہ کہ وہ عبارات جن پر حکم تکفیر ہے محتمل اور غیر واضح ہیں۔ نعوذ باللہ من هذه الخرافات

مولف مذکور جب تک ان عبارات کو اپنی ''تقدیم'' سے خارج کر کے علی الاعلان رجوع و توبہ شائع نہ کرے وہ صحیح الاعتقاد سُنّی مسلمان نہیں۔ مولف کے مذکورہ نظریات ''طابق النعل بالنعل'' مودودیوں کے خیالات کے آئینہ دار ہیں۔ مذکورہ تقدیم میں اپنی تائید میں حاجی رفیق اشرفی کا بھی حوالہ دیا ہے جو کہ اب بالکل مودودی رنگ میں پختہ ہو گیا ہے۔'' (سواد اعظم، ۱۵ر ستمبر ۱۹۶۸ء)

یکم جون ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری کا تفصیلی مقالہ مع حکم شرعی شائع ہوا جس میں انہوں نے علامہ ارشد القادری اور مفتی سید غلام معین الدین نعیمی، علامہ ابوالبرکات اور مولانا ابوداؤد صادق کے موقف کی تائید کی۔ نیز لکھتے ہیں:

"اگر تقدیم کا خلاصہ چند لفظوں میں بیان کرنا ہو تو اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ صاحب تقدیم کے نزدیک اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ایک زبردست فقیہ اور نیم مجذوب عاشق رسول تھے...... بعض وہابی مصنفین کی تکفیر کر کے انہوں نے شرعی حدود سے تجاوز کیا...... فریقین کو چاہیے کہ ایک درمیانی راستے پر متفق ہو جائیں...... تذکرہ نویسوں کا اعلیٰ حضرت کے ذکر سے پہلو بچا جانا بھی صحیح نہیں ہے...... سُنّیوں کو چاہئے کہ عشق رسول کو اوڑھنا بچھونا نہ بنائیں بل کہ فقہ کو اپنا مختص میدان قرار دیں۔"

(سواد اعظم، یکم جون ۱۹۶۹ء)

مدیر سواد اعظم لکھتے ہیں:

"قاضی کوکب نے گزشتہ سال یوم رضا کے موقع پر "مقالات یوم رضا" نام سے ایک کتابچہ شائع کیا جس میں کوکب صاحب نے "تقدیم" کے عنوان سے ایک دیباچہ لکھا تھا۔ اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ لاہور کے کچھ احباب نے گزشتہ سال اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے عرس کے موقع پر مجھ سے تذکرہ کیا کہ امسال ہم برکت علی ہال لاہور میں یوم رضا منانا چاہتے ہیں۔ راقم الحروف نے ان کے حوصلہ و ہمت کی داد دی۔ دعوت نامہ اور پوسٹر وغیرہ شائع ہوئے پھر ان احباب نے دوسری مجلس میں مجھ سے تذکرہ کیا کہ اس یوم رضا کے موقع پر مقالات شائع کرنے کا بھی ارادہ ہے اور اس کا اہتمام ہم نے کوکب صاحب کے سپرد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ کوکب صاحب اس اہم ذمہ داری کو دیانت داری کے ساتھ نبھا نہ سکیں گے چوں کہ وہ آزاد منش انسان ہیں اور ان کا میلان طبع مودودیت کی طرف ہے مگر ان احباب نے اطمینان دلایا کہ ہم نگرانی رکھیں گے اور ممکن ہے کہ ہمارے اس اَقدام سے ان کی اصلاح ہو جائے۔ میں نے کہا کہ شیطان اپنی گمراہی کو خوب صورت شکل میں خوب بنا سنوار کر پیش کرتا ہے انسان جب اس کے پھندے میں پھنس جاتا ہے تو جب تک توفیق الٰہی شامل نہ ہو، اُس کے دام فریب سے نہیں بچ سکتا۔ چناں چہ وہی ہوا جس کا میں نے خدشہ پہلے ہی ظاہر کیا تھا اور

کوکب صاحب نے تقدیم کے اندر وہی کچھ کیا جو ان سے توقع تھی۔ ان احباب نے مجھ سے فرمایا کہ ہم نے اس تقدیم پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے اور انہوں نے یہ تقدیم بغیر ہمیں دکھلائے از خود شامل کتاب کر دی ہے، اب ہم انہیں مجبور کر رہے ہیں کہ وہ اس تقدیم کو حذف کر کے دوسرا مضمون شامل کتاب کریں اور یہ خرچ ہم برداشت کریں گے۔

اب رہی یہ بات کہ ان احباب کو اس میں کتنی کامیابی یا ناکامی ہوئی وہی جانتے ہیں لیکن جب پاک و ہند کے معتمد اکابر علمائے اہل سنت کی نظر سے یہ تقدیم گزری تو انہوں نے نہ صرف اس سے نفرت و بیزاری کا اظہار کیا بل کہ کوکب صاحب کو توبہ کرنے کا بھی حکم دیا بصورت دیگر ان سے اجتناب ضروری قرار دیا۔ اسی طرح اہل سنت و جماعت کے ترجمان رسائل و اخبارات نے بھی مذمت کی مگر راقم الحروف چوں کہ کوکب صاحب کی اُفتادِ طبع سے بخوبی واقف ہے کہ وہ اپنی تحریر کو ہر عیب و سُقم سے مبرا اور حرف آخر سمجھتے ہیں وہ اس میں تغیر و تبدل کی طرف نہ آئیں گے چناں چہ سال گزر گیا اور ہر مجلس میں احباب نے ان سے بہت کچھ کہا مگر 'خوئے بد را بہانہ بسیار'۔ آج تک وہ اپنے ان ائمۃ الکفر کی رَوِش پر بدستور قائم ہیں جن کی حمایت اور ان کی بے گناہی ثابت کرنے کی خاطر تقدیم میں زورِ قلم صرف کیا اور حامیان دین و سنت کو شوق تکفیر پورا کرنے والا، شرعی مراعات کو ملحوظ نہ رکھنے والا جذباتی وغیرہ کیا کچھ نہ لکھا۔ پھر لطف یہ کہ اسی تقدیم میں کوکب صاحب نے ثالث بن کر فیصلہ کے میدان میں کودنے کی جرات کی ہے۔ بھلا کوئی پوچھے ان کو ثالث کس نے مانا ہے جہاں تک معتمد اکابر اہل سنت ہیں انہوں نے تو کوکب صاحب کو کبھی درخور اعتناء جانا ہی نہیں۔ اب رہے اپنے ائمۃ الکفر کی طرف سے ہونا تو یہ ان کا اپنا معاملہ ہے وہ جانیں جنہوں نے ان کو ثالث بنایا یا خود ساختہ ثالث بن بیٹھے۔ البتہ حق و باطل کے درمیان ایک تیسرا نکتہ ہے جس کے بارے میں قرآن نے فـــــی

الدرک الاسفل سے تعبیر دیا ہے اگر یہ ثالث ثلثہ ہیں تو بالکل صحیح ہے۔"

(سواد اعظم، یکم جون ۱۹۶۹ء)

مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری اپنے ایک مقالہ "ایں چہ بوالعجبی است" میں لکھتے ہیں:

"مذکورہ تقدیم میں جناب قاضی عبدالنبی کوکبؔ نے ......بعض علمائے دیوبند کی مشہور کفریہ عبارتوں میں معانی محتملہ بتائے۔ فاضل بریلوی کو جذباتی اور حدود شرع میں تجاوز کرنے والا نیز غیر محتاط مفتی ٹھہرایا جو عشق رسول کی جولانی میں بظاہر سُقم پر بھی بے قرار و بے قابو ہو جایا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ مسلک اہل سنت اور وہابیت کے مابین ایک درمیانی راستے کی تجویز پیش کی اور فریقین کے درمیان خود بخود ثالث بن کر اغیار کی سازش کو کامیاب بنانے کی راہ پر گامزن ہو گئے۔

اس وقت راقم الحروف (اختر شاہجہانپوری) نے پاک و ہند کے جیّد علمائے کرام کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تا کہ وہ حضرات بروقت اس فتنے کا سدّ باب کریں یعنی تقدیم کی اس طرح اصلاح کروائی جائے کہ یہ حقائق کے خلاف نہ رہے چناں چہ من درجہ ذیل علمائے کرام نے ہماری آواز پر کان دھرے؛

۱۔ حضرت مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی (بریلی شریف) نے اپنے فتویٰ میں اسے مخالفین کی سازش، مسلک اہل سنت سے بغاوت اور رضویت کی مخالفت قرار دیا۔ وہ مبارک تحریر حرم طیبہ میں رقم فرمائی تھی۔

۲۔ مولانا سید رفاقت حسین شاہ صاحب (کانپور) نے ایک طویل تحریر میں تقدیم کے مندرجات کو غلط ٹھہرایا۔

۳۔ حضرت مولانا ابوالبرکات سید احمد شاہ صاحب (لاہور) نے تقدیم کو زہر ہلاہل اور مسلک سے بغاوت قرار دیا۔

۴۔ شیخ الحدیث مولانا غلام علی صاحب (اوکاڑہ) نے فرمایا کہ یہ تقدیم علمائے اہل سنت کی تذلیل ہے۔

۵۔ شیخ الحدیث علامہ بدرالدین احمد صاحب (براؤن شریف) نے اپنے گرامی نامے میں تحریر فرمایا کہ تقدیم کے ذریعے سُنّیت و رضویت کے مقدس گلے پر چھری چلائی گئی ہے۔ کیا پاکستان میں مسلک کی حفاظت کرنے والا کوئی عالم نہیں رہا جو حق کی علم برداری کا فریضہ ادا کر سکے۔ کیا پاکستان سُنّیت کو مٹانے اور بدمذہبی کو فروغ دینے کے لیے ہی بنایا تھا۔

۶۔ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب (گوجرانوالہ) نے اپنے پندرہ روزہ رضائے مصطفیٰ میں تقدیم کو مسلک اہل سنت کے خلاف قرار دے کر اس کی ذمہ داری سے سُنّیوں کی براءت کا اعلان فرمایا۔

۷۔ مولانا ارشد القادری (جمشید پور، انڈیا) نے اپنے ماہنامہ جام نور میں دو قسطوں کے اندر تقدیم کے خلاف مسلک بیانات کی پُر زور اور مدلل تردید کر کے اپنا فرض منصبی ادا کیا۔

۸۔ علامہ مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ (لاہور) نے اپنے پرچہ سواد اعظم میں متعدد بار تقدیم کے مندرجات کی مدلل تردید شائع کی اور حکم شرع بیان کرنے کا صحیح معنوں میں فریضہ ادا کر دکھا۔ فجزاهم الله احسن الجزاء

اکثر علمائے کرام نے اُس وقت چپ سادھ لی تھی جب کہ جواب کے ساتھ ہی احقر کے ارسال کردہ جوابی لفافے بھی ہضم فرما لیے تھے۔

مسلک کا درد آپ کو تڑپا رہا ہے یوں
جیسے کسی نے پیار سے کر دی ہو گدگدی

(سواد اعظم، ۱۵/اپریل ۱۹۷۲ء)

قاضی عبدالنبی کوکب پنجاب یونیورسٹی لاہور میں لائبریرین تھے اور شعبۂ مخطوطات کے انچارج تھے اور تحقیق وتصنیف سے شغف رکھتے تھے لیکن ان کا شمار اہل سنت کے ذمہ دار علماء و مفتیان کرام میں نہ ہوتا تھا۔ مقالات یوم رضا جلد اول پر تقدیم لکھتے ہوئے انہوں نے انتہائی غیر محتاط رویہ اختیار کیا، بایں سبب علماء اہل سنت نے ان کی تحریر پر شرعی گرفت فرمائی۔ جس کے

بعد قاضی صاحب نے مقالات یوم رضا (جلد اول) کی اشاعت ثانی میں تقدیم کو حذف وترمیم کے بعد شامل اشاعت کیا۔لیکن رجوع سے گریز کیا۔

۴۔ماہ نامہ نعیم الرضا، لاہور:

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے سواداعظم کے شمارہ مورخہ ۱۹؍دسمبر ۱۹۵۸ء کے اداریہ میں ماہ نامہ نعیم الرضا جاری کرنے کا عندیہ دیا۔اسی اداریہ میں اخبار ورسائل کی اہمیت کا احساس دلاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**اہل سنت و جماعت کی خدمت میں**-یہ ایک حقیقت ہے کہ فی زمانہ جس کے پاس ''پریس'' کی طاقت نہیں ہے اس کی آواز اور عدم آواز برابر ہے۔اس حد تک تو ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں کہ سُنّیوں کے اب کچھ ماہانہ رسائل، ہفتہ وار اخبار جاری ہوگئے، مگر ان میں باہمی عدم اتحاد کی وجہ سے انفرادی حیثیت لیے ہوئے ہیں۔سُنّیوں کی پچاسی فیصد آبادی کے لحاظ سے جس قدر یہ رسائل واخبارات ہیں ان کا وجود اُڑد کے دانہ پر سفیدی کی طرح بھی نہیں ہے اور سُنّیوں کی عام روایتی بے حسی نے کسی جریدہ کو عمومی حیثیت نہیں دی۔میرا تجربہ تو یہ ہے کہ اخبار نکالنا نقصان وخسارہ کو دعوت دینا ہے۔بایں ہمہ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے عروج ووقار کے لیے جس قدر بھی ہوسکے اس میں کوتاہی کرنا مذموم ہے۔''

اس تمہید کے بعد آپ نے رسالہ نعیم الرضا کے اجراء کا عندیہ دیتے ہوئے احباب کو اس کی پیشگی رکنیت حاصل کرنے کی ترغیب دی۔سواداعظم کے آئندہ شماروں میں اس رسالہ کے متعلق کوئی ذکر نہیں ملتا، جس سے یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ رسالہ جاری نہ ہوسکا۔

اشاعتی خدمات-ادارہ نعیمیہ رضویہ سواداعظم:

اگرچہ سواداعظم کے تعارف میں مفتی غلام معین الدین نعیمی کی اشاعتی خدمات کا بھی کچھ ذکر ہو چکا ہے تاہم یہاں کچھ مزید تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ہفت روزہ سواداعظم کی اشاعت کے ساتھ ہی مولانا نعیمی نے ایک اشاعتی ادارہ بنام ''ادارہ نعیمیہ رضویہ سواداعظم'' بھی قائم کیا جس کے تحت آپ نے کئی اہم کتب ورسائل شائع کیے۔بعض کتب ورسائل کے صفحات اخبار

سواداعظم کے ساتھ ہر ہفتہ شائع کردیے جاتے یوں متعدد اقساط میں رسائل مکمل ہوجاتے۔یوں ہی بعض رسائل سواداعظم کے سالنامہ کے طور پر شائع کیے جاتے اور سواداعظم کے قارئین کے پتہ پر ارسال کر کے ان کی رقم سواداعظم کے ماہانہ یا سالانہ چندہ میں سے منہاں کرلی جاتی۔

مفتی غلام معین الدین نعیمی کا ایک اور کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے حضور صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کی کتب ومقالات کا احیا کرتے ہوئے اپنے ادارہ سے شائع کیا اور یوں حق شاگردی بھرپور طریقے سے اَدا کیا۔آپ کے پاس حضرت صدرالافاضل کی نایاب تحریرات، قلمی مسودات، غیر مطبوعہ فتاوی وکلام وغیرہ محفوظ تھا جنہیں پہلی بار آپ نے اپنے ادارہ سے طبع کیا۔یوں ہی دستور پاکستان کے لیے علماء اہل سنت کی فرمائش وخواہش پر قبلہ صدرالافاضل نے ایک دستوری خاکہ مرتب کرنا شروع کیا لیکن ابھی چودہ نکات ہی لکھ پائے تھے کہ مرض الموت نے آلیا۔یہ چودہ نکاتی دستوری خاکہ بھی آپ نے پہلی بار شائع کیا جو کہ آپ کی مرتبہ کتاب ''**حیات صدرالافاضل**'' میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے اور اس کتاب کے آخر میں بھی بطور ضمیمہ شامل ہے۔

ادارہ نعیمیہ رضویہ سواداعظم سے شائع ہونے والے چند کتب ورسائل کی فہرست یہاں پیش کی جاتی ہے؛

۱۔**سبیل النجاح فی مسائل العیال والنکاح** (عائلی آرڈی ننس پر تبصرہ)
از مفتی محمد صاحبداد خان (جامعہ راشدیہ، پیر گوٹھ ضلع خیر پور، سندھ)-قسط وار اشاعت،
سواداعظم ۳۱؍جنوری ۱۹۶۴ء (یہ رسالہ الگ سے کتابی صورت میں بھی شائع ہوا)

۲۔کتاب العقائد از صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی

۳۔دین حسن از مولانا حسن رضا خان بریلوی-قسط وار اشاعت، (سواداعظم ۳؍اپریل ۱۹۶۴ء)

۴۔فیوض الرحمان ترجمہ تفسیر روح البیان، ترجمہ از مفتی فیض احمد اویسی-
قسط وار اشاعت، (سواداعظم ۳؍اپریل ۱۹۶۴ء)

۵۔**مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ** از امام جلال الدین سیوطی الشافعی-
ترجمہ بنام والدین مصطفیٰ از مفتی غلام معین الدین نعیمی، قسط وار اشاعت-اپریل ۱۹۶۴ء

۶۔**العمل بالتلقیح لا یفسد الصوم بالقول الصحیح** از مفتی صاحبداد خان

مرقومہ مفتی محمد رحیم خطیب مسجد نواب شاہ، سندھ-(سواداعظم ۸رستمبر۱۹۶۴ء)

۷۔ہدایت کاملہ بر قنوت نازلہ ازصدرالافاضل سیدنعیم الدین مرادآبادی-
(سواداعظم ۱۱راکتوبر۱۹۶۵ء)

۸۔الدرالحسان فی البعث و نعیم الجنان ازامام جلال الدین سیوطی،
ترجمہ ازمفتی سیدغلام معین الدین نعیمی-(یکم ستمبر۱۹۶۸ء)

۹۔تحریک آزادی میں اہل سنت کا کردار ازملک محمد اکبرخان ساقی اُترا-
(سواداعظم ۶راگست۱۹۶۵ء)

۱۰۔مراسم الاسلام فی مسائل التحیۃ والسلام ازمفتی فیض احمداویسی

۱۱۔فضائل درودوسلام بحضور خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم ازمجاہدتحریک آزادی
مفتی عنایت احمدکاکوروی

۱۲۔کشف الالتباس فی مسائل اللباس ازشیخ عبدالحق محدث دہلوی،
ترجمہ: مفتی غلام معین الدین نعیمی

۱۳۔اسلامی مشاورتی کونسل کے سوال نامہ کا جواب (یکم نومبر۱۹۶۳ء)
ازمفتی صاحبدادخان

۱۴۔بشری الکئیب بلقاء الحبیب ازامام جلال الدین سیوطی،
ترجمہ دیدارحبیب ازمفتی سیدغلام معین الدین نعیمی

۱۵۔الہام القدیر فی مسئلۃ التقدیر ازمفتی صاحبدادخان

۱۶۔القول المقبول ازمفتی صاحبدادخان

۱۷۔شروح الغیب ترجمہ فتوح الغیب ازمفتی سیدغلام معین الدین نعیمی

۱۸۔تذکرہ سوزِ الٰہی ذات قدیم مع رسالہ تذکرہ میلادشریف حضرت سیدالمرسلین صلی اللہ
علیہ وسلم ازمولاناعبدالحی صاحب لاہورتحصیل قصور (۱۵رمئی/یکم جون،۱۹۷۰ء)

۱۹۔ارشاد الانام فی محفل المولد والقیام (یکم مارچ۱۹۶۹ء)

۲۰۔اتباع نبی ہی دین ہے ازسلطان احمدفاروقی سیالوی (۲۵ردسمبر۱۹۵۹ء)

۲۱۔زاد الحرمین ازصدرالافاضل نعیم الدین مرادآبادی (۸رمئی۱۹۵۹ء)

۲۲۔التحفۃ المنیفہ ازشاہ سلامت اللہ رام پوری (۱۴رنومبر۱۹۵۸ء)

۲۳۔فضائل درودوسلام بحضور خیرالانام صلی اللہ علیہ وسلم ازمفتی عنایت احمدکاکوروی

۲۴۔تبرکات صدرالافاضل

۲۵۔نعیم العطاء ترجمہ کتاب الشفاء ازقاضی عیاض مالکی

۲۶۔الخصائص الکبریٰ ازامام سیوطی

۲۷۔الکلمۃ العلیا لاعلاء العلم المصطفیٰ ازصدرالافاضل

۲۸۔ریاض الناظرین ازصدرالافاضل

۲۹۔مناعم النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ ازشیخ عبدالحق محدث دہلوی

۳۰۔تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ ازامام جلال الدین سیوطی،
ترجمہ ازمفتی غلام معین الدین نعیمی

۳۱۔الصواعق الالٰہیہ فی الرد علی الوہابیہ ترجمہ ازمفتی سیدغلام معین الدین

۳۲۔رسائل ستہ ضروریہ-(اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے چھ اہم اورنادررسالوں کا مجموعہ)

۳۳۔سوانح کربلا مع تذکرہ خلفائے راشدہ ازصدرالافاضل نعیم الدین مرادآبادی

۳۴۔اطیب البیان فی ردتقویۃ الایمان ازصدرالافاضل

۳۵۔الطریق المحبوب ترجمہ کشف المحجوب

۳۶۔معین الاوقات للصوم والصلوٰۃ ازمفتی سیدغلام معین الدین نعیمی

۳۷۔المصباح الجدید ازمولاناحافظ عبدالعزیز (صدرمدرس اشرفیہ،مبارک پور)

۳۸۔اداب الاخیار فی تعظیم الاثار مولفہ صدرالافاضل نعیم الدین مرادآبادی

۳۹۔تفرقۂ اقوام ازمفتی محمدعمرنعیمی

۴۰۔فتاویٰ صدرالافاضل

۴۱۔افاضات صدرالافاضل

۴۲۔احقاق حق (ستیارتھ پرکاش کارد)

۴۳۔الکلام المبین درمعجزات سیدالمرسلین ﷺ ازمفتی عنایت احمدکاکوروی

۴۴۔مرج البحرین (اردو)

۴۹۔ ما ثبت من السنہ مع اردو ترجمہ ایام اسلام
۵۰۔ ریاض نعیم (متعدد حصے)

تصانیف وتراجم:

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے انتہائی مشکل حالات میں گھریلو اُمور کو بھی مکمل طور پر نبھاتے ہوئے تنظیمی وتحریکی اُمور میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، ہفتہ وار اخبار بھی نکالتے رہے اور اس کے ساتھ ساتھ تقریباً پچاس کے قریب کتب کے تراجم کیے اور متعدد مقالات بھی تحریر کیے جو کہ اہل علم کے تمام حلقوں میں بے حد مقبول ہوئے اور آج بھی متعدد اہل سنت کے ادارے آپ کے تراجم کو شائع کر رہے ہیں۔

۱۔ الطریق المحبوب ترجمہ کشف المحجوب
مولفہ سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری

وہ تصوف جو شریعت وحقیقت کا مغز اور خلاصہ ہے، اس اہم موضوع پر حضور سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بے مثل تصنیف ہے جس میں طریقت کے تمام رُموز واشارات اور اس کی اصطلاحات کو خوب واضح اور کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ چوں کہ یہ کتاب اَدق زبان فارسی میں تھی، اس کا سلیس عام فہم اردو زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ پھر لطف یہ کہ بعض مقامات پر اس کی اہم تشریح بھی شامل کی گئی ہے جو کہ بین القوسین ہے۔ بلا شبہ دین و دنیا اور عقبیٰ کی کامیابی وفلاح کے لیے اس کتاب کا مطالعہ اور وِرد از بس لازمی ہے۔

مفتی صاحب کے صاحبزادہ سید محمد نعیم الدین کے بقول کشف المحجوب کا ترجمہ قبلہ مفتی غلام معین الدین نعیمی نے دوسری بار مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی کی فرمائش پر کیا۔

۲۔ مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ مناعم النبوۃ
۳۔ الخصائص الکبریٰ از امام سیوطی
۴۔ نعیم العطاء ترجمہ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کتاب الشفاء از قاضی عیاض مالکی -- دنیائے اسلام کی مشہور ومقبول اور مستند کتاب ہے جس میں حبیب خدا احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جلالت شان، رفعت مقام، فضائل و

خصائص، صفات عالیہ، معجزات اور سیرت مبارکہ پر روشن و جامع بیان ہے۔ اہل اسلام پر آپ کے اور آپ کے اصحاب واہل بیت وازواج مطہرات کے کیا حقوق وآداب واجب ہیں اور بدگویوں اور گستاخوں کے لیے کیا شرعی احکام ہیں -- اس کتاب میں مفصل مذکور ہیں۔

۵۔ بشری الکئیب بلقاء الحبیب ترجمہ بنام دیدار حبیب

علامہ جلال الدین سیوطی کے اس نایاب رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ موت زندگی سے افضل ہے پھر یہ کہ مرنے کے بعد مراتب ودرجات ہر ایک کے مختلف ہوتے ہیں۔ انبیاء، شہداء، اولیاء اور صلحاء کی برزخی حیات کا مفصل بیان کے ساتھ عام مسلمانوں کے عالم برزخ کی کیفیات کی مکمل تشریح ہے کہ ارواح اولیاء مرنے کے بعد لوگوں کی دست گیری کرتی ہیں۔

اس رسالہ کی اشاعت پر جنگ اخبار (راول پنڈی) نے درج ذیل تبصرہ شائع کیا:

''امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے عالم برزخ کے بعض حالات جن کا کچھ اصحاب تجدد وتعقل انکار کرتے آ رہے ہیں - کا اس رسالہ میں تذکرہ فرمایا ہے۔ رسالہ میں قبض روح، ارواح مومنین کی ملاقات، زمین وآسمان کا مردہ پر رونا، یہ کہ میت اپنے نہلانے والے اور تجہیز کرنے والے کو پہچانتی ہے، قبر کا مومن میت کو نہ دبانا، منکر نکیر کے سوالات، قبر میں مومن کو راحت وآرام کا دیا جانا، مردوں کا قبروں میں نماز وقرآن پڑھنا، مردوں کا اپنی قبروں پر آنے والے کو پہچاننا، فرشتوں کا مومنین کو قرآن پاک کی تعلیم دینا، قبر میں فرشتوں کا مسلمان بچوں کی تعلیم وتربیت کرنا اور قبروں میں مسلمان مردوں کا آپس میں ملاقات کرنا وغیرہ عنوانات کے تحت شریعت اسلامیہ کا نقطہ نظر پیش کیا گیا ہے۔ مولانا مخدوم غلام معین الدین صاحب نے اس کا رواں اور عام فہم ترجمہ کیا ہے اور انہوں نے اسے عربی متن کے ساتھ شائع کر کے عامہ مسلمین پر احسان فرمایا ہے۔'' (سواد اعظم ۱۹ر جنوری ۱۹۶۵ء)

۶۔ ماثبت من السنۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ بنام ''ایام اسلام''

شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی اس کتاب میں سال بھر کے ایام وماہ کے بے بہا فضائل، اسلامی تہوار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مفصل بیان،

معراج مبارک، سیدنا امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کی شہادت کا اُصح ترین تذکرہ کے علاوہ رمضان المبارک کے روزے، تراویح، ختم قرآن، شش عید کے روزوں پر مکمل بحث فرماتے ہوئے مذہب حق اہل سنت و جماعت کی پوری تائید فرمائی ہے۔ اس کے سوا زمانۂ جاہلیت کی مشرکانہ رُسومات و معتقدات، شگون و فال اور ستاروں کی تاثیرات کے متعلق جو اوہام پائے جاتے ہیں ان کا مدلل ردّ وابطال ہے۔

روزنامہ امروز مورخہ ۲۳ راگست ۱۹۶۴ء کے شمارہ میں اس ترجمہ پر درج ذیل تبصرہ شائع ہوا:

''شیخ عبدالحق محدث دہلوی بہت بڑے فقیہ اور محدث تھے۔ آپ کے قلم سے بے شمار کتابیں فقہ، حدیث اور تفسیر پر نکلی ہیں اور مستند مانی جاتی ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ، تبحر علمی اور تحقیق و تدقیق کا ایک عالم معترف ہے۔ آپ نے علوم دینیہ کے فروغ وتوسیع کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں، ان کی بہت کم مثال ملتی ہے۔ ہندوستان میں علم حدیث کی ترویج میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد بخارا سے نقل مکانی کر کے دہلی آئے اور یہیں سکونت اختیار کر لی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ۹۵۸ھ میں دہلی میں ہی پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ بارہ برس کی عمر میں شرح شمیمیہ اور شرح عقائد سے فارغ ہو گئے، پندرہ سال میں مختصر اور مطوّل پڑھی۔ بعد ازاں قرآن مجید حفظ کیا اور پھر اُس دَور کے بڑے بڑے فقہاء سے درس لیتے رہے۔ بائیس برس کی عمر میں فضیلت و کمال سے فارغ ہو کر مسند افادیت پر فائز ہوئے اور پھر تمام عمر دین حقہ کی تبلیغ اور حدیث میں تحقیق اور اس کی اشاعت میں بسر کی۔

ماثبت من السنۃ میں آپ نے قمری (اسلامی) مہینوں اور ان کے ایام کی تشریح (افادیت کی روشنی میں) کی ہے اور بتایا ہے کہ ان مہینوں میں اور ان کے دنوں میں کون کون سی عبادات واجب ہیں۔ اس ضمن میں آپ نے احادیث اور بزرگان دین کے اَقوال سے سند پیش کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''دن رات میں درود و وظائف، نماز

روزے کتنے مروی ہیں، ان میں محدثین وسالکانِ راہِ طریقت میں اختلاف ثابت ہے۔ محدثین نے سالکانِ راہِ طریقت کے مرویات و معمولات پر کلام کر کے شدت سے انکار کیا ہے اور جو احادیث و اخبار وہ لائے ہیں، ان کے باطل ہونے کا حکم دیا ہے لیکن اس باب میں ہم نے اپنے رسالے میں فریقین (یعنی محدثین ومتوصلین) کے اَقوال کو ملانے کی کوشش کی ہے اور دونوں راستوں میں سے محفوظ و مامون راستہ اختیار کیا ہے اور اس میں اجمال و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔''

۷۔ الدرر المنتشرہ فی احادیث المشتھرہ از امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ بنام ''بکھرے موتی''

۸۔ الصواعق الھیہ الرد علی الوھابیہ از شیخ سلیمان بن عبدالوہاب

ترجمہ بنام ''سترھویں صدی عیسوی کا نیا نجدی مذہب'' از مفتی سید غلام معین الدین نعیمی-- علامہ سلیمان ابن عبدالوہاب نجدی رحمہ اللہ جو نجدی مذہب کے بانی ابن عبدالوہاب کے بڑے بھائی ہیں- علامہ موصوف نے اپنے چھوٹے بھائی کے نئے مذہب اور اس کے عقائد کے رد و بطلان میں یہ رسالہ عربی میں تحریر فرمایا تھا جس میں کتاب وسنت اقوال علماء اہل سنت اور خود ان کے گزشتہ رہنماؤں سے نجدی مذہب کا بے نظیر رد کیا ہے۔ ابتدا میں فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی محمد اعجاز ولی الرضوی نے بصیرت اُفروز دیباچہ تحریر فرمایا ہے۔

۹۔ تکمیل الایمان از شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، اردو ترجمہ بنام ''نعیم العرفان''

دین اسلام کے مسلمہ بنیادی عقائد پر مشتمل یہ کتاب جس کا جاننا اور ماننا ہر مسلمان پر فرض عین ہے جب تک مسلمان کے عقائد درست و صحیح نہ ہوں، خواہ کتنا ہی وہ عبادت گزار اور متشرع نظر آئے مگر اُخروی نجات ناممکن ہے۔ حضرت شیخ محقق شاہ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت کے معتبر ومستند اسلاف میں سے ہیں، ان کی ہر تصنیف ہر عالم دین کے لیے مستند ہوتی ہے۔

۱۰۔ نعیم الکلام فی حدیث خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم:

دروس حدیث پر مشتمل یہ کتاب سواد اعظم میں قسط وار شائع ہوتی رہی۔ یک جا کتابی صورت میں اشاعت کا علم نہیں۔

۱۱۔غنیۃ الطالبین (اس کا ترجمہ اشاعت کے لیے لاہور کے ایک ادارہ کو دیا لیکن ضائع ہوگیا۔)

۱۲۔نعیم البیان تفسیر القرآن (تقریباً دو پارے)

اس تفسیر کے متعلق مفتی صاحب خود لکھتے ہیں:

یہ ایک معتبر مجموعۂ تفاسیر ہے۔ اس تفسیر میں پہلے سیدی صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا مفتی حکیم الحاج سید نعیم الدین صاحب قدس سرہٗ کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ کے ترجمۂ مبارکہ ''کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن'' اس کے ساتھ ہی دیگر تفاسیر میں سے خازن، مدارک، تفسیر رازی، تفسیر مظہری، تفسیر عزیزی، تفسیر ابن کثیر اور دیگر حسب ضرورت واقتضاء معتبر کتب کلام سے استفادہ کیا گیا ہے۔

(نعیم البیان، دیباچہ پارۂ اول، ص۲)

سواد اعظم میں شائع ہونے والے ایک اشتہار میں اس تفسیر کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قرآن کریم کے سمجھنے اور سمجھانے کے سلسلہ میں یہ تفسیر نہایت اہم اور معتبر ہے۔ معتبر ومستند تفاسیر کا خلاصہ اور نچوڑ ہے۔ خوبی یہ ہے کہ نہ یہ طویل ہے اور نہ بہت مختصر۔ مطالب ومفہوم کو نہایت شستہ الفاظ میں مع حوالہ جات بیان کیا گیا ہے۔ ضمناً قرآن پاک پر ستیارتھ پرکاش نے جو اعتراضات کیے تھے ان کا شافی جواب ہے۔ ادیان باطلہ اور تناسخ (آواگون) کا مکمل رد ہے۔''

۱۳۔حیات صدر الافاضل:

پاک وہند کی دینی وسیاسی فتنہ پردازیوں کا تاریخی پس منظر...... گاندھی گردی کی چال بازیاں ...... ہندوؤں کی مسلم کش پالیسیاں...... خلافت کمیٹی کے پردے میں ہندونوازیاں ...... شُدھی کی آڑ میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کی عیاریاں ...... ہندوؤں کی بذلہ خوار جمعیۃ العلماء ہند اور نیشنلسٹ مسلمانوں کی خدا اور رسول اور ملت سے غداریاں...... اسلام اور ملت اسلامیہ کی ہر دَور میں علماء اہل سنت وجماعت کی بے باک کارگزاریاں...... حقیقی دشمنان افرنگ پر غدارانِ ملت کی طعنہ زنیاں...... اسلامی سلطنت مغلیہ کی دشمنی کے پردے میں غداران ملت کی انگریز

سے وفاداریاں ...... علماء اہل سنت کی ہر موقع پر ہر وقت دینی وسیاسی رہنمائیاں ...... تاریخ کے صحیح آئینہ میں دیکھنے کے لیے کتاب ''حیات صدر الافاضل'' کا مطالعہ از حد مفید ہے۔

یہ کتاب سلطان العلوم صدر الافاضل استاذ العلماء حضرت مولانا حافظ حکیم محمد نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہٗ کی زندگی مبارک کی پوری نقشہ کشی کرتی ہے۔ ولادت باسعادت سے لے کر تعلیم، تبلیغ، مناظرہ، تصانیف، مقالہ جات، سیاسی وسماجی تمام حالات پر سیر حاصل تبصرہ وتذکرہ سے مزین ہے۔ آخر میں وصال مبارک کے حالات بھی مندرج ہیں، اور آپ کا نعتیہ کلام بھی شامل ہے۔ غرض کہ ہر نوع سے یہ کتاب مبارک افادیت وجامعیت سے بھرپور ہے۔

۱۴۔شروح الغیب ترجمہ فتوح الغیب از شیخ عبدالقادر جیلانی

فتوح الغیب۔ حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسّی (۸۰) مقالات کا مجموعہ ہے اس کا سلیس اور عام فہم اردو ترجمہ تشنگانِ علم وطریقت، بادہ کشان سلوک ومعرفت، شیفتگانِ توحید ورسالت کے لیے خمخانہ روحانیت، صوفیانہ اصطلاحات اور ان کے معانی کی مکمل تشریح ہے۔ جگہ جگہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح سے بطرز افادہ کا اضافہ کیا گیا ہے۔

روزنامہ کوہستان ۲۷راگست، ۱۹۶۴ء میں اس ترجمہ پر درج ذیل تبصرہ شائع ہوا:

''فتوح الغیب۔ تصوف پر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی مشہور کتاب کا ترجمہ ہے۔ اس میں توحید الٰہی اور فنافی اللہ کے مقامات بیان کیے گئے ہیں جو صوفیائے کرام کے لیے روحانی غذا مہیا کرتے ہیں۔ کتاب میں حضرت شیخ کے اسّی مقالے ہیں جو پند ونصائح اور سلوک ومعرفت سے متصف ہیں۔ جگہ بہ جگہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی شرح سے فارسی اِفادات کا بھی اردو ترجمہ کر دیا گیا ہے تا کہ قارئین کو اصل مفہوم سمجھنے میں آسانی رہے۔ حضرت غوث اعظم رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:'' ماسوی اللہ ہر سمت وجہت سے اندھے ہو جاؤ اور ان میں سے کسی سمت آنکھیں نہ کھولو۔ پس جب بھی تم نے ان میں سے کسی ایک جانب نظر ڈالی تو تمہارے لیے اللہ عزوجل کے فضل اور اس کے قرب کی جہت کا دروازہ نہیں

کھولا جائے گا۔ یہ قلب کی حضوری اور باطن کی صفائی کا ایک نکتہ ہے۔'' آپ کی کتاب ایسے لاکھوں بیش قیمت نکات سے پُر ہے۔ اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے جو حضوری قلب کے راستے ذات باری تعالیٰ تک پہنچنے کی سعی کرتا ہے۔ مفتی غلام معین الدین نے ترجمہ صاف رواں، اور عام فہم زبان میں کیا ہے۔ کتابت وطباعت واجبی سی ہے۔ ایسے گوہر بے بہا کی اشاعت تو نہایت اہتمام کے ساتھ ہونی چاہیے تھی۔''

۱۵. مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ از امام جلال الدین سیوطی، ترجمہ بنام والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ جلال الدین سیوطی کا یہ رسالہ مبارکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک کے ایمان دار، مسلمان، افضل زمانہ، نیک ومتقی اور اہل جنت ہونے کے ثبوت میں بے نظیر وبے مثال ہے۔ ہر معاند ودریدہ دہن کے لیے شافی وکافی اور دندان شکن جواب ہے۔

اس کتاب پر روزنامہ جنگ (راول پنڈی) نے درج ذیل تبصرہ شائع کیا:

''مدتوں سے علماء اسلام میں حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے اسلام کے متعلق اختلاف چلا آرہا ہے۔ ایک طبقہ ان کے کفر کا قائل ہے، دوسرا طبقہ ان کے زمانہ کو قبل نبوت ہونے کے سبب شریعت محمدیہ کا مکلف نہیں سمجھتا اور ملت ابراہیم پر ان کے رُسوخ وایمان کا معتقد ہے، تیسرا طبقہ یہ خیال رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کی قبروں میں زندہ کر کے ان کو مسلمان کر لیا ہے، چوتھے طبقہ کے حضرات ان کے متعلق بُرے الفاظ یا ان کا ذکر کفر کے ساتھ کرنے کو پسند نہیں کرتے اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ مسئلہ اعتقادیات میں سے نہیں ہے اور نہ ہی اس مسئلہ کے متعلق باز پُرس کی جائے گی، اس لیے ہم سکوت کرتے ہیں اور منفی یا مثبت پہلو اختیار نہیں کرتے۔ آج سے تقریباً پانچ سو سال قبل امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور علیہ السلام کے والدین کریمین کے اسلام پر یہ کتاب عربی زبان میں لکھی

تھی۔ مولانا معین الدین نعیمی جو کہ علوم عربیہ ودینیہ کے فاضل اور عربی سے اردو میں کتابوں کو منتقل کرنے میں پوری مہارت کے مالک ہیں۔ نے اسے ترجمہ کر کے مع عربی متن کے شائع کیا ہے۔ ترجمہ نہایت عمدہ سلیس اور رواں ہے۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جس احسن طریق سے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے، یہ انہی کا حق اور مقام ہے اور قابل صد ستائش ہیں۔ اس کے مترجم مولانا غلام معین الدین صاحب نعیمی جن کے ترجمہ پر گمان تصنیف کا ہوتا ہے اگر مولانا اس کو الگ بدون الاصل شائع کرتے تو اس کو ترجمہ نہیں کہا جاسکتا ہے۔''

(سواد اعظم، ۱۹/ جنوری ۱۹۶۵ء)

۱۶۔ نعیم رسالت (مختلف موضوعات پر تین سو سے زائد احادیث کا مجموعہ)

اس رسالہ میں ضروریات مذہب اہل سنت وجماعت کی تقریباً تمام احادیث کو جمع کر دیا گیا ہے، اس کے علاوہ اہم ماثورہ دعائیں بھی شامل کی گئی ہیں۔

۱۷۔ تبییض الصحیفه فی مناقب الامام ابی حنیفه ترجمہ ''مناقب امام اعظم'' از امام جلال الدین سیوطی

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ رسالہ مذہب احناف کے امام ورہنما سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ عنہ کے مناقب جلیلہ اور فوائد بہیہ، فراست ودراست اور تفقہ وتدوین پر بے مثل رسالہ ہے۔ ہر مسلمان سُنّی حنفی کے لیے سرمۂ بصیرت ہے۔

۱۸۔ قرۃ العیون از فقیہ ابو اللیث سمرقندی ترجمہ بنام سرور خاطر

۱۹۔ مواعظ حسنہ از امام عصفوری

امام عصفوری کی تالیف ''مواعظ عصفوریہ'' کا ترجمہ ہے، اس میں چالیس (۴۰) وعظ ہیں جو کتاب وسنت سے مستفاد ہیں۔

۲۰۔ المیلاد النبویه از امام ابن جوزی

پانچویں صدی ہجری میں علامہ ابن جوزی مشہور ومعروف محدث گزرے ہیں جن کی حدیث دانی پر تمام مکتب فکر کے علماء متفق ہیں اور احادیث کے راویوں پر جرح وتعدیل پر ان کی رائے کو قابل وزن کہتے ہیں، خصوصاً زمانہ حاضر کے منکرین میلاد بھی ان کو اپنا امام تسلیم کرتے

ہیں۔امام ابن جوزی نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بیان کے ساتھ جگہ جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ اور وسیلہ کو بھی ثابت کیا ہے

۲۱۔ **شواھد النبوۃ** ازمولانا جامی (اشاعت نہ ہوسکی اور مسودہ ضائع ہوگیا)

۲۲۔**اصول السماع ازمولانا فخر الدین زرّادی**

حضرت مولانا فخر الدین زرّادی کی تصنیف عربی کا سلیس ترجمہ مع عربی کے ہے۔جس میں مشائخ چشت کے سماع کا مسئلہ ہے۔

۲۳۔فقہ اکبر

۲۴۔قصیدہ بدءالامالی

۲۵۔وصایا امام اعظم

مذکورہ بالا ان تینوں کتب کو قبلہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے ترجمہ کیا اور ''مجموعۃ العقائد'' کے نام سے اصل متن عربی مع اردو ترجمہ اور قبلہ صدر الافاضل کی ''کتاب العقائد'' ملا کر شائع کیا، یعنی کل چار کتب کا مجموعہ بنام مجموعۃ العقائد شائع کیا۔

۲۶۔ **معین الاوقات للصوم و الصلوٰۃ** ازمفتی سید غلام معین الدین نعیمی

مفتی صاحب کا ایک علمی کارنامہ یہ بھی ہے کہ آپ نے پچاس سے زائد شہروں کے لیے سحری و افطار و دیگر اوقات نماز کے دائمی جدول بھی ترتیب دیے جو کہ اخبار سواد اعظم میں ہی مختلف اشاعتوں میں شائع ہوئے۔

۲۷۔دستور اساسی و نظام نامہ جمعیۃ العلمائے پاکستان و مرکز پاک سُنّی تنظیم (ترمیم شدہ ۱۹۵۸ء)

۲۸۔مفصل رپورٹ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی سالانہ تبلیغی و تنظیمی آل پاکستان سُنّی کانفرنس منعقدہ ۱۰،۱۱،۱۲/دسمبر ۱۹۵۵ء مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور

۲۹۔مفصل رپورٹ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی چھٹی سالانہ سہ روزہ آل پاکستان سُنّی کانفرنس منعقدہ یکم دوم سوم دسمبر ۱۹۵۶ء مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور

۳۰۔دستور اسلامی اور جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے سلسلہ میں مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی جدوجہد (یہ رسالہ کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔)

ان کے علاوہ بھی مفتی صاحب کی غیر مطبوعہ کتب و تحاریر تھیں نیز بڑی تعداد میں علماء

و مشائخ کے خطوط تھے جو کہ آپ کے وصال کے بعد ضائع ہوگئے۔مفتی صاحب کے صاحبزادہ سید نعیم الدین نعیمی کے بقول آپ کی لائبریری کا ایک حصہ اور مطب نعیمی کا کل سامان مولانا سید خلیل احمد قادری (خطیب مسجد وزیر خان، لاہور) کو دے دیا گیا۔ بقایا کتب مفتی صاحب کے چھوٹے بھائی مولانا غلام قطب الدین احمد کی تحویل میں تھیں اور انہوں نے سواد اعظم کا دفتر موچی گیٹ سے والٹن منتقل کرلیا۔اور صاحبزادہ نعیم الدین ملازمت کے سلسلہ میں لیبیا اور پھر سعودی عرب چلے گئے یوں غیر مطبوعہ کتب و تحاریر کا ریکارڈ محفوظ نہ رہ سکا۔

مفتی صاحب کے تحریر کردہ مقالات/اداریے

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے متعدد مقالات اور اداریے ہفتہ وار جمعیت اور سواد اعظم میں باقاعدگی سے شائع ہوا کرتے تھے جس میں مسلمانوں کے مذہبی، سماجی، معاشی اور ملکی مسائل و حالات حاضرہ پر بھرپور تبصرہ ہوتا نیز مسائل کا حل بھی تجویز کیا جاتا جو کہ مفتی صاحب کی علمی قابلیت، معاشی و معاشرتی مسائل سے واقفیت اور سیاسی بصیرت پر دال ہے۔ بطور نمونہ ایک مختصر اداریہ (سواد اعظم، ۱۵/اکتوبر ۱۹۶۶ء کے شمارہ سے) یہاں نقل کیا جاتا ہے؛

نصابی کتابوں میں ایک فرقہ کی دل جوئی کا مسئلہ

اسلامی مشاورتی کونسل نے تجویز پیش کی ہے کہ؛

''بارہ جماعت تک متفقہ دینیات کے سوا چوتھے اور پانچویں باب سُنّی اور شیعوں کے لیے علاحدہ علاحدہ اختلافی باب ہونے چاہئیں۔''

اگر یہ اطلاع صحیح ہے تو یہ تفریق مفاد پاکستان کے سراسر خلاف اور تشتت و افتراق پر مبنی ہے۔ اس حقیقت میں کسی کو بھی اختلاف نہ ہوگا کہ دنیا میں اسلامی فرقے جتنے کہلاتے ہیں وہ سب کے سب خیر القرون یعنی زمانۂ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد مخصوص مفاد و اغراض کے تحت کی پیداوار ہیں۔خلفاء اربعہ تک نہ باہمی اقتدار کی رسہ کشی تھی اور نہ باہمی تیرو سنان کی بارش تھی۔اس زمانۂ خیر القرون کے بعد ہی اقتدار کی رسہ کشی سے مذہبی منافرت اور فرقہ بندیاں ہوئیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ اس اقلیتی فرقہ کو رواداری سے کام لے کر نجی طور پر جو چاہتا بچوں کو

تعلیم دیتا، اور اسے قانونی شکل میں لانے سے احتراز کرتا کیوں کہ وہ اپنے تمام سیاسی واقتصادی مفادات اکثریت کے ہی جذبۂ رواداری اور حب الوطنی کے ہی بل بوتے پر حاصل کرتا ہے۔ کیا ملک میں ایسا کوئی قانون ہے کہ فلاں فرقہ اپنی تعداد آبادی کے اعتبار سے سرکاری ملازمتوں اور مناصب پر فائز ہوسکتا ہے؟

ظاہر ہے کہ یہ بات نہیں ہے، بل کہ اگر دیکھا جائے تو اکثریت کے جائز و واجب حقوق پامال ہوکر اس اقلیتی فرقہ نے ہر محکمہ اور ہر منصب میں محض مسلمان کہلا کر اپنی تعداد آبادی سے زیادہ ملازمت و مناصب پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اگر وہ فرقہ مشترکہ دینیات پر اکتفاء نہیں کرسکتا تو لازم ہے کہ وہ اپنی تعداد آبادی کے اعتبار سے ملازمت ومناصب میں بحصہ رسدی قناعت کرے، اور جہاں زائد اسامیوں پر قبضہ جما رکھا ہے وہاں سے از خود علاحدہ ہوجائے اور ایسا موقع نہ آنے دے کہ ملک کی غالب اکثریت ملازمت ومناصب میں اپنے جائز حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کرنے پر مجبور ہوجائے۔ خدانخواستہ اگر یہ وباء چل نکلی تو جس طرح گزشتہ تاریخیں گواہی دے رہی ہیں یہ شتابہ بھی پاکستان کی سالمیت کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف ہوگا اور آگے چل کر ایسا ضرور ہوکر رہے گا۔ اس لیے ہم ارباب حکومت سے ملک وملت کے نام پر مخلصانہ گذارش کرتے ہیں کہ خدارا ایسے اقدامات سے پہلوتہی کریں جس کے نتیجہ میں ہمارا وطن عزیز ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔

اگر دینیات میں اس طرح علاحدگی کی وباء چل نکلی اور ہماری حکومت اقلیت کی یوں ہی دل جوئی کرتی رہی، تو خطرہ ہے کہ کل کو جھوٹے نبی کے ماننے والے مرزا غلام احمد قادیانی کی امت اور حجیت حدیث کے منکر گم راہ بے دین فرقہ غلام احمد پرویز کے ماننے والے اور ہندو وخوجے اور بوہرے سب ہی دینیات میں علاحدگی کا مطالبہ کرنے لگیں گے۔ اس طرح فکری وحدت جہاں پارہ پارہ ہوگی وہاں اس کے نتیجہ میں ہمارا وطن پاکستان بھی ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے ارباب حکومت کو عقل سلیم عطا فرمائے اور

دوست دشمن کی تمیز کے ساتھ دشمنوں کی کیادی وفریب کاریوں کو سمجھنے کی صلاحیت عنایت کرے۔ آمین یارب العالمین بجاہ نبیک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

ذیل میں ہم مفتی صاحب کے تحریر کردہ اداریوں کی فہرست پیش کر رہے ہیں:

ہفت روزہ جمعیت، لاہور میں شائع ہونے والے اداریوں/ مقالات کی فہرست:

۱۔ مقامی حکام سانحہ حسو بلیل کی تحقیقات (۲۱ر دسمبر ۱۹۵۷ء)
۲۔ اہل سنت و جماعت واکابر ملت کے لیے لمحۂ فکریہ (۷ر جنوری ۱۹۵۸ء)
۳۔ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی قراردادیں (۱۴ر جنوری ۱۹۵۸ء)
۴۔ مقدمات سے براءت (۲۱ر جنوری ۱۹۵۸ء)
۵۔ مکتوب لندن وجواب (۲۸ر جنوری ۱۹۵۸ء)
۶۔ (اخبار) 'پاکستانی' لائل پور کی اشتعال انگیزی (۲۸ر جنوری ۱۹۵۸ء)
۷۔ لاء کمیشن کی بحالی (۱۴ر فروری ۱۹۵۸ء)
۸۔ ساتویں سالانہ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کانفرنس (یکم/۱۴ر مارچ ۱۹۵۸ء)
۹۔ مسئلہ کشمیر اور پاکستان (۳۱ر مارچ ۱۹۵۸ء)
۱۰۔ انتخابات ناگزیر ہیں (۲۸ر مارچ ۱۹۵۸ء)
۱۱۔ مسلمانو! اپنے ووٹ کی قدر پہچانو (۱۴ر اپریل ۱۹۵۸ء)
۱۲۔ نظام جمعیۃ العلماء پاکستان کی تشریح (۲۱ر اپریل ۱۹۵۸ء)
۱۳۔ پاکستان کے اخبارات کی روش پر مصلحانہ مشورہ (۷ر مئی ۱۹۵۸ء)
۱۴۔ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کا ایک مسلم دل آزار کتاب پر احتجاج (۷ر مئی ۱۹۵۸ء)
۱۵۔ اعلان رویت ہلال پر جمعیۃ کے فیصلہ کی وضاحت (۷ر مئی ۱۹۵۸ء)
۱۶۔ تمام دینی پارٹیوں کو دعوت حق (۱۴ر مئی ۱۹۵۸ء)
۱۷۔ مشرقی پاکستان (۱۴ر مئی ۱۹۵۸ء)
۱۸۔ اختلافی نوٹ (۱۴ر مئی ۱۹۵۸ء)
۱۹۔ اراکین جمعیۃ کا اجلاس (۱۴ر مئی ۱۹۵۸ء)

۲۰۔جمعیت کو سہ روزہ کرنے کے بارے میں مشورہ (۲۱رمئی ۱۹۵۸ء)

۲۱۔مغربیت زدہ طبقہ کو اب تک آزمایئے (۲۶رمئی ۱۹۵۸ء)

۲۲۔تبلیغ اور علماء (۱۳رجون ۱۹۵۸ء)

۲۳۔شذرات (۱۳رجون ۱۹۵۸ء)

۲۴۔حفظ فوری کی واحد سکیم (۲۰رجون ۱۹۵۸ء)

۲۵۔شذرات (۲۰رجون ۱۹۵۸ء)

۲۶۔آزاد کشمیر میں مجلس آئین کا قیام (۲۷رجون ۱۹۵۸ء)

۲۷۔شذرات (۲۷رجون ۱۹۵۸ء)

ہفت روزہ سواداعظم، لاہور میں شائع ہونے والے اداریوں/مقالات کی فہرست:

۱۔ہندونواز جمعیۃ العلماء کے ٹسوے (۲۹رمئی ۱۹۵۹ء)

۲۔اکابر اہل سنت کے نام (۱۷/۲۴رجولائی ۱۹۵۹ء)

۳۔تنظیم اہل سنت اور میرا موقف (۲۳راکتوبر ۱۹۵۹ء)

۴۔اے اکابر کرام! خدارا ملت پر رحم کرو (۲۳راکتوبر ۱۹۵۹ء)

۵۔رضائے مصطفیٰ کا حجۃ الاسلام نمبر پر تبصرہ (۲۷رنومبر ۱۹۵۹ء)

۶۔خلفاء راشدین کے یوم پر سرکاری تعطیل ہونی چاہیے (۲۷رنومبر ۱۹۵۹ء)

۷۔سواداعظم کے بلند عزائم اور سلسلہ تراجم کتب (۲۵ردسمبر ۱۹۵۹ء)

۸۔آزادی اور آئین (یکم مئی ۱۹۵۹ء)

۹۔تبلیغ مذہب اور ہم (۲۵رستمبر ۱۹۵۹ء)

۱۰۔اکابر اہل سنت کے جوابات پر ایک نظر (۲۵رستمبر ۱۹۵۹ء)

۱۱۔پاکستان کے آئین کی تشکیل وتدوین (۸/۱۵رمئی ۱۹۵۹ء)

۱۲۔رمضان المبارک میں کرکٹ میچ (۲۴راپریل ۱۹۵۹ء)

۱۳۔احباب اہل سنت صحت کی دعا کریں (۲۴راپریل ۱۹۵۹ء)

۱۴۔بنیادی جمہوریتیں (۴ردسمبر ۱۹۵۹ء)

۱۵۔رویت ہلال کمیٹیاں توڑ دی گئیں (۴ردسمبر ۱۹۵۹ء)

۱۶۔نیا دستور اور عوام کی رائے (۱۳رمارچ ۱۹۵۹ء)

۱۷۔یہ کیا بوالعجبی ہے؟ (۱۳رمارچ ۱۹۵۹ء)

۱۸۔مسلمانوں کے انحطاط کا سبب (۳۰راکتوبر ۱۹۵۹ء)

۱۹۔ضرورت تنظیم از علامہ سید احمد سعید کاظمی مع جواب از سید غلام معین الدین نعیمی (۳۰راکتوبر ۱۹۵۹ء)

۲۰۔ایک عبارت کی تشریح مع ضروری تردید (۳۰راکتوبر ۱۹۵۹ء)

۲۱۔انتخاب امیر ملت کے لیے سواداعظم کی پیش کش (۶رنومبر ۱۹۵۹ء)

۲۲۔علماء ومبلغین عظام سے معروضہ (۶رنومبر ۱۹۵۹ء)

۲۳۔عالمگیری مسجد اور اس کا خطیب (۳/۱۰رجولائی ۱۹۵۹ء)

۲۴۔محکمہ اوقاف شرائط وقف کا لحاظ رکھے (۸رفروری ۱۹۵۹ء)

۲۵۔وحدانی طرز عمل (۲۷رجولائی ۱۹۵۸ء)

۲۶۔اب سواداعظم ایک جمعہ چھوڑ کر پوسٹ ہوا کرے گا (۲۱رمئی ۱۹۶۴ء)

۲۷۔نام نہاد جماعت اسلامی کی گمراہیاں اور احقاق حق (۲۰ردسمبر ۱۹۶۴ء)

۲۸۔انبیاء کا کفار اور بے دینوں سے مناظرہ (۱۷راپریل ۱۹۶۴ء)

۲۹۔نام نہاد جماعت اسلامی کی گمراہیاں اور احقاق حق (۲۹ردسمبر ۱۹۶۴ء)

۳۰۔طمانیت قلب (۱۹رجون ۱۹۶۴ء)

۳۱۔مولانا مودودی کی گرفتاری (۱۷رجنوری ۱۹۶۴ء)

۳۲۔کون سی آنکھ نجات پاتی ہے (۲۷رمارچ ۱۹۶۴ء)

۳۳۔ماہ محرم سے سواداعظم کو پندرہ روزہ کیا جارہا ہے (۲۷رمارچ ۱۹۶۴ء)

۳۴۔ترجمان مذہب حضرت ہمدم صاحب (۲۱رفروری ۱۹۶۴ء)

۳۵۔موت یا حیات (۲۴راپریل ۱۹۶۴ء)

۳۶۔سواداعظم کی بددیانت ونادہندہ ایجنسیاں (۲۴راگست ۱۹۶۴ء)

۳۷۔مسئلہ لاؤڈ سپیکر اور ہمارے اکابر کے فتاوی (۳رجولائی ۱۹۶۴ء)

۳۸۔علماء ومدیران کا اجتماع (۲۰رنومبر ۱۹۶۴ء)

۳۹۔ ہجری سن کی اہمیت سے مسلمانوں کی غفلت (۲۸رمئی ۱۹۶۴ء)

۴۰۔ کیا روزہ میں انجکشن لگوا سکتے ہیں؟ (۱۹رجنوری ۱۹۶۵ء)

۴۱۔ سوادِ اعظم کی مشکلات (۹ردسمبر ۱۹۶۵ء)

۴۲۔ سوادِ اعظم کی گزارش پر گولڑہ شریف کا شورش سے اظہارِ بے تعلقی (۱۵رمارچ ۱۹۶۳ء)

۴۳۔ سوادِ اعظم موت وزیست کی کشمکش میں ہے (۲۵راکتوبر ۱۹۶۳ء)

۴۴۔ گورنر مغربی پاکستان کا سوادِ اعظم کے نام حکم نامہ (۱۰رمئی ۱۹۶۳ء)

۴۵۔ اخباری کاغذ کی ہوش رُبا گرانی (۲۶رجولائی ۱۹۶۳ء)

۴۶۔ حکومت کے مجوزہ معاہدہ پر چٹان کی خلاف ورزی (۱۹راپریل ۱۹۶۳ء)

۴۷۔ باہمی اتفاق، اسلامی برتری شریعت اسلامیہ کی پیروی میں ہے (۲۷ردسمبر ۱۹۶۳ء)

۴۸۔ مجلس اَحرار اور تحریک تحفظ ختم نبوت (۱۰راکتوبر ۱۹۵۸ء)

۴۹۔ اسلامی شعائر اور گوشت کا ناغہ (۵/۱۲رجون ۱۹۵۹ء)

۵۰۔ اَقوام کی ترقی کا راز اور مسلمانوں کی حالت (۵رفروری ۱۹۶۰ء)

۵۱۔ گستاخ رسول ٹولے الاعتصام کو لگام دی جائے (۲راگست ۱۹۶۳ء)

۵۲۔ نائب صدر مرکزیہ کا بیان (۸رمارچ ۱۹۶۳ء)

۵۳۔ اوکاڑہ کا سانحہ (۲۶راپریل ۱۹۶۳ء)

۵۴۔ کیا حکومت چٹان کے منہ میں لگام نہیں دے سکتی؟ (۱۲راپریل ۱۹۶۳ء)

۵۵۔ پاکستان کو اس کے اَزلی دشمنوں سے بچایا جائے (۴رجنوری ۱۹۶۳ء)

۵۶۔ حزب الرسول کنونشن (۴رجنوری ۱۹۶۳ء)

۵۷۔ فتاوی (یکم دسمبر ۱۹۶۷ء)

۵۸۔ ضروری مسائل (یکم دسمبر ۱۹۶۷ء)

۵۹۔ تازہ دھوکہ دہی (یکم اکتوبر ۱۹۶۷ء)

۶۰۔ سوادِ اعظم (یکم اکتوبر ۱۹۶۷ء)

۶۱۔ قاضی عبدالنبی کوکب کی توبہ کا مطالبہ (یکم جون ۱۹۶۹ء)

۶۲۔ قاضی عبدالنبی کوکب کی تقدیم بر مقالات یوم رضا (۱۵رستمبر ۱۹۶۸ء)

۶۳۔ اہل سنت کا ایک قابل توجہ ضروری فتوی (یکم/۱۵رستمبر ۱۹۶۸ء)

۶۴۔ محکمہ اوقاف (۱۵رجون ۱۹۶۹ء)

۶۵۔ اہم گزارش (۸رمارچ ۱۹۶۶ء)

۶۶۔ نوید امن وآسائش (۳۱راکتوبر ۱۹۵۸ء)

۶۷۔ درس حدیث کتاب الفتن (۱۹ردسمبر ۱۹۵۸ء)

۶۸۔ اہل سنت وجماعت کی خدمت میں (۱۹ردسمبر ۱۹۵۸ء)

۶۹۔ درود پاک میں تخفیف حرام ہے (۲۸رنومبر ۱۹۵۸ء)

۷۰۔ معاشرے کا گھناؤنا پہلو (۱۲ردسمبر ۱۹۵۸ء)

۷۱۔ قارئین سوادِ اعظم کی خدمت میں عرض حال (۲۱رنومبر ۱۹۵۸ء)

۷۲۔ سوال وجواب (۱۵رفروری ۱۹۶۸ء)

۷۳۔ مکمل اسلامی انقلاب کی دعوت (۱۵رجون ۱۹۷۰ء)

۷۴۔ گھر گھر دو عیدیں (یکم فروری ۱۹۶۷ء)

۷۵۔ تاج العلماء مفتی عمر نعیمی (۷راپریل ۱۹۶۶ء)

۷۶۔ آ پہنچے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یکم جولائی ۱۹۶۶ء)

۷۷۔ کتے وتصویر کے نقصانات (یکم اگست ۱۹۶۶ء)

۷۸۔ فتاوی (یکم اگست ۱۹۶۶ء)

۷۹۔ خاصانِ خدا کے حیات افروز اَذکار (۱۸رجولائی ۱۹۶۴ء)

۸۰۔ اظہارِ حق اور جماعت اسلامی کی غلطیاں (۱۳رنومبر ۱۹۶۴ء)

۸۱۔ وزیر قانون کا بیان (۲۷رنومبر ۱۹۶۴ء)

۸۲۔ شورش کا چیلنج وفرار (۲۷رنومبر ۱۹۶۴ء)

۸۳۔ نام نہاد جماعت اسلامی اور ان کے بڑوں کی گمراہیاں (۱۹رجنوری ۱۹۶۵ء)

۸۴۔ مسئلہ توسل اور جماعت اسلامی (۲۷رفروری ۱۹۶۵ء)

۸۵۔ ملکی انتخابات کے پہلے دَور کے بعد دوسرا اور تیسرا مرحلہ (۲۷رفروری ۱۹۶۵ء)

۸۶۔ مودودی صاحب ہم بزرگانِ اسلام کی توہین برداشت نہیں کر سکتے (۲۷رمارچ ۱۹۶۵ء)

۸۷۔ پاکستان اور بھارت (۹رجون ۱۹۶۵ء)

۸۸۔ ماہ شعبان (۹ردسمبر ۱۹۶۵ء)

۸۹۔ نصابی کتابوں میں ایک فرقہ کی دل جوئی کا مسئلہ (۱۵راکتوبر ۱۹۶۶ء)

۹۰۔ پاکستان غلامان رسول کا وطن ہے (کیم اکتوبر ۱۹۶۹ء)

۹۱۔ علماء اور قیام پاکستان (۲۵راکتوبر ۱۹۶۳ء)

تحریکی خدمات

۱۔ آل انڈیا سُنّی کانفرنس:

حضرت صدرالافاضل سید نعیم الدین مرادآبادی نے ۱۹۴۴ء میں آپ کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا منصرم اعلیٰ مقرر کیا اور تمام تر مراسلات وترسیلاتِ زر کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہو گئی۔ تحریک پاکستان میں آپ نے اپنے دیگر احباب کے ساتھ مل کر بھرپور حصہ لیا۔ اس دوران حضرت صدرالافاضل کے ساتھ آپ نے مختلف شہروں کے دورے بھی کیے۔ جس کے نتیجہ میں علماء ومشائخ اہل سنت اور عامۃ المسلمین کو مطالبۂ پاکستان کی حمایت پر آمادہ کیا۔ بنارس کی تاریخی کانفرنس نے تحریک پاکستان کو عوامی تحریک بنا دیا اور بالآخر ۱۴راگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ قیام پاکستان کے بعد آل انڈیا سُنّی کانفرنس کا نام بدل کر جمعیۃ العلماء پاکستان رکھ دیا گیا جب کہ ہندوستان کی حد تک یہ جماعت تقریباً تحلیل ہوگئی اور پھر ۱۹۴۸ء میں صدرالافاضل کے وصال کے ساتھ ہی اس کا وجود بھی ختم ہوگیا۔ صدرالافاضل کے وصال کے تقریباً دو سال بعد (۱۹۵۰ء) میں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور لاہور میں سکونت پذیر ہوئے۔

۲۔ جمعیۃ العلماء پاکستان:

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی لکھتے ہیں:

"مارچ ۱۹۴۸ء کو مدرسہ انوار العلوم ملتان میں علماء اہل سنت کا ایک اجتماع منعقد ہوا، اور اس (آل انڈیا سُنّی کانفرنس) کا نام بدل کر "جمعیۃ العلماء پاکستان" رکھ دیا گیا اور حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب سابق صدر پنجاب سُنّی کانفرنس کو مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کا صدر مرکزی منتخب کیا گیا اور حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید صاحب کاظمی کو ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان نامزد کیا گیا۔" (حیات صدرالافاضل، ص ۱۹۶)

۱۹۴۸ء اور ایک روایت کے مطابق ۱۹۵۰ء میں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی پاکستان آ گئے تو مولانا سید ابوالحسنات قادری نے آپ کو جمعیۃ کے نائب ناظم کا عہدہ دیا۔ نیز مرکزی انجمن حزب الاحناف کے ذیلی ادارہ رضوان کے رکن بنے اور ہفتہ وار رضوان میں مختلف موضوعات پر مقالات بھی تحریر کیے۔ اس دوران آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا۔

مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے ساتھ مل کر آپ نے جمعیۃ کا ترمیم شدہ اَساسی دستور و نظام نامہ ۱۹۵۸ء میں مرتب وشائع کیا۔ دستور کے مطابق جمعیۃ کے قیام کا مقصد وحید اعلاء کلمۃ الحق ہے تا کہ تنظیم سے وابستہ افراد اللہ جل شانہٗ کی رضا اور سرور کائنات خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ تنظیم کا نام "جمعیۃ العلماء پاکستان" رکھا گیا جب کہ عوامی تنظیم کا نام "پاک سُنّی تنظیم" رکھا گیا۔

دستور کی دفعہ نمبر ۴ کے مطابق تنظیم کے اغراض ومقاصد درج ذیل ہیں:

الف: مملکت خداداد پاکستان کی بقاء واستحکام کے لیے کوشاں رہنا اور اس مقصد کی خاطر دیگر عناصر مملکت کے ساتھ تعاون کرنا، بفحوائے تعاونوا علی البر والتقویٰ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی طرف متوجہ کرنا۔

ب: عامۃ المسلمین کے درمیان عقائد صحیحہ کی تبلیغ کرنا تا کہ مسلمان احکام شرعیہ پر عامل ہو کر صحیح اسلامی تہذیب کے خوگر بن جائیں۔

ج: تعلیمی ادارہ جات میں اسلامی نصاب تعلیم کو اس حد تک لازم کرانا کہ طلبہ اسلام کی تعلیم سے پوری طرح بہرہ وَر ہو کر صحیح اسلامی سیرت اور کردار اختیار کرنے کے قابل بن جائیں۔

(د) مسلمانوں کے تشتت وافتراق کو دُور کر کے انہیں کبنیان مرصوص

منظم کرنا اور ان میں مجاہدانہ زندگی گزارنے کا جذبہ پیدا کرنا۔

(ہ) کفر و اِلحاد و زندقہ اور لادینی تحریکات کا بطریق احسن مقابلہ کرنا، اور ان کے اثرات بد سے عامۃ المسلمین کو بچانے کے لیے کوشاں رہنا۔

(و) عربی دینی مدارس کے تعلیمی معیار کو بلند تر کرنے کی تدابیر سوچنا اور اختیار کرنا۔

(ز) علمی تحقیقات کے ادارے قائم کرنا تاکہ مبلغین اسلام، اعدائے اسلام کے پروپیگنڈے کا مُسکت جواب دینے کے قابل بن جائیں۔

دستور کی دفعہ ۷ و ۸ کے تحت تمام ممبران جمعیۃ پر لازم کیا گیا کہ وہ اپنے حلقہ میں جمعیۃ کے اغراض و مقاصد کے حصول اور مسلک کی ترویج و اشاعت کے لیے حتی الوسع کوشش کریں گے۔

جمعیۃ کے دو ایوان تشکیل دیے گئے۔ ایوان عام ساٹھ جب کہ ایوان خاص ۲۵ منتخب اراکین پر مشتمل قرار پایا۔ ایوان کی مدت رکنیت تین سال مقرر ہوئی۔

نیز جمعیۃ کے سالانہ اجلاس کی رُودادیں بھی مرتب کیں چناں چہ ہمارے سامنے ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۸ء کے اجلاس کی رُودادیں ہیں۔ جن کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت کی جمعیۃ اہل سنت کی نمائندہ جماعت تھی اور تمام اکابر اہل سنت اس جماعت سے وابستہ اور اس کی ترقی و استحکام کے خواہاں اور اس کے نصب العین کے حصول کے لیے سرگرداں تھے۔ جمعیۃ کے اجلاسوں میں پیش ہونے والی تجاویز، منظور کردہ قراردادوں اور مرکزی خطبات سے خوش حال، روشن، مضبوط اور مستحکم پاکستان کے لیے علماء اہل سنت کی جدوجہد کا تاریخی ثبوت ملتا ہے۔ جمعیۃ کی رُودادیں جہاد کشمیر میں مجاہدین کی امداد، قرارداد مقاصد کی منظوری، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، دستور پاکستان کی تشکیل، پاکستان کو 'اسلامی جمہوریہ' بنانا، جمہوریت کی بحالی و استحکام، اسلامی نصاب کی تشکیل اور امن و امان کی بحالی میں جمعیۃ العلمائے پاکستان کے نمایاں کردار پر شاہد ہیں۔

پاکستان کو اسلامی جمہوریہ قرار دلوانے اور دستور پاکستان کی تشکیل کے سلسلہ میں جمعیۃ العلماء پاکستان کی کارکردگی و جدوجہد کے متعلق مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے ۱۹۵۶ء میں ایک رسالہ تحریر کیا جو کہ کتاب ہذا میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔

۳۔ پاک سُنّی تنظیم:

اس تنظیم کی بنیاد اگرچہ جمعیۃ کے نئے دستور ۱۹۵۶ء میں ہی رکھی گئی تھی تاہم ۱۹۶۳ء میں پاک سُنّی تنظیم کو فعال بنانے کے لیے کوششیں تیز کی گئیں۔ اس ضمن میں غزالی زماں مفتی سید احمد سعید کاظمی شاہ صاحب نے تنظیم کا بنیادی خاکہ تیار کیا۔ مدیر سواد اعظم مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے اس تنظیم کے اَغراض و مقاصد بیان کیے، چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

''وقت کے اہم تقاضا کے پیش نظر جمہور مسلمانانِ پاکستان کو منظم کرنے کے لیے پاک سُنّی تنظیم کا قیام عمل میں لایا گیا جس کا بنیادی مقصد اجتماعی قوت کے ساتھ عامۃ المسلمین کے عقائد و اعمال کی اصلاح اور انہیں عملی طور پر دین و مذہب اور ملک و ملت کی صحیح خدمت کرنے کے لیے مستعد کرنا ہے۔ اہل سنت کے علاوہ دوسرے تمام مختلف الخیال لوگ منظم ہیں اور وہ اپنے مقاصد کو بروئے کار لانے کے لیے ہمہ تن مصروف عمل نظر آتے ہیں۔ صرف اہل سنت کا طبقہ جو مسلمانوں کا سواد اعظم ہے اور جامد وحامد ہے۔ اس جمود کو توڑنے اور سواد اعظم کو بیدار کرنے کے لیے پاک سُنّی تنظیم کا وجود جس قدر ضروری تھا - اہل بصیرت سے مخفی نہیں۔ ہر میدان میں اہل سنت ہر ایک سے پیچھے نظر آتے ہیں۔ محض فقدان تنظیم کی وجہ سے ہمارا کوئی مضبوط مرکز نہیں۔ ہمارے دینی مدارس بہت قلیل تعداد میں ہیں اور وہ بھی ایسی کس مپرسی کی حالت جن کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اسی طرح ہمارا کوئی تبلیغی ادارہ نہیں، نہ کوئی ادارہ تصنیف و تالیف ہے۔ پریس کی طاقت سے بھی ہم محروم ہیں جب کہ اغیار کے مدارس بھی ہیں اور تبلیغ کے بے شمار مراکز بھی، تصنیف و تالیف کا میدان بھی انہی کے ہاتھ ہے اور پریس کی طاقت بھی ان کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی بے شمار تنظیمیں ہیں انہوں نے ایک ایک مقصد کے لیے الگ الگ تنظیم قائم کی ہوئی ہے اور بنیادی طور پر ان کی سب جماعتیں آپس میں متحد ہیں۔ ان کے آپس میں اختلاف بھی ہوتا ہے تو وہ اسے اپنے ہی تک محدود رکھتے ہیں، جب بھی آپ میں آئے ہیں تو سب ایک ہو

جاتے ہیں۔(سواداعظم، یکم فروری ۱۹۶۳ء)

اس تنظیم کے اولین قائد مولانا سید احمد سعید کاظمی تھے جب کہ ناظم اعلیٰ علامہ محمد شریف نوری قصوری اور امیر اعلیٰ مولانا غلام جہانیاں تھے۔اس تنظیم کی تبلیغی وتحریکی سرگرمیاں سواداعظم میں رپورٹ ہوتی رہی ہیں۔

حزب الرسول:

شورش کاشمیری کی تنظیم حزب اللہ کے مقابلہ میں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے حزب الرسول تشکیل دی، ملک بھر سے ہمدردان مذہب ومسلک نے اس کی رکنیت حاصل کی۔جو اپنے علاقوں میں اہل سنت کی تبلیغی سرگرمیوں میں حصہ لیتے اور بدمذہبوں اور شدت پسندوں کی کارروائیوں پر نظر رکھتے اور مرکز کو رپورٹ کرتے تاکہ مرکز ان تخریبی کارروائیوں کو ارباب اقتدار کے نوٹس میں لاکر ان کے سدِّ باب کی کوشش کرے۔

وصال

مفتی صاحب کا وصال محض اڑتالیس سال کی عمر میں بوجہ سحر ہوا۔ایام مرض کی مکمل کیفیت آپ کے برادر خورد مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی نے اپنے مقالہ ''حیات مخدوم علی الاطلاق'' میں تحریر کی ہے جو کہ آئندہ صفحات میں پیش کیا جارہا ہے۔آپ کا مزار شریف لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب کے وسط (چوبرجی سے مزنگ جانے والی سڑک پر جناب واصف علی واصف کے مزار سے قبل) میں بائیں جانب مولانا غلام محمد ترنم اور مفتی اعجاز ولی الرضوی کی قبور کے ساتھ واقع ہے۔کتبہ پر "ادخل الجنة فقد فاز"(۱۳۹۱ھ) تحریر ہے۔

آپ کے برادر خورد مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی نے سواداعظم کا ایک خاص شمارہ ''معین الدین نعیمی نمبر'' جولائی ۱۹۷۲ء کو شائع کیا۔

نیز اگست ۱۹۷۲ء کے شمارہ (شاہ ابواسحاق قادری نمبر) میں آپ کے پہلے عرس کی رُوداد بھی شائع کی، جسے ہم یہاں نقل کررہے ہیں:

پہلے عرس مخدوم نعیمی کی رُوداد

''عرس مبارک علامہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ شایانِ شان طریقہ سے منعقد ہوا۔ادارہ نعیمیہ رضویہ کی طرف سے والٹن مدینہ کالونی میں مدیر سواداعظم غلام قطب الدین نعیمی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان اجلاس منعقد ہے۔اجلاس کی تین نشستیں تھیں، پہلی نشست میں ختم قرآن پاک کیا گیا جو کہ بعد نماز ظہر عصر تک ہوتا رہا اور نماز عصر کے بعد دوسری نشست میں عالم نوجوان، مقرر شیریں بیان حضرت علامہ الٰہی بخش خطیب شاہ عالم مارکیٹ (لاہور) نے اپنے مخصوص انداز میں علامہ نعیمی کو خراج تحسین پیش کرنے کے علاوہ اصلاح معاشرہ اور علماء کا مقام وادب کے موضوع پر ایک نفیس تقریر فرمائی۔بعد نماز مغرب مدیر مسئول کے مکان پر قل شریف منعقد ہوا۔بعدہٗ معزز مہمانان علماء ومشائخ کرام کو ماحضر پیش کیا گیا۔عشا کے بعد اجلاس کی تیسری نشست شروع ہوئی جس میں صدارت صاحب زادہ الحاج میاں جمیل احمد صاحب شرق پور شریف نے فرمائی اور سرپرستی استاذ العلماء مفتی پاکستان بیہقی وقت حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری مدظلہ العالی نے فرمائی۔اجلاس تلاوت قرآن سے شروع ہوا جس کی تلاوت فخر القراء حضرت علامہ قاری خوشی محمد قادری محمودی نے فرمائی۔اس کے بعد آپ نے اعلیٰ حضرت عظیم المرتبت قدس سرہٗ کی مشہور اور وجد آفرین نعت شریف ''واہ کیا جود وکرم ہے شہ بطحا تیرا'' اپنے مخصوص لحن داؤدی سے پڑھی۔اس کے علاوہ مختلف نعت خوانوں نے نعت خوانی بیان کی۔اس کے بعد تقاریر کا پروگرام شروع ہوا۔پہلے اہالیان مدینہ کالونی اور انجمن محبان مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے حسب ذیل استقبالیہ پڑھا گیا جس کو مدیر سواداعظم نے ترتیب دیا تھا۔اس کے ساتھ ہی ایک منظوم سپاس نامہ حضرت علامہ سید ابوالبرکات صاحب مدظلہ کی خدمت عالیہ میں ادارہ نعیمیہ رضویہ سواداعظم کی طرف سے پیش کیا گیا جس کو حضرت علامہ تابش قصوری نے پڑھا؛

''استقبالیہ- ہم باشندگان مدینہ کالونی اپنے معززین مہمانان وعلماء ومشائخ کی تشریف آوری پر اظہار......اور ہم بالخصوص انجمن محبان مصطفیٰ تہ دل سے علمائے کرام مشائخ عظام کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس آبادی (مدینہ کالونی) میں قدم رنجہ فرما کر اپنے قیمتی اوقات اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہمیں شرف دیدار بخشا اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ مجاہد اسلام مخدوم الملت حضرت علامہ الحاج سید غلام معین الدین مخدوم نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت ہے کہ آپ حضرات نے اس غیر مانوس آبادی کے دلوں کو منور فرمایا اور آخر میں ہم اُمید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ہر سال علامہ نعیمی کے عرس مبارک میں تشریف لا کر ہمارے قلوب کو نورِ ایمان سے منور فرماتے رہیں گے۔''

ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم کی طرف سے اپنے قابل فخر اور صد احترام سرپرست ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم لاہور مفتی اعظم پاکستان بیہقیٔ وقت امام اہل سنت علامہ سید ابوالبرکات امیر حزب الاحناف لاہور کی خدمت عالیہ میں ایک منظوم سپاس نامہ جس کو مدیر مسئول غلام قطب الدین نعیمی برکاتی نے اشعار میں پرویا ہے- پیش کیا گیا۔ اس کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ ایک بجے تک جاری رہا، درود وسلام کے ساتھ ختم ہوا۔

(سواد اعظم-شاہ ابواسحاق قادری نمبر، یکم اگست ۱۹۷۲ء)

☆

حیات مخدوم علی الاطلاق

۱۳۹۱ھ

از: غلام قطب الدین نعیمی
مدیر سواد اعظم، لاہور

تمہیداتِ علالت (۱۳۹۱ھ):

کہتے ہیں 'حیلے رزق بہانے موت'- واقعی یہ بزرگوں کی مثال درست ہے جب ہم علامہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسباب وعلل پر غور کرتے ہیں تو یہ مثال آپ پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔

اہل علم کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ موت العالم موت العالم- ایک عالم کی موت ایک جہان کی موت کے مترادف ہے۔ یہ بھی مقولہ بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ آج تک جتنے بھی علمائے دین دنیا سے تشریف لے گئے پھر کوئی ان کے پائے کا عالم نہ بن سکا۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ ہم رفتہ رفتہ دین سے متنفر ہوتے جارہے ہیں۔ آج اسلام کو جس قدر ہدف تنقید بنایا جارہا ہے شاید ہی کوئی اور مذہب ہو جس کو اس طرح ذلیل کیا جاتا ہو۔ اس کی وجہ صرف علمائے دین کا دنیا سے رحلت کر جانا ہے کہ اسی طرح رفتہ رفتہ علم اُٹھ جائے گا اور جہالت کا دَور دورہ ہوتا جائے گا۔ اس قحط الرجال کے دَور میں جس عالم دین کا دن ہم منارہے ہیں- ان کا نام نامی اسم گرامی ہے:

آفتاب سنت، گل گلزار نعیمیت، عاشق صادق شہنشاہ رسالت، واقف اسرار صمدیت، حامی سنت، ماحی بدعت، مناظر کفر وضلالت، مجاہد دین وملت، ضرب نعیمیت، سیف رضویت، مطلع صحافت، مخزن علم ومعرفت حضرت علامہ مفتی حکیم الحاج مولانا سید غلام معین الدین مخدوم نعیمی نور اللہ مرقدہٗ

جن کی شہادت کو (عمل) سحر ایک بہانہ بن گیا۔

ہوا یوں کہ ایک دن اپنے دواخانے کے باہر کھڑے ہوا خوری فرما رہے تھے کہ یکا یک کچھ خیال آتے ہی اندر کی طرف پلٹے، تھوڑی دُور چلے ہوں گے کہ آپ کا قدم پھسلا مگر سنبھل نہ سکے۔ کرسی کو ہاتھ بڑھا کر پکڑنا چاہا لیکن وہ ہاتھ نہ آسکی، بل کہ کرسی کا ڈنڈا سینے پر لگ گیا جس سے سینۂ مبارک میں چوٹ لگی۔ اس کے بعد دل میں ایک چبھن سی پیدا ہوگئی، دَم گھٹنے لگا، درد نے شدت اختیار کر لی، فوراً ہسپتال کی طرف رجوع کر لیا لیکن ہسپتال میں کوئی ہمدرد و پُرسانِ حال نہ ہوا۔ مجبور ہو کر والد محترم سے فرمایا کہ میاں ہسپتال کے چکروں سے بہتر ہے کہ گھر میں ہی علاج معالجہ کروا لیا جائے۔ بس اب گھر چلو، گھر پر ہی کسی ڈاکٹر سے علاج شروع کر دیں گے۔ چناں چہ اپنے مکان پر واپس آ گئے۔ محلّہ کے مشہور ڈاکٹر غلام حسین چیمہ نے علاج شروع کر دیا۔ لگاتار تین ماہ تک مسلسل علاج ہوتا رہا اور قیمتی سے قیمتی دوائی استعمال کی لیکن بے فائدہ۔ ابتدا میں وہی دَوا خاصا اَثر پذیر ہوتی، کچھ عرصہ استعمال ہونے کے بعد پھر وہی دَوا اُلٹا اَثر کرنا شروع کر دیتی اور نقصان پہنچانے لگتی۔ بارہا ایسا ہوا کہ علامہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹر کو بہ طور مشورہ فرمایا کہ آپ جو دَوا مجھ کو دے رہے ہیں اس مرض میں یہ دَوا اس قدر تیز اَثر والی نہیں دینی چاہیے۔ گویا آپ اپنے مرض کے زیرِ سایہ ڈاکٹر کو تربیت معالجہ دے رہے تھے۔ غرض یہ کہ اس مفید مشورے سے ڈاکٹر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ کے دلائل کے آگے اس کو بھی سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا۔ بعض جگہ تو وہ لاجواب ہو جاتا بل کہ ان کے مشوروں سے خود مستفیض بھی ہوتا، بالآخر اس نے تسلیم کر لیا کہ میں آپ کے مرض کو دراصل اب تک سمجھ ہی نہ سکا ہوں تو پھر علامہ نعیمی نے ایک اور ڈاکٹر کی طرف رجوع کیا جن کا نام نامی اسم گرامی ڈاکٹر محمد فاروق علوی (پی ایچ ڈی، ایم بی بی ایس) - یہ ڈاکٹر صاحب نہایت حاذق، شریف النفس، نہایت خلیق، باشرع انسان ہیں جن کی تشخیص لاجواب، جن کی خدمت کا ہر شخص معترف نظر آتا ہے۔ انہوں نے نہایت سلیقہ اور پُر اَثر انداز میں علاج شروع کر دیا۔ اتنے قابل ڈاکٹر کے ساتھ بھی یہی مرحلہ پیش آیا کہ جو دَوا پُر اَثر ثابت ہوتی انجام کار بے سُود ہو کر رہ جاتی۔ بالآخر ان ڈاکٹر نے جواب دے دیا کہ جو علاج میری سمجھ میں آیا، میں نے اس کا علاج مکمل کر دیا ہے۔ اب آپ کو میرے

نزدیک کوئی مرض باقی نہیں ہے جو قابل علاج ہو۔ علامہ نعیمی نے فرمایا کہ میری جان پر بنی ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ اب کوئی مرض باقی نہیں رہا ہے۔ اس پر ڈاکٹر نے مشورہ دیا تو پھر آپ مادی علاج ختم کر کے روحانی علاج شروع کر دیں۔

علامہ نعیمی نے فوراً والد محترم کے ہاتھ سیدی و استاذی حضرت علامہ ابوالبرکات (امیر مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور) کو بلا بھیجا۔ سید صاحب قبلہ فوراً تشریف لے آئے۔ آپ کے ہمراہ اور بھی علمائے کرام تھے۔ سید صاحب نے کچھ پڑھا پھونکا، دَم کیا، اس کے بعد فرمایا کہ آپ پر تو سحر کیا گیا ہے۔ سید صاحب نے دفتر میں واپس آ کر ایک نقش دم کیا ہوا، اپانی نمک پڑھا ہوا، اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا وہ چراغ جو کہ سحر زدہ لوگوں کے لیے بے نظیر اَثر رکھتا ہے- ارسال کر دیا۔ چراغ جلاتا تھا کہ سحر نے اپنا اَثر دکھانا شروع کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے علامہ نعیمی چارپائی سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے اُچھلنے کودنے لگے۔ دوسرے دن چراغ کا یہ اَثر ہوا کہ چراغ جلاتے ہی رفتہ رفتہ جوش پیدا ہونے لگا اور پھر اپنے ہاتھ گریبان میں ڈال کے اس کو تار تار کر دیا۔ یہ ایک نیا بنیان تھا جو کہ ایک طاقت وَر آدمی سے ہی بہ دقت پھٹتا ہے، کمزور و ناتواں کے لیے تو اس کا پھاڑ دینا کارے دارد۔

مزید برآں کہ آپ فوراً اُٹھ کر یہ کہتے ہوئے بھاگتے کہ میں کبھی اپنے اوپر تمہیں قابو نہ پانے دوں گا۔ مجھ سے دُور ہٹ جاؤ۔ اس وقت آپ میں بَلا کی قوت تھی۔ والد محترم نے آگے بڑھ کر آپ کو پکڑنا چاہا لیکن ان کے بھی قابو میں نہ آسکے۔

اتفاق سے ایک الماری سے ٹکرا کر بے بس ہو گئے اور گر پڑے، ان پر یوں قابو پا لیا گیا۔ ناتوانی کا یا تو یہ عالم تھا کہ اُٹھنا بیٹھنا دوبھر تھا یا اس وقت اچانک اتنی قوت نہ معلوم کہاں سے آ گئی تھی کہ آپ پر کسی کا قابو پانا مشکل ہو گیا۔ صاف ظاہر ہے کہ اَثر سحر (جادو) کا ہی ہو سکتا ہے۔

آج ایک سال گزر جانے کے بعد بھی آپ کے مکان سے سحر کے آثار ملتے ہیں۔ الغرض جب آپ کو قدرے سکون ہوا تو دریافت کیا گیا یہ کیا ماجرا تھا؟ آپ کو یکا یک کیا ہو گیا تھا تو اس کا سبب یہ بتایا کہ کچھ لوگ میری طرف چھری کانٹوں سے لیس میرے قریب آنے کی کوشش کر رہے تھے اور میں ان کے دائرے سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ دوسرے دن صبح کو حکم دیا کہ میری

چار پائی کو بدلا جائے اور یہ چار پائی ادھیڑی جائے چناں چہ چار پائی کو کھولا گیا۔ سرہانے کی اور پائنتی کی طرف سے چھوٹی چھوٹی کیلیں برآمد ہوئیں۔ پھر حکم دیا کہ اس کو باغ میں لے جا کر جلا دو۔ یہ رنگ دیکھ کر اکثر احباب نے مشورہ دیا کہ فی الحال یہ مکان تبدیل کر دیا جائے۔ اس لیے وہاں سے منتقل ہو کر گڑھی شاہو جامعہ نعیمیہ کی بالائی منزل میں آ گئے۔ جہاں تقریباً ۱۵ یوم قیام پذیر رہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اپنے سابقہ مکان میں واپس چلو۔ طے یہ ہوا کہ جانے سے پہلے وہاں قلعی کر دی جائے۔ اسی دن قلعی کر دی گئی اور دوسرے دن ہم سابقہ مکان پر واپس آ گئے۔ اسی دوران آپ نے دیکھا کہ کوئی شخص آپ کے سرہانے کھڑا ایک چادر اور تین گز سفید لٹھا پیش کر رہا ہے۔ ساتھ ہی یوں کہتا ہے کہ یہ چادر بچھاؤ، یہ کپڑا اپنے اوپر لپیٹ لو۔ یہی اب تمہارا اوڑھنا بچھونا ہوگا۔ اس وقت سے آپ گرتے ہی چلے گئے۔ ہر ساعت سابقہ ساعت سے بدتر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ آپ کے منہ سے خون آنے لگا۔ پہلے تو سرخ رنگ میں خون تھا لیکن سابقہ مکان آتے ہی خون سیاہ مائل ہو گیا۔ پھر خون کے ہمراہ جگر کے ٹکڑے آنے لگے جس سے ہر شخص متفکر نظر آنے لگا۔

خادم فراخ ہمت (۱۹۷۱ء):

آپ کے مالک مکان جو کہ علامہ نعیمی کے بڑے کرم فرماؤں میں سے تھے آپ زندگی بھر ان کے بڑے مداح رہے، ان کو اپنا محسن تصور کرتے تھے۔ ان کا نام نامی اسم گرامی محمد افضل چغتائی صاحب ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ یہ ہے آپ کو علامہ نعیمی کی صحت کا بڑا ہی فکر تھا۔ دوران علالت مرحوم کے اہل وعیال کی سخنے درمے قدمے ہر طرح دیکھ بھال اور ان کی خدمت کو اپنا شعار سمجھتے تھے۔ میں اس وقت بڑا ہی متاثر ہوا جب کہ میں نے دیکھا کہ چغتائی صاحب بارش کے عالم میں علامہ نعیمی کو میو ہسپتال میں داخلہ دلوانے کے لیے ہاتھ میں چھتری پکڑے، پتلون کے پائنچے چڑھائے تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں۔ دو دن کی ان تھک کوششوں کے بعد چغتائی صاحب میو ہسپتال میں داخلہ دلانے میں کامیاب ہو گئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ چغتائی صاحب کی کاوشوں اور خدمتوں کا نہ ذکر کرنا احسان فراموشی کے

مترادف ہوگا۔ کیا خبر تھی کہ علامہ نعیمی کے یہ آخری ایام ہوں گے۔ آپ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو ہسپتال گیا مڑ کر واپس نہ آیا، میں بھی ہسپتال سے واپس نہ آؤں گا۔ یہ مایوس کن الفاظ ہسپتال جاتے وقت پھر دہرائے اور یہ الفاظ ایک حقیقت ثابت ہوئے۔ ہسپتال روانہ ہوتے وقت شب کا گزرا ہوا واقعہ بیان فرمایا۔ ایک بزرگ ہمدردانہ طور پر آپ کو تقریباً ۳۵ منٹ تک اپنے سینے سے لگائے تشفی و تسلی دیتے رہے اور ان بزرگ نے یہ بھی فرمایا کہ تمہارے لیے اس طرح لیٹا رہنا مفید نہ ہوگا۔ بہتر یہی ہے کہ آپ بیٹھے رہیں۔ اس وقت سے آپ بیٹھا رہا کرتے۔ ایک تو لیٹا رہنے سے تکلیف ہوتی اور سوائے اُٹھ کر بیٹھ جانے کے اور چارہ کار نہ ہوتا۔ دوسرے جب سے یہ حکم ہوا اس وقت سے بیٹھنا ہی معمول بن گیا تھا حتیٰ کہ ہسپتال میں بھی آپ نے لیٹنے کا نام تک نہ لیا۔ آپ کے زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ آپ منہ پھیر کر اُلٹے رُخ بیٹھا کرتے تھے تا کہ ہسپتال کی نرسیں اور دیگر غیر محرم عورتوں کو بھی نہ دیکھ سکیں۔

ساغر شہادت (۱۹۷۱ء):

۳؍اگست ۱۹۷۱ء کی صبح منگل کے دن میو ہسپتال داخل ہوئے۔ داخلہ کے فوراً بعد سب سے پہلے انجکشن لگا دیا گیا اور شب کو آکسیجن چڑھایا گیا۔ دوسرے دن صبح کو گلوکوز کی بوتل بذریعہ سوئی چڑھانا شروع کر دی۔ ابھی نصف کے قریب بوتل ختم ہوئی تھی کہ آپ نے اپنے صاحب زادے سید محمد نعیم الدین سے فرمایا کہ بوتل بند کر دو، سوئی نکال دو۔ اس نے سوئی نکال باہر کی۔ نرس نے جا کر ڈاکٹر کو رپورٹ کر دی۔ ڈاکٹروں کی ایک جماعت آ گئی۔ انہوں نے آ کر کہا کہ تمام بوتل چڑھانی ہوگی، آپ نے ابھی سے کیوں بند کر دی۔ علامہ نعیمی نے فرمایا کہ میرا پیٹ گلوکوز کے بوجھ سے پھٹنے جا رہا ہے۔ باقی بوتل چڑھانی میری قوت برداشت سے باہر ہے۔ ڈاکٹروں نے کوئی ایسی بات کہہ دی جو کہ آپ کو ناگوارِ خاطر گزری، خاموشی کے عالم میں آنسو نکل پڑے، ایک سرد آہ کھینچی۔ یہ ڈاکٹر اپنے کمرے میں بیٹھنے بھی نہ پائے ہوں گے کہ آپ نے جانِ جانِ آفریں کو دے دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ بدھ کا دن تھا اور اگست ۱۹۷۱ء کی چار اور جمادی الاخریٰ کی بارہ۔ تین بج کر ۳۰ منٹ پر

آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

گلعذاران شہید (۱۳۹۱ھ):

آپ کے اپنے پس ماندگان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ والد بزرگ وار جن کی عمر شریف اس وقت ۷۰ سال کے لگ بھگ ہے۔

۲۔ ایک نابینا ہمشیرہ جن کی عمر تقریباً ۴۵ سال

۳۔ ایک برادر خورد جو کہ اس وقت آپ کے پندرہ روزہ جریدہ سواد اعظم کی ادارت سنبھالے ہوئے ہیں۔

۴۔ بڑے صاحب زادے کی عمر اس وقت بیس سال کے قریب ہے جو آج کل ہزارہ ٹیلی فون فیکٹری میں ملازم ہیں ان کا اسم گرامی سید غلام نعیم الدین نعیمی ہے۔

۵۔ ایک بڑی صاحب زادی جو کہ کراچی میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ رہتی ہیں۔

۶۔ (ایک لڑکا) اور تین لڑکیاں بھی ہیں جو کہ اپنی والدہ محترمہ کے زیر نگرانی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔

کرامات بلند مراتب (۱۳۹۱ھ):

آپ کے زمانۂ حیات میں کچھ ایسی باتیں ہمارے سامنے آئیں جن کو کسی صورت محض اتفاقی نہیں قرار دیا جا سکتا بل کہ عموماً اہل اللہ سے ایسے مافوق العادات واقعات رُونما ہوا ہی کرتے ہیں اور ایسی اتفاقی باتوں کو کرامات کا خطاب دیا جاتا ہے۔ مناسب یہی ہے کہ وہ چیدہ چیدہ واقعات بھی پیش کر دیے جائیں۔

۱۔ آپ نے ایک بار دورانِ علالت مجھ (برادرِ خورد مدیر مسئول سواد اعظم) سے فرمایا کہ مجھ پر موت کی تمام علامتیں ختم ہو چکی ہیں۔ میں عن قریب جانے والا ہوں اس لیے تم دوسرے تیسرے دن مل جایا کرو، نہ معلوم مجھے کس وقت خدا کے ہاں طلب کر لیا جاوے۔ میں چوں کہ مدینہ کالونی والٹن سکول لاہور میں رہائش پذیر ہوں اس لیے ہفتہ میں ایک دو بار آپ سے ملنے چلا آیا کرتا تھا اور اب سواد اعظم کا بھی وہیں دفتر ہے۔ الغرض یہ دل خراش جگر پاش الفاظ اس

بات کی غمازی کرتے ہیں کہ آپ کو اپنی وفات کا علم ہو چکا تھا، اس کے بعد میں اکثر راتوں کو ان کے مکان پر شب گزارا کرتا یہاں تک کہ آخری راتوں میں متواتر آپ کی خدمت میں حاضر رہتا۔

۲۔ دورانِ علالت آخری ایام میں اپنے استاذ محترم حضرت صدر الافاضل کے اس شعر کا ورد زبان پر اکثر لایا کرتے؛

چل دیے چھوڑ کر چمن پیرا
گل و گلزار کا خدا حافظ

۳۔ اخبار سواد اعظم کے آخری شمارہ میں زندگی سے مایوس ہو کر لکھا تھا کہ یہ شمارہ شاید آخری ہو اور یہ نوشتہ ایک حقیقت ثابت ہوا کہ آئندہ کا شمارہ چھپنے تک آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

۴۔ اسی شمارے کے اندر آپ نے ایک مضمون بعنوان ''مرنے کے بعد کیا ہوگا'' شائع کیا، اگر چہ یہ مضمون کسی سے ماخوذ تھا لیکن اس عنوان کا انتخاب بھی تو قابل داد اور محل نظر ہے۔ اور یہ تمام باتیں ثابت کر رہی ہیں آپ کو اپنے روانہ ہو جانے کا کامل علم تھا۔

۵۔ وفات کے ایک روز قبل آپ بار بار یہ دریافت کرتے تھے کہ میرے چہرے کی طرف دیکھو۔ کیسی رونق ہے۔ وفات کے بعد بھی آپ کا چہرہ مبارک پُر نور اور بارونق اور جسم اطہر ترو تازہ اور منور رہا۔ جسم مبارک سے نور کے قطرے اس طرح چمک رہے تھے جس طرح سوئے انسان کے جسم اور چہرے پر پسینہ آیا ہو۔ کچھ یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ نے وفات نہیں پائی بل کہ حضرت سو رہے ہیں۔

۶۔ وفات کے بعد حسب معمول ہم مزارِ انور پر روشنی کرنے جاتے رہے۔ ایک دن سخت بارش تھی اور اتفاق سے ہم اپنے ہمراہ ماچس لے جانا بھول گئے اور قریب نہ کوئی بازار تھا اور نہ کوئی بارش کی وجہ سے راہ گیر مل سکا، جس سے ماچس طلب کر لی جاتی۔ عجیب پریشانی کا عالم تھا، اِدھر اُدھر بھی ماچس کی تلاش میں سرگرداں رہے لیکن کہیں سے ماچس دست یاب نہیں ہو سکی۔ مجبور ہو کر ہم فاتحہ پڑھنے لگے، ہمیں یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب ٹریفک کی روشنی جو مزار

انور پر آکر پڑی تو ماچس آپ کے مزار پر پڑی ہوئی ہے اور وہ بارش سے بالکل محفوظ ہے، نہ بھیگی نہ سیلابی۔

۷۔ مزار پر ہم حسب معمول چراغ جلانے جارہے تھے کہ ٹیکسی ڈرائیور نے مطلع کیا کہ پٹرول ختم ہوگیا ہے۔ ہمیں مجبوراً اُترنا پڑا، دل میں یہ پریشانی کہ مزار انور دُور ہے کیسے وہاں تک پہنچیں گے۔ ہمارا اندازہ تھا کہ ہمیں کافی دُور پیدل چلنا پڑے گا لیکن ہمارا یہ اندازہ غلط نکلا، دو چار ہی قدم چلے ہوں گے کہ مزار سامنے تھا۔

حسب ونسب باعث مسرت (۱۳۹۱ھ):

ایک تبحر عالم دین قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت مولانا سید خدا بخش صاحب مجددی چشتی نظامی فخری رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ خدا رسیدہ بزرگ تھے جو کہ کاکا خیل سادات سے خاندانی نسبت رکھتے تھے۔ یہ مراد آباد میں سکونت پذیر تھے۔ حضرت موصوف کے صاحب زادے حضرت مولانا الشاہ صوفی سید صابر اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی چشتی نظامی اشرفی نعیمی کے یہاں معین الملت نے ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو دنیائے ناپیدا کنار میں قدم رنجہ فرمایا۔ اس وقت کیا تصور کیا جاسکتا تھا یہ ہونہار فرزند آگے چل کر ایک تبحر عالم دین بھی بن سکتا ہے۔

سند فضیلت علوم معارف (۱۳۹۱ھ):

علامہ نعیمی بچپن ہی سے علوم دین کی طرف راغب تھے۔ اس لیے اس وقت کے جید عالم دین مناظر اسلام شیخ الحدیث والتفسیر جامع معقول ومنقول عارف کامل فخر الاماثل صدر الافاضل استاذ الکل حضرت الحاج مفتی حکیم حافظ سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی قدس سرہٗ ونور اللہ مرقدہٗ کے مدرسہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل کردیا گیا۔ جہاں آپ نے بہت جلد ابتدائی کتابیں ختم کرڈالیں اور اب باقاعدہ درس نظامی پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ دورۂ حدیث خود حضرت صدر الافاضل سے کیا اس وجہ سے آپ کی علمی قابلیت میں اور چار چاند لگ گئے۔ آپ کی علمی صلاحیت کو دیکھ کر صدر الافاضل نے اپنے قرب خاص میں بہ طور خادم رکھ لیا۔

سند حکمت بیضاء ۱۳۹۱ھ:

اور خود بھی چوں کہ طبیب حاذق کامل تھے اس لیے مرحوم کو بھی علم طب کے منازل طے کرا کے ان کو حذاقت کے مقام تک پہنچا دیا۔ ۱۹۴۲ء میں طب کی سند طبیہ وہاجیہ کالج سے الحکیم الفاضل عربی زبان میں حاصل کی۔

انصرام ملت حال واستقبال (۱۳۹۱ھ):

جس طرح آپ کو علوم اسلامیہ حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اسی طرح آغاز جوانی سے ہی مسلمانوں کے فلاح وبہبود کے لیے کام کرنے کا جذبہ رکھتے تھے چناں چہ حضرت صدر الافاضل کی معیت میں ۱۹۴۲ سے ۱۹۴۸ء تک جمہوریت اسلامیہ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے منصرم رہے اور پاکستان کی تحریک اور پھر اس کی تعمیر کے لیے دن رات ایک کرکے کام میں لگے رہے۔ انقلاب کے بعد ۱۹۵۰ء میں پاکستان لاہور میں چلے آئے۔ لاہور میں آکر آپ چین سے نہیں بیٹھے۔ اب سب سے اہم کام ملک وقوم کی خدمت اور تعمیری کام میں ہاتھ بٹانا تھا۔ اس ذوق سلیم کے پیش نظر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان میں شامل ہوگئے اور آپ کی خدمت میں نائب ناظم اعلیٰ کا منصب پیش کیا گیا جس سرگرمی اور انہماک سے آپ نے فرائض مفوضہ کو انجام دیا اس کا ہر کس وناکس معترف ہے۔ اس دوران میں ہفت روزہ جمعیت نکالا جو کہ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کا آرگن (Organ) تھا۔ ناگزیر حالات کی وجہ سے اخبار جمعیت اور دوسرے اُمور جمعیت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اس کے بعد آج تک اپنے استاذ محترم حضرت صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین صاحب مراد آبادی کی یاد میں سواد اعظم کے نام سے ایک مذہبی تحقیقی مضامین پر مشتمل ایک پندرہ روزہ رسالہ کا اجرا کیا جو اب تک جاری وساری ہے اور آئندہ بھی ان شاء اللہ العزیز بہ دستور جاری رہے گا۔ اب اس کی ادارت ان کے چھوٹے بھائی (مولانا) غلام قطب الدین احمد نعیمی نے سنبھال لی ہے اور دار الافتاء کا سلسلہ بھی جاری رہے گا۔ دار الافتاء کی نگرانی شیخ الحدیث والتفسیر جامع معقول والمنقول حضرت علامہ مفتی اعجاز ولی الرضوی فرمارہے ہیں اور سرپرستی شیخ الحدیث فقیہ اعظم قبلہ ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ مرکزی

دار العلوم حزب الاحناف فرما رہے ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ سے دست بدعا ہیں کہ مولا کریم علامہ نعیمی کی اس نشانی کو ہمیشہ قائم رکھے اور ان کے لائحہ عمل کے مطابق رسالہ کی طرف سے خدمت ہوتی رہے۔

تصانیف وتراجم جامع فنون ۱۹۷۱ء:

مرکزی **جمعیۃ العلماء پاکستان** کے صدر اعلیٰ حضرت علامہ ابوالحسنات قادری قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم ونور اللہ مرقدہٗ کے انتقال کے بعد دنیا کی بے رُخی دیکھ کر آپ کا دل ٹوٹ گیا پھر آپ نے کسی جماعت سے منسلک ہونا فضول سمجھا لیکن خدمت دین کا جذبہ دل میں بدستور موجزن رہا اور اس کے لیے آپ نے یہ راہ نکالی کہ علمائے اہل سنت وجماعت کے نایاب کتب عربی وفارسی سے اردو ترجمے کیے اور شائع فرمائے اور دیگر پبلشروں نے بھی ان سے فائدہ اُٹھایا۔ آپ نے تقریباً ساٹھ کے لگ بھگ تراجم اور تصنیفیں فرمائیں جن کی ۴۵ کے قریب آپ کے ادارہ اور دیگر پبلشرز اداروں نے شائع کیے اور باقی غیر مطبوعہ مسودہ کی صورت میں موجود ہیں۔ **ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم** ان کو منظر عام پر لانے کے لیے کوشاں ہے۔ جو کتابیں شائع ہو چکی ہیں ان میں **فتوح الغیب، مدارج النبوۃ**، کشف المحجوب، **الشفا، ماثبت بالسنۃ** کا ترجمہ جو کہ قابل ذکر ہیں جو کہ مشہور ہونے کے علاوہ نہایت مقبول ہر خاص وعام ہیں۔

(سواد اعظم یکم تا ۱۵ر جولائی ۱۹۷۲ء)

☆

الحاج مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ

از: اختر شاہجہان پوری

ولادت وتربیت:

آپ ۲۳ر دسمبر ۱۹۲۳ء کو اس جہان فانی میں رونق افروز ہوئے۔ والد محترم صوفی سید صابر اللہ شاہ صاحب چشتی نظامی اشرفی نعیمی ہیں جن کی عمر اس وقت تقریباً ستر (۷۰) سال ہے۔ آپ حضرت سید خدا بخش شاہ صاحب مجددی چشتی فخری علیہ الرحمۃ کی اولاد امجاد سے ہیں جو کاکا خیل سادات خاندان کے مشہور ومعروف اور صاحب کشف وکرامت بزرگ ہو گزرے ہیں۔ جائے پیدائش مراد آباد ہے۔

معین ملت (مفتی غلام معین الدین نعیمی) کے والد محترم کو حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی، اس حقیقت کو مفتی صاحب مرحوم نے اپنے لفظوں میں بیان فرمایا تھا:

''میرے والد صوفی صابر اللہ شاہ صاحب مدظلہ العالی حضرت اقدس (صدر الافاضل) سے بے پناہ عقیدت ومحبت رکھتے تھے اور کوئی بھی خانگی اُمر حضرت سے مخفی نہ تھا۔ کوئی بیمار ہو یا کوئی مسئلہ دریافت کرنا ہو سب میں صرف حضرت ہی پر اعتماد تھا اور ہے۔ (حیات صدر الافاضل)

علامہ حکیم مفتی غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم عقلیہ ونقلیہ کا کمال جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے پایا۔ باقاعدہ تعلیم کا آغاز دس سال کی عمر سے ہوا جب کہ ۱۹۳۳ء میں آپ کو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں داخل کروایا گیا۔ قبل ازیں اپنے والد محترم کے ہمراہ حضرت صدر الافاضل کی خدمت میں آپ بھی حاضر ہوا کرتے تھے۔ کچھ والد محترم کا اثر اور کچھ حضرت صدر الافاضل کے

کمالات کی تاثیر کہ موصوف کا دل حضرت صدرالافاضل کی عقیدت ومحبت کا گنجینہ بن گیا۔ حضرت بھی ازراہِ کرم وشفقت آپ کو''شاہ جی'' کہا کرتے تھے۔

جب **جامعہ نعیمیہ** میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا تو حضرت صدرالافاضل کی بارگاہ میں حاضری باقاعدگی سے ہونے لگی اور عقیدت ومحبت کا یہ رشتہ روز بروز بڑھتا ہی گیا۔ اردو فارسی کی تعلیم کے دوران تین سال تک یہی کیفیت رہی۔ ۱۹۳۶ء سے آپ کی باقاعدہ عربی تعلیم شروع ہوئی تو حاضری کے مواقع اور بھی زیادہ میسر آنے لگے۔ ہونہار دیکھ کر آپ کے استاد تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اکثر آپ کی تعریف کرتے اور شفقت سے پیش آیا کرتے تھے۔ موصوف **جامعہ نعیمیہ** مرادآباد کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے اور حضرت صدرالافاضل کو ان پر کمال اعتماد تھا۔

خزائن العرفان کی تصحیح:

۱۹۴۰ء میں حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر **خزائن العرفان** کو دوبارہ چھپوانے کا ارادہ کیا تو ترجمہ وتفسیر کے اصل مسودات کی تصحیح کے کام میں مولانا غلام معین الدین نعیمی کو اپنا شریک بنایا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان بزرگوں کی نظر کرم سے موصوف چند سالوں ہی میں علوم دینیہ کے کیسے کیسے خزانوں کو لوٹ کر مالا مال ہو چکے تھے۔ ۱۹۴۱ء میں جب حضرت صدرالافاضل کو دوسری دفعہ حبس بول کا عارضہ ہوا اور تین دن تک ڈاکٹر حضرات بھی سعی بسیار کے باوجود مایوس رہے تو شدت مرض کے دوران آپ نے تاج العلماء اور اپنے مخصوص نیازمندوں اور اپنے صاحب زادوں کی موجودگی میں بڑے صاحب زادے حکیم سید ظفر الدین احمد صاحب سے فرمایا:

مولانا میاں! قرآن کریم کی طباعت مکمل نہیں ہوئی ہے۔ تصحیح کا کام شاہ جی سے ہی مکمل کرانا۔ چوں کہ یہ میری طرز تحریر اور رسم خط سے خوب واقف ہو گئے ہیں۔ میں تو جوان کو دیتا تھا یہ اپنی سعادت مندی سے لے لیتے تھے لیکن تم ان کو ہر حال میں راضی رکھنے کی کوشش کرنا اور شاہ جی کے ساتھ گجرات سے مفتی احمد یار خان کو بلا لینا۔

یہ دونوں تفسیر کی طباعت کی تصحیح کرلیں گے۔ (حیات صدرالافاضل، ص۲۳۷)

علم طب وحکمت:

دوران تعلیم آپ نے حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کے حکم سے تحصیل علم طب کا کام کیا اور ۱۹۴۴ء میں **طبیہ وہاجیہ کالج لکھنؤ** سے ''الحکیم الفاضل'' کی سند حاصل کرلی اور اس کے ساتھ ہی علوم دینیہ کی تمام درسی کتابیں بھی اپنے اساتذہ سے پڑھ چکے تھے۔ اس کے فوراً بعد آپ بیمار پڑ گئے۔ بیماری کا سلسلہ ایسا دراز ہوا کہ سات مرتبہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے موتی جھرہ نکلی، بعدہٗ فالج گرا۔ جس کا حملہ شدید تھا۔ مرض کی شدت اور دیرینہ علالت کے باعث کیفیت یہ تھی کہ کھال کے لفافے میں ہڈیوں کے سوا اور کچھ محسوس نہ ہوتا تھا۔ زندگی باقی تھی لیکن بہ ظاہر اس کی کوئی نشانی نظر نہیں آتی تھی۔ دو سال تک متواتر صاحب فراش رہنے کے بعد آپ کو غسل صحت نصیب ہوا، اور اس کے بعد ۱۹۴۵ء میں باقاعدہ طور پر آپ کی دستار بندی ہوئی۔
والحمد للہ علی ذالک

منصرم آل انڈیا سُنّی کانفرنس:

ان دنوں متحدہ ہندوستان میں تحریک پاکستان زوروں پر تھی۔ حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ جو اس نظریہ کے اصل بانی اور سُنّی کانفرنس کی روح رواں تھے۔ انہوں نے اپنی مساعی جمیلہ کو تیز سے تیز تر کر دیا تھا۔ مفتی غلام معین الدین مرحوم سے اس سلسلہ میں کام لیا گیا۔ خود موصوف کی زبانی ملاحظہ ہو:

''اسی دوران میں تحریک قیام پاکستان شروع ہوگئی۔ آپ نے سُنّی کانفرنس کی تنظیم تیز تر فرمائی اور ملک میں دورے شروع کر دیے۔ لہٰذا اس خادم کو مرکزی دفتر **آل انڈیا سُنّی کانفرنس** کا منصرم مقرر کیا۔ تمام مراسلات ومواصلات تحصیل وترسیل زر اس خادم کے سپرد ہوئی اور جب ملک میں حضرت کے دورے قیام پاکستان کے سلسلے میں شروع ہوئے تو اس خادم کو اپنی خدمت میں ساتھ رکھا۔

(حیات صدرالافاضل، ص۲۳۹)

۱۹۴۴ء سے ۱۹۴۸ء تک آپ آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے منصرم رہے جب ۱۸؍ذوالحجہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳؍اکتوبر ۱۹۴۸ء کو حضرت صدرالافاضل اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے تو آپ کا سارا ہی خاندان اپنے مشفق کی جدائی کے صدمے سے اتنا نڈھال ہوا کہ وہی مراد آباد جو آج تک قلبِ مضطر کی تسکین کا باعث ہوا کرتا تھا، اب اسی کے ہر دَر و دیوار سے وحشت ٹپکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ شہر کی رونق اور گرم بازاری اگرچہ حسب معمول تھی لیکن یہ خانوادہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا کیوں کہ

ساقی بھی ہے مینا بھی ہے مے بھی ہے گھٹا بھی
گر وہ نہیں تو خاک بھی محفل میں نہیں ہے

الجمعیۃ کا اجراء:

یہی اضطراب تھا جو ۱۹۵۰ء میں آپ کو پاکستان میں لے آیا، لاہور میں قیام کیا۔ حضرت ابوالحسنات قبلہ سید احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ العلماء پاکستان نے اس گوہر یکتا کو جمعیۃ کا نائب ناظم مقرر کیا۔ نظامت کے دوران آپ جمعیۃ کی طرف سے اخبار جمعیت نکالتے رہے۔ کچھ عرصہ بعد جب سنیوں کی اس نمائندہ جماعت میں بعض وہ حضرات بھی شامل ہونے میں کامیاب ہو گئے جو ملک وملت کی اسلامی خطوط پر رہنمائی اور سُنّی حضرات کی نمائندگی کرنے کی بجائے شہرت کے طلب گار اور ہوائے نفسانی کے پاسبان تھے تو آپ نے جمعیۃ العلماء پاکستان سے مستعفی ہو کر علاحدگی اختیار کر لی۔

سوادِاعظم کا اجراء:

اس کے بعد حضرت صدرالافاضل علیہ الرحمۃ کی یاد میں ہفتہ وار اخبار سوادِاعظم جاری کیا جو بفضلہٖ تعالیٰ آج تک جاری ہے۔ کاغذ کی ہوش رُبا گرانی کے باعث جہاں اہل سنت کے کتنے ہی پرچے نسیاً منسیاً ہو کر رہ گئے وہاں سوادِاعظم کا زندہ رہنا آپ کے عزم واستقلال کا منہ بولتا ثبوت اور حضرت صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی زندہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے!!!

سوادِاعظم نے ہمیشہ اہل سنت و جماعت کی ترجمانی کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔ حکومت پاکستان کی غیر اسلامی حرکت کو دیکھ کر سوادِاعظم کبھی خاموش نہیں رہا۔ مخالفین اہل سنت کی معاندانہ کارروائیوں کے مقابلے میں اگر گوجرانوالہ سے رضائے مصطفیٰ سینہ سپر ہوتا تھا تو سر

زمین لاہور سے جلوہ گر ہونے والا سوادِاعظم ہی تھا جو یہ نعرۂ شیرانہ بلند کرتا ہوا حاسدین کے راستے میں سدِ سکندری بن جاتا تھا:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

شادی خانہ آبادی:

آپ کی شادی حضرت صدرالافاضل کی تجویز سے مولانا سید مہدی علی صاحب مرحوم کی صاحب زادی سے ۴؍شوال ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۱؍اگست ۱۹۴۷ء کو ہوئی۔ عقد حضرت تاج العلماء نے کیا اور خطبۂ نکاح پڑھا۔ حضرت صدرالافاضل اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے اساتذہ و دیگر حاضرین شریک برات ہوئے۔

وصال:

بروز چہار شنبہ ۱۲؍جمادی الآخر ۱۳۹۱ھ مطابق ۴؍اگست ۱۹۷۱ء کو دن کے تین بج کر تیس منٹ پر یہ سنّیت کا ماہ پارہ، صدرالافاضل کا پیارا، آسمانِ لاہور کا درخشاں ستارہ اور صوفی صابر اللہ شاہ صاحب کی اُمیدوں اور آرزوؤں کا سہارا۔ سب کو سوگوار چھوڑ کر اس جہانِ فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

آپ کی آخری آرام گاہ قبرستان میانی صاحب میں مولانا غلام محمد ترنم رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں مغرب کی سمت ایک قبر کی جگہ چھوڑ کر بنائی گئی۔ یہ حقیقت ہے کہ جمعیۃ العلماء پاکستان جب مولانا ترنم جیسے نائب صدر اور مولانا غلام معین الدین جیسے نائب ناظم سے محروم ہو گئی تو اس کا وجود محض کاغذات میں ہی باقی رہ گیا یا چند رُسوائیاں اس کی طرف منسوب ہو کر رہ گئیں۔ یہاں تک کہ پاکستان بنانے والوں کی اپنے پاکستان میں کوئی آواز نہ رہی جب کہ مخالفین پاکستان کا اس سرزمین میں طوطی بول رہا ہے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ سانحہ کتنا دردناک ہے کہ اہل سنت میں خصوصاً پاکستان کے اندر قحط الرجال ہوتا جا رہا ہے۔ ایک تو پاکستان میں سنّیت کا درد رکھنے والے ہی خال خال رہ گئے تھے اور ان سے بھی جو

چلا گیا اس کی جگہ پوری کرنے والا کھڑا نہیں ہوتا۔ موصوف اس گئے گزرے زمانے میں اکابر کی یادگار تھے۔ ان کی دیانت، خلوص، للّٰہیت، عشق رسول اور حفاظت مسلک کے پاکیزہ جذبات کو دیکھ کر اکابر اہل سنت کے کردار کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔ اس پھول کر دیکھ کر گلستان اکابر کی بہار کا اندازہ ہوجاتا تھا۔

موصوف کے دل میں مسلک کی خدمت کا جذبہ ایک بحر بے کراں کی طرح موجزن تھا۔ مسلک کی حفاظت کا بے پناہ جذبہ اکابر سے بطور میراث پایا تھا۔ اہل علم حضرات آپ کی ان خدمات کا اندازہ اس اَمر سے لگا سکتے ہیں۔ اس مرد قلندر نے تنگ دستی کی حالت میں اکابر اہل سنت کی اتنی تصانیف کو شائع کر دکھایا ہے جتنی آج کے کوئی صاحب استطاعت بزرگ بھی شائع نہیں کروا سکے۔ اُردو خواں طبقے کی خیرخواہی میں بعض عربی و فارسی کتابوں کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ طوالت کے خوف سے کتابوں کے نام نہیں تحریر کیے۔

مفتی غلام معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم بفضلہٖ تعالیٰ بحیات ہیں۔ برادرِ خورد مولانا غلام قطب الدین صاحب نے بڑی ہمت کی کہ **سواد اعظم** کو زندہ رکھنے کا عزم لیے ہوئے ہیں۔ کاغذ کی ہوش رُبا گرانی اور نامساعد حالات میں بھی **سواد اعظم** کے دس پرچے نکال چکے ہیں۔ علمائے اہل سنت کا حق ہے کہ وہ نہ صرف موصوف کے ساتھ تعاون کریں بل کہ اپنے اس چھوٹے بھائی کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھیں تاکہ گرانی اور عدم تعاون کی موجودہ آندھیوں میں بھی **سواد اعظم** کا چراغ جلتا ہی رہے۔

موصوف کی اولاد میں دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں ہیں۔ ان میں سے صرف بڑی صاحب زادی شادی شدہ ہے۔ بڑے صاحب زادے سید نعیم الدین ہیں ماشاء اللہ یہ بڑے ہونہار اور برسر روزگار ہیں۔ عمر تقریباً بیس برس ہوگی۔ چھوٹے صاحب زادے سید ظفر الدین ہیں جو میٹرک کا امتحان دے چکے ہیں، عمر قریباً سولہ سال ہے۔ یہ بھی ماشاء اللہ بڑے لائق اور ہونہار ہیں۔ سب سے چھوٹی بچی کی عمر اس وقت تقریباً اڑھائی سال کی ہوگی اور دوسری دونوں کی عمر چھ اور آٹھ سال ہے۔ آپ کے برادرِ خورد مولانا غلام قطب الدین صاحب نے آپ کی تاریخ وفات کے کچھ مادے نکالے ہیں جن میں سے صرف دو مادے حاضر ہیں اور ان کے علاوہ تاریخی قطعات اور منقبت بھی کہے ہیں۔ دو مادے یہ ہیں:

۱۔ ضیاء نعیمیت ۱۳۹۱ھ

۲۔ منعم زمانہ حکیم سید غلام معین الدین نعیمی ۱۹۷۱ء

آہ کیا خبر تھی کہ اَسلاف کی یہ مقدس نشانی۔ اتنی جلدی ہم سے چھن جائے گی۔ مفتی صاحب قبلہ مرحوم کو اختر نے ستمبر ۱۹۶۲ء سے ۴؍ اگست ۱۹۷۱ء تک بہت نزدیک سے دیکھا ہے۔ سطور بالا جلدی میں محض تبرکاً تحریر کی ہیں۔ موصوف کیا تھے؟ حضرت صدر الافاضل نے انہیں کیا بنا دیا تھا؟ اس بارے میں راقم اپنے تاثرات کسی دوسرے شمارے میں پیش کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

برادران اہل سنت دعا فرمائیں کہ؛

اَبر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

(سواد اعظم یکم تا ۱۵ جولائی ۱۹۷۲ء)

☆

یادوں کے دریچے

مفتی غلام معین الدین نعیمی

از: مفتی محمد اطہر نعیمی

پیوستہ رہ شجر سے اُمید بہار رکھ

اللہ کریم کا شکر اور بزرگوں کا فیض ہے کہ اس گم نام بندۂ ناچیز کے پاس اکثر و بیشتر احباب تشریف لاتے رہتے ہیں۔ ان میں وہ احباب بھی ہیں جن سے میں واقف ہوں اور وہ بھی ہوتے ہیں کہ میں ان سے واقف نہیں۔ گذشتہ ہفتہ (۷/مارچ، ۲۰۱۵ء) ایک صاحب جناب توفیق جوناگڑھی صاحب تشریف لائے اور ایک کتاب **''ردقادیانیت اور سُنّی صحافت''** پیش کی۔ یہ کاوش عزیزم جناب محمد ثاقب رضا قادری سلمہٗ کی ہے، میں نے جوناگڑھی صاحب سے معلوم کیا کہ یہ کتاب میرے مطالعہ کے لیے ہے یا فاضل مرتب نے کچھ فرمائش بھی کی ہے۔ عام طور پر قلم کار حضرات کتاب پیش کر کے قاری کے تحریری تاثرات چاہتے ہیں جس کو ہم تقریظ کہتے ہیں۔ (ماضی میں اسے نقد ونظر کہا جاتا تھا جبکہ تنقید کا لفظ اب محاسن کی بجائے معایب کہا جاتا ہے۔)

مختصراً - جوناگڑھی صاحب نے کہا کہ فاضل مرتب قادری صاحب مولانا غلام معین الدین نعیمی مرحوم کے بارے میں آپ کے (محمد اطہر نعیمی) تاثرات چاہتے ہیں۔ جواباً میں نے عرض کیا کہ میں تو اس شخصیت سے واقف نہیں اور آج کل جب تک قلم کار سے واقفیت نہ ہو اور مرتب کردہ مضامین سامنے نہ ہوں، کچھ کہنا ممکن نہیں ہوتا۔ جوناگڑھی صاحب نے کہا کہ پہلے مولانا ثاقب قادری نے اس سلسلہ میں عزیزی سید وجاہت رسول قادری سلمہ اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا تھا تو موصوف نے یہ کہا تھا کہ اس سلسلہ میں آپ راقم الحروف محمد اطہر نعیمی سے رجوع کریں۔ اس کے بعد فاضل مرتب کتاب سے رابطہ نہ ہوا، انہی دنوں میرے ایک مخلص اور محبت ڈاکٹر مولوی ناصر الدین سلمہ کے شاگرد رشید ڈاکٹر مولوی حامد علی علیمی - جو اپنے استادوں کی تبع

میں میرے پاس آتے رہتے ہیں اور یوں کہوں کہ میرے مزاج میں دخیل بھی ہیں - مجھے اس طرف توجہ دلائی تو میں نے کہا کہ جوناگڑھی صاحب سے میں کہہ چکا ہوں تو عزیزی حامد علی سلمہٗ نے کہا کہ ان کے لیے نہیں لیکن میری درخواست پر میرے لیے کچھ لکھ دیں۔

میں نے عزیزی حامد علی سے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ پیرانہ سالی علالت اور رفیقہ حیات کی علالت، تیمارداری اور حالات حاضرہ کی وجہ میرے لیے کچھ کہنا ممکن نہ ہوتا لیکن اس ضرب المثل کے مطابق 'دل بدست آور کہ حج اکبر ست' بغیر پیسے خرچ کیے حج اکبر کا ثواب مل رہا ہے حالاں کہ مجھے حج کی سعادت چار مرتبہ حاصل ہوئی لیکن حج اکبر نصیب نہ ہوا، اب حج اکبر کا ثواب مل رہا ہے تو یہ سعادت حاصل ہوجائے گی۔

ناظرین کرام! مجھے یہ احساس ہے کہ میں 'ایاز قدر خود بشناس' کا قائل ہوں۔ مجھے یہ شائبہ بھی نہ تھا کہ مستقبل میں ایسا بھی ہونا ہے کہ مجھے ماضی کی یادوں کو قلم بند کرنا پڑے گا اور 'قہر درویش بجان درویش' کے مطابق نہیں بلکہ حج اکبر کے ثواب کے لیے یہ سطور قلم بند کی جارہی ہیں۔

مولانا غلام معین الدین مرحوم ومغفور/علیہ الرحمۃ کا اصل وطن صوبہ سرحد حال پختون خواہ سے متعلق تھا لیکن ان کے دادا جن کا نام یاد نہیں آرہا - البتہ یہ یاد ہے کہ ان کے نام کے آخر میں ''بخش'' (خدا بخش) آتا تھا - یہ اپنے علاقہ سے بمصداق 'چیز آری راکشد زود زور، کیے آب و دانہ دگر خاک گور' - ترک وطن (ہجرت) کر کے کراچی کی طرف جس کو گلے لگانے پر آمادہ غریب پرور اور امراءنواز شہر مراد آباد آئے۔ برصغیر غیر منقسم ہندوستان کے یہ شہر ظروف سازی کی صنعت کی وجہ سے ہندوستان ہی نہیں بل کہ غیر ممالک میں بھی مشہور تھا چنانچہ مولانا غلام معین الدین کے دادا مراد آباد آئے، ان کا ذریعہ معاش کیا تھا یہ میرے علم میں نہیں (یاد نہیں) البتہ یہ یاد ہے کہ ابتدا میں یہ لوگ محلّہ گل شہید یا کٹار شہید میں رہتے تھے۔

مولوی غلام معین الدین کے والد صابر حسین المعروف صوفی صابر اللہ شاہ پیشہ کے اعتبار سے خطاط، کاتب تھے اور متوسط الحال زندگی گزارتے تھے اور موجودہ دَور کی اصطلاح کے مطابق Lower Middle طبقہ سے متعلق تھے۔ معاشرتی زندگی میں آج کل امیر کلاس اور متوسط کلاس دو حصوں میں تقسیم ہے۔ اپر مڈل اور لوئر مڈل اور غریب۔ اس طرح صابر حسین صاحب کو

نہ تو غریب کہا جائے گا اور نہ مال دار۔

صوفی صابر حسین صاحب جو صوفی صابراللہ شاہ سے مشہور تھے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ برصغیر کے مشہور خانوادہ اشرفیہ کے شبیہ غوث الثقلین حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کے دست گرفتہ تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شاہ صاحب نے انہیں "صوفی صابراللہ" کہہ کر مخاطب فرمایا تھا اس لیے صابر حسین سے صابراللہ ہو گئے۔ اسی نسبت کی وجہ سے حضرت صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات تھی۔ (صوفی صاحب کے خاندان کے متعلق مفصل معلومات نہیں اور بہت سی باتیں یاد بھی نہیں۔)

مولوی غلام معین الدین مرحوم کے متعلق صرف اتنا معلوم تھا کہ صوفی صاحب کے بیٹے ہیں اور وہ بھی اس لیے یاد رہا کہ یہ میرے ہم سبق تھے، ان کے بھائی بہن کتنے اور کون تھے یہ ذہن میں نہیں اور نہ یاد رکھنے کی ضرورت ہوئی کیوں کہ کس کو معلوم تھا کہ نصف صدی گزرنے کے بعد ثاقب صاحب میری یادداشت کا امتحان لیں گے۔!!!

ایک مدت سے یہ ہدایت ملی آتی ہے کہ عربی/ فارسی/ دینیات کی تعلیم صرف غرباء کے لیے ہے، اپر کلاس، اپر مڈل کلاس کی تعلیم آسودہ حال لوگوں کے لیے ہے چوں کہ صوفی صاحب آج کل کی تقسیم کے مطابق لوئر مڈل کلاس میں تھے، اس لیے صوفی صاحب نے بیٹے (غلام معین الدین) کو اردو، دینیات اور فارسی کے لیے مدرسہ **جامعہ نعیمیہ** مرادآباد میں داخل کر دیا۔

فارسی - اعلیٰ اردو کی ابتدائی کتابوں کے لیے یاد نہیں البتہ یہ یاد ہے کہ **گلستان، بوستان** (فارسی) میں اور اردو میں **بہار شریعت** حصہ دوم اور سوم راقم الحروف محمد اطہر نعیمی، مولوی غلام معین الدین نعیمی، مولوی نذیر الاکرم مرحوم اور برصغیر پاک و ہند کے مشہور عالم مفتی محمد حسین نعیمی مرحوم وغیرہ [ہم سبق تھے]۔ مفتی محمد حسین نعیمی ہم سب ساتھیوں میں عمر اور خداداد صلاحیتوں کے سبب ممتاز تھے اور یہ راقم الحروف عمر کے لحاظ سے سب سے کم۔ مفتی محمد حسین صاحب اپنی عمر اور خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم سب سے آگے نکلے اور بقول شخصے سال میں دو دو کلاسیں پڑھتے ہوئے سب سے آگے نکلے اور ہم سے کئی سال پہلے فارغ التحصیل ہو کر کم عمری میں **انجمن نعمانیہ** لاہور میں مدرس بن گئے۔ بعد میں **جامعہ نعیمیہ** لاہور قائم کیا جو آج پاکستان کے مشہور مدارس میں ہے

مولوی نذیر الاکرم اور مولوی غلام معین الدین کی دستار بندی مجھ (راقم الحروف) سے پہلے ہوئی اس کی وجہ میری کوتاہی نہیں بل کہ مرادآباد بورڈ سے مولوی کا امتحان مع انگریزی تعلیم کی وجہ مشغولیت رہی۔

صدرالافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب قدس سرہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایسی شفقت فرماتے جو والدین سے نہیں ملتی تھی۔ جب اپنے عام شاگردوں کو سند حدیث دیتے تو عام شاگردوں کے لیے "**اخ العزیز فلاں بن فلاں**" لکھتے لیکن جب اپنے خاص شاگردوں کو سند دیتے تو "**ولدی الاعز فلاں بن فلاں**" تحریر فرماتے۔

مولانا غلام معین الدین اور مولوی نذیر الاکرم کی سندوں میں "**ولدی الاعز**" تحریر فرمایا ہے۔ صدرالافاضل رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے استاد اور شیخ (اول) حضرت علامہ مولانا محمد گل (المعروف بہ محمد گل) قدس سرہ نے جو سندیں عطا فرمائیں ان سے اندازہ کریں کہ حضرت صدرالافاضل کے استاد اور شیخ کس قدر شفقت فرماتے تھے۔

مولوی غلام معین الدین کے لیے اعزاز:

ما سبق صفحات میں جو لکھا ہے اس کے نتیجہ کے طور پر مولوی غلام معین الدین نعیمی کے والد خطاط و کاتب تھے، تقسیم ہند اور اس سے قبل جب اردو دشمنی اور ہندی زبان کا دَور دورہ شروع ہوا تو اردو کتابت پر انحطاط شروع ہوا تو صوفی صابراللہ صاحب بھی اس سے متاثر ہوئے، ادھر صدرالافاضل کثرت کار کی وجہ سے علیل رہنے لگے۔ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی صاحب قدس سرہ **جامعہ نعیمیہ** کی تدریس، مدرسہ کا انتظام، **سُنّی کانفرنس** وغیرہ کے کاموں کی وجہ سے مصروف رہنے لگے تو ایک معاون کی ضرورت محسوس ہونے لگی اور وہ معاون باصلاحیت اور قابل اعتماد بھی ہو اور ضرورت مند بھی اس کسوٹی پر مولانا غلام معین الدین مرحوم پورے اُترے اور بہ حیثیت منصرم (معاون) **آل انڈیا سُنّی کانفرنس** ان کا تقرر ہوا۔ یہ واقعہ ۴۳-۱۹۴۴ء کا ہے (سنین کے معاملہ میں میرا حافظہ کمزور ہے) مولانا نے اپنی ذمہ داریوں کو کس طرح نبھایا کہ ایک وقت وہ آیا کہ مولانا صرف ان اوقات میں اپنے گھر جاتے جب کہ تاج العلماء صدرالافاضل کی خدمت میں ہوتے تھے۔ مجھے یہ یاد نہیں کہ موصوف کی شادی تقسیم ہند سے پہلے ہوئی یا بعد میں - اتنا یاد ہے کہ صدرالافاضل نے مولوی غلام معین الدین کے والد سے کہا کہ بیٹے کی شادی کرو۔ صوفی

صاحب نے کم مائیگی کا عذر کیا تو صدر الافاضل نے فرمایا اطمینان رکھو اس کی شادی کا انتظام میں کروں گا اور منشی سید مہدی علی مرحوم کی بیٹی سے رشتہ طے کردیا۔ یہاں یہ بات توجہ طلب ہے کہ بعض نکتہ چینوں نے منشی صاحب (سید مہدی علی) سے کہا کہ بیٹی کی شادی سیدوں میں کررہے ہو تو مہدی علی صاحب نے کہہ دیا کہ یہ رشتہ صدر الافاضل نے طے کیا ہے۔

صدر الافاضل کی روحانیت کے قربان جس کا اظہار برسوں بعد ہوا کہ لڑکے والوں کا تعلق خاندان کاکا خیل سے تھا اور کاکا صاحب کے بارے میں عوام واقف نہ تھے اسی لیے مولوی غلام معین الدین مرحوم پہلے اپنے نام کے ساتھ ’’کاکا خیل‘‘ لکھتے تھے، پاکستان آنے کے بعد جب یہ معلوم ہوا کہ کاکا صاحب کا تعلق سادات سے تھا تو سید لکھنا شروع کردیا جس پر لوگوں نے کہا تھا کہ صوفی صابر حسین نے پاکستان آکر ذات بدل لی لیکن حقیقت میں صدر الافاضل نے پہلے ہی سیدوں کا رشتہ سیدوں میں طے کرلیا تھا۔

مولوی غلام معین الدین نے اپنی ذمہ داریوں کو سنبھال کر نہ صرف سُنّی کانفرنس سے متعلق رہے بل کہ ہمہ وقت علمی معاشرتی کاموں کے علاوہ صدر الافاضل کے صاحب زادگان کی خدمت میں مشغول رہتے اور اپنی مصروفیت کا عذر نہ کرتے۔ راقم الحروف کو مولوی غلام معین الدین مرحوم کے گھریلو حالات نہ تو یاد آرہے ہیں اور نہ گھریلو حالات کا قارئین سے کوئی تعلق ہے۔ اب مولوی صاحب کے جوہر کھلنے لگے اور غلام معین الدین نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانا شروع کردیا، سفر وحضر میں صدر الافاضل کے ساتھ رہتے۔

برصغیر میں جب دوقومی نظریہ کی دُھوم مچی اور سنی کانفرنس نے مسلم لیگ کے مطالبہ کی نہ صرف تائید کی بل کہ اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اس موقع پر نوجوان غلام معین الدین اور ان کے ساتھی نذیر الاکرم اور راقم الحروف ساتھ تھے۔ طوالت کے خوف سے تفصیلات سے صرف نظر کرتے ہوئے برصغیر میں سنی علما (بریلوی) کی وہ تاریخی کانفرنس بنارس میں اواخر اپریل ۱۹۴۶ء میں منعقد ہوئی اور تحریک پاکستان کی بھرپور تائید کی بلکہ مولانا سید محمد محدث کچھوچھوی محدث اعظم ہند نے جلسہ عام میں فرمایا اگر (بفرض محال) مسلم لیگ مطالبہ پاکستان سے منحرف ہو بھی جائے لیکن سنی کانفرنس اس مطالبہ سے نہ ہٹے گی۔ اس کانفرنس میں خیبر سے راس کماری تک علماء ومشائخ نے شرکت فرمائی اس کانفرنس نے تحریک پاکستان میں جو کردار ادا کیا اگر اس

کے سلسلہ میں کچھ لکھوں تو بات طویل ہوجائے گی۔ (مزید تفصیلات اگر درکار ہوں تو حضرت مولانا محمد جلال الدین قادری علیہ الرحمۃ کی کتاب سنّی کانفرنس کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے میرے پاس یہ کتاب تھی اس کے اقتباسات اخذ کیے جاسکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ ان صاحب پر رحم فرمائے جو مطالعہ کے لیے لے گئے تھے اور تاہنوز واپس نہیں کی۔)

مولانا غلام معین الدین پاکستان میں:

صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے دوران مولوی غلام معین الدین نے حضرت کی جو خدمت کی اس کا فیض دنیا میں بھی اور ان شاءاللہ آخرت میں بھی ملے گا۔ تقسیم ہند کے بعد وہ علماء وشیوخ سیاست دان اور تحریک سے منسلک حضرات کو جن حالات سے واسطہ پڑا، اس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں البتہ ایک بات ضرور لکھنی ہے کہ دَورِ ابتلا میں **جمعیۃ العلماء ہند** اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے جو کردار ادا کیا اس کے سبب تحریک پاکستان میں شریک علماء ومشائخ اور عوام کے لیے ہندوستان میں رہنا مشکل ہوگیا۔

میرے والد محترم تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ سنی کانفرنس کے نائب ناظم تھے اور مولوی غلام معین الدین مرحوم خصوصی کارپرداز (منصرم) ان پر خصوصی نظر عنایت ہونے کی وجہ سے مجبوراً ترک وطن پر مجبور ہونا پڑا، حالاں کہ ان حضرات کا نقطۂ نظر یہ تھا کہ ہم مسلم اکثریت کے علاقوں میں سے نہیں ہمیں ہندوستان میں ہی رہنا ہے لیکن اختصار کے ساتھ کہوں اور غالباً سابقہ سطور میں بھی لکھ چکا ہوں

دو چیز آوی را کشند زور زور
یکے آب و دانہ دگر خاک گور

غلام معین الدین کو لاہور کی مٹی نے کھینچا تو مفتی محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کراچی کی مٹی نے۔ یہ حضرات پاکستان آنے پر مجبور ہوئے۔

مجھے مولانا غلام معین الدین مرحوم کے بارے میں لکھنا ہے اس لیے صرف اس کے سلسلہ میں اپنی یادداشت کے مطابق مجھے یاد نہیں کہ میں پہلے پاکستان آیا یا میرے ممدوح، میں تنہا پاکستان آیا گھر والے بعد میں آئے اور والد صاحب تقریباً آٹھ دس ماہ بعد، چوں کہ ہمارے رشتہ دار اور واقف کار کراچی میں تھے، اس لیے کراچی وطن ثانی بنا جب کہ مولانا ممدوح لاہور میں مقیم ہوئے۔

ذریعہ معاش کے لیے صدر الافاضل کی تربیت نے دستگیری کی، طب کی تعلیم کے ساتھ دوا سازی کی جو تربیت حاصل کی تھی اس کے سہارے موچی گیٹ کے علاقہ میں ایک مخلص نے ایک کمرہ کرایہ پر دلوا دیا، یہاں آپ نے مطب اور دواخانہ شروع کیا لیکن بقدر ضرورت آمدنی نہ ہو سکی اور اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بچپن سے صدر الافاضل کی خدمت میں حاضری سے سیاست طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور اس کے لیے مواقع بھی میسر آ گئے۔ ان کا مطب دواخانہ نشست گاہ سیاست کا مرکز بننے لگی اور خوش قسمتی سے ان کے مطب سے حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کا مکان قریب ہی تھا، وہاں آمد ورفت ہونے لگی تو مطب کی آمدنی اور کم ہو گئی لیکن یہ حضرت اسی حالت میں مگن رہے لیکن علمی ذوق میں اُبھار آیا اور کتابوں کے تراجم شروع کیے ابتدا میں رسائل کے ترجمے کیے، بعد میں **شفا**، **قاضی عیاض**، **مدارج النبوۃ** اور **ماثبت بالسنۃ** کے اردو ترجمے کیے تو گزارے کے قابل آمدنی ہونے لگی اور ایک ہفت روزہ **سواد اعظم** کے نام سے جاری کیا۔

اب سیاسی سرگرمیاں سر اُٹھانے لگیں اور مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں **جمعیۃ العلماء پاکستان** کے سرکردہ کارکن بنے۔ (یہاں یہ بات توجہ کے لائق ہے) **جمعیۃ** کے وہ کارکن عہدہ دار جو جمعیت کے رُوح رَواں کہلاتے تھے انہوں نے جب ایک جوان العمر تجربہ کار اور کام کی لگن رکھنے کے ساتھ مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد کو اُبھرتے دیکھا تو غلام معین الدین نظروں میں کھٹکنے لگے اور آہستہ آہستہ غلام معین الدین مرحوم بھی تنظیم سے نام کے ہی وابستہ رہے۔

یہاں یہ بات مدنظر رہے کہ بچپن سے سنتے آئے ہیں؛ کبـــرنـــی مـــوت الابــرار - پاکستان میں صف اول کے بزرگوں کی وفات کے بعد صف دوم کے لوگ آگے آئے جن میں مولانا غلام معین الدین اور دوسرے شامل تھے۔ ان کی عظمت کا اندازہ اس طرح کریں، شیخ الحدیث محدث اعظم پاکستان علامہ مولانا سردار احمد صاحب سے مسائل شرعیہ کے بارے میں جو خط کتابت ہوئی اس سے موصوف کی علمی صلاحیت کا اندازہ ہوگا۔

ممدوح کتاب مولانا غلام معین الدین مرحوم کے دو مکتوب جو شیخ الحدیث کو لکھے گئے دسمبر ۱۹۶۰ء اور مارچ ۱۹۶۱ء یہ مکتوب مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **نوادرات محدث اعظم**

پاکستان میں طبع ہوئے ہیں۔

راقم الحروف (محمد اطہر نعیمی) اور ممدوح کتاب میں جس محبت وخلوص کا تعلق تھا اس کے سلسلہ میں اگر ان کی لاہوری زندگی کے بارے میں کچھ لکھوں تو ممکن ہے کہ بعض متوسلین ناراض ہو سکتے ہیں۔ موصوف کے ساتھ جو واقعات پیش آئے اس کے متعلق حافظ شیرازی ایک شعر

مـن در بیـگـانـگـاں هر گز نـه نـالـم
کـه بـامـن هر چـه کرد آں آشنـا کرد

کہا جاتا ہے کہ موصوف کو شہادت کی موت ملی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را



انٹرویو- صاحب زادہ سید نعیم الدین نعیمی

پینل: ڈاکٹر حافظ خورشید احمد قادری، محمد ثاقب رضا قادری، سید زعیم الدین نعیمی

عید الفطر ۱۴۳۹ھ/ ۲۰۱۸ء کے دوسرے روز راقم ڈاکٹر خورشید احمد قادری (جی سی یونیورسٹی، لاہور) کے ہمراہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے صاحب زادہ سید نعیم الدین نعیمی کے انٹرویو کے لیے گلشن راوی، لاہور میں واقع ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا۔ انٹرویو کا تمام تر اہتمام وانتظام قبلہ نعیم الدین کے صاحب زادہ سید زعیم الدین کی وساطت سے ہوا۔ تقریباً پانچ گھنٹے کی نشست میں مفتی سید غلام معین الدین نعیمی اور ان کے خاندان کے متعلق متعدد سوالات اور جوابات کا سلسلہ رہا۔ راقم نے مکررات کو حذف کرتے ہوئے گفتگو کے اہم نکات کو بیانیہ انداز میں ترتیب دیا ہے تاکہ دوران مطالعہ قارئین کو یکسوئی حاصل رہے۔ ثاقب رضا- عفی عنہ-

ولادت/ سلسلۂ نسب:

حضرت علامہ مولانا مفتی حکیم مخدوم سید غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ ۱۹۲۳ء کو مراد آباد ہند میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباء افغانستان کے راستے متحدہ ہند کے صوبہ سرحد میں آباد ہوئے، ان میں مشہور قبیلہ 'کاکا خیل' ہے جو آج بھی افغانستان اور پاکستان میں مختلف مقامات پر آباد ہے۔ یہ سادات کی معروف شاخ ہے جن کی اصل حضرت علی بن اسماعیل بن امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم سے ہے۔ حضرت صوفی سید کستیر گل جو کاکا صاحب کے نام سے جانے جاتے ہیں یہ انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت کاکا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک نوشہرہ پاکستان میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کی نسل متحدہ پاک وہند میں آباد ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے جد امجد اٹھارویں صدی کے اوائل میں مراد آباد ہند (موجودہ انڈیا) میں آکر آباد ہوئے۔ آپ کے دادا صوفی سید خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک کلیر شریف روڑ کی انڈیا میں ہے اور والد گرامی صوفی سید صابر اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار مبارک والٹن لاہور میں ہے۔ حضرت صوفی سید خدا بخش کی واحد اولاد حضرت سید صابر اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کے دو صاحب زادے جن کے اسماء گرامی حضرت مولانا مفتی سید غلام معین الدین نعیمی علیہ رحمۃ اللہ القوی اور حضرت مولانا سید غلام قطب الدین احمد برکاتی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ دونوں حضرات کے مزار مبارک

لاہور میں ہیں اور ایک صاحب زادی تھیں۔

صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی:

میرے دادا جان (سید صوفی صابر اللہ شاہ اشرفی) کا ایک دیوان بھی تھا جس میں حمد، نعت، مناقب اور تضامین وغیرہ سب کچھ تھا لیکن مجھے نہیں علم کہ وہ کہاں گیا۔ یہ دیوان چچا جان (مولانا سید غلام قطب الدین احمد نعیمی) کی تحویل میں تھا۔ دادا جان کو حضور صدر الافاضل سے خاص عقیدت تھی، اسی سبب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان سے بھی کسب فیض کیا، اعلیٰ حضرت کی پالکی کو کندھا بھی دیا تھا۔ دادا جان اعلیٰ حضرت سید علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی سے بیعت تھے۔ پیلا رومال چوکور، براؤن عمامہ شریف وغیرہ پہنا کرتے تھے جو کہ خلفاء کا لباس تھا لیکن میں اس بارے کچھ وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ آپ کو حضرت کچھوچھوی سے خلافت حاصل تھی یا نہیں؟ البتہ قبلہ صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی سے خلافت حاصل تھی جس کا ذکر حیات صدر الافاضل میں بھی آچکا ہے۔ تاہم میں نے آپ کو کسی سے بیعت لیتے ہوئے نہیں دیکھا۔ طبیعت میں بے حد جلال تھا۔ پیشہ کے اعتبار سے کاتب تھے۔ پاکستان آمد کے بعد امامت وکتابت ذریعۂ روزگار تھا۔ اخبار سواد اعظم اور ادارہ نعیمیہ رضویہ سے مطبوعہ کتب کی کتابت دادا جان نے ہی کی ہے۔

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی:

والد گرامی مفتی سید غلام معین الدین نعیمی جامعہ نعیمیہ مراد آباد سے فارغ التحصیل تھے، اس کے علاوہ طبیہ وہاجیہ کالج سے طب کے سند یافتہ حکیم تھے۔ آپ خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی علیہ رحمۃ اللہ الہادی کے شاگرد خاص اور خادم تھے اور اس بنا پر حضرت صدر الافاضل نے آپ کو اپنا خلیفہ بھی مقرر فرمایا تھا۔ آپ کے والد گرامی سید صابر اللہ شاہ انہی خدمات کی بنا پر آپ کو "مخدوم" کہہ کر بلاتے تھے اور پھر یہ نام عرف عام میں شامل ہو گیا۔ آپ کے اساتذہ کرام میں مفسر قرآن حضرت مولانا حکیم ابو الحسنات سید احمد قادری اور تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے نام غیر معروف نہیں ہیں۔

حیات صدر الافاضل میں آپ نے صدر الافاضل کی شاعری کا مجموعہ جمع کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت صدر الافاضل کے اکثر کلام میں مقطع کی جگہ خالی تھی جو قبلہ مفتی

صاحب کی عرض پر آپ نے آخری ایام میں مکمل فرمائی۔ بعد میں یہ مجموعہ کلام مرادآباد انڈیا سے بھی شائع ہوا۔ آپ صدرالافاضل کے معتبر سوانح نگار کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں۔

آپ کے استادمکرم آپ پر انتہائی شفقت فرماتے تھے اور آپ کو دینی خدمات میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ ۱۹۴۰ء میں جب صدرالافاضل نے اپنی تفسیر خزائن العرفان کو دوبارہ پرنٹ کرانے کا ارادہ فرمایا تو ترجمہ وتفسیر کے مسودات کی تصحیح کے کام میں آپ کو اپنا شریک بنایا۔ پھر ۱۹۴۱ء میں جب صدرالافاضل کو دوسری دفعہ حبس بول کا مرض لاحق ہوا تو تین دن سعی کرنے کے بعد جب اطباء مایوس ہو گئے تو آپ نے شدت مرض کے دوران مولانا مفتی محمد عمر نعیمی اور اپنے بڑے صاحب زادے حکیم سید ظفرالدین سے فرمایا کہ قرآن پاک کی طباعت کا کام مکمل نہیں ہوا۔ تصحیح کا کام شاہ جی (والد صاحب کو پیار سے اسی نام سے پکارتے تھے) سے کرانا اور شاہ جی کے ساتھ گجرات سے مفتی احمد یار خان کو بلا لینا۔ یہ دونوں طباعت کی تصحیح کریں۔

جب صدرالافاضل کا وصال ہوا تو آپ اپنے استاد وشیخ کے سر کو دبا رہے تھے اور ان کا سر آپ کی گود میں تھا کہ اسی اثناء میں صدرالافاضل نے فرمایا شاہ جی میرے کمرے میں سے سب کو باہر جانے کے لیے کہہ دیجیے سوائے آپ کے میرے نزدیک کوئی نہ بیٹھے۔ یہاں تک کہ اپنے بیٹوں کو بھی باہر جانے کے لیے کہہ دیا، پھر کچھ لمحوں کے بعد آپ کا وصال ہوا تو غلام معین الدین نعیمی نے حضرت موصوف کی وصیت کے مطابق ان کی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کے بعد ان کے بیٹوں اور عزیز واقارب کو اندر بلایا۔

آپ پر صدرالافاضل کی شفقتیں بعد از وصال بھی جاری رہیں کہ آپ جب الشفاء کا ترجمہ فرما رہے تھے تو صدرالافاضل مسکراتے ہوئے آپ کے خواب میں تشریف لائے۔ یقیناً یہ آپ کے کام سے خوش ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت صدرالافاضل نے آل انڈیا سُنّی کانفرنس منعقدہ ۱۹۴۶ء بنارس کے لیے آپ کو منصرم منتخب کیا جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی تھی۔

شادی وخانہ آبادی:

۱۹۴۷ء میں مرادآباد کے ایک سادات خاندان میں آپ کی شادی ہوئی، آپ کے سسر کا نام سید مہدی علی تھا۔ اسی سال اللہ تعالیٰ نے آپ کو دختر نیک اختر سے نوازا۔ اس کے بعد مزید

اولاد سے سرفراز فرمایا جن میں تین صاحب زادے ایام رضاعت کے دوران ہی انتقال کر گئے۔ پھر دو صاحب زادے اور چار دختران حیات رہے۔ صاحب زادوں کے اسماء سید نعیم الدین نعیمی اور سید ظفرالدین نعیمی ہیں۔

عملی زندگی:

۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ دیگر جید علماء کے ساتھ جیلوں میں نظر بند رہے۔ بالآخر یہ تحریک ۱۸ سال بعد قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی صورت میں کامیاب ہوئی۔

پاکستان ہجرت کرنے کے بعد آپ گوناگوں آزمائشوں کو شکار رہے۔ آسٹریلین دواخانہ میں بہ حیثیت حکیم ملازمت اختیار کی اور رضا کارانہ طور پر اپنے ہم جماعت مفتی محمد حسین نعیمی کے ساتھ جامعہ نعیمیہ چوک دالگراں لاہور میں دینی تدریس کا کام کرتے رہے اور جامعہ نعیمیہ کی نئ عظیم درس گاہ واقعہ گڑھی شاہو کی تعمیر وترویج میں مقدور بھر سعی کی۔

جامعہ نعیمیہ کی تعمیر کے سلسلہ میں اکابر علماء کے اجلاس بلا کر فنڈ ریزنگ کی گئی، قبلہ والد صاحب نے جامعہ نعیمیہ کی تعمیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس وقت علماء اہل سنت میں بہت اتحاد تھا۔ تحریک ختم نبوت کا معاملہ ابھی اذہان میں تازہ تھا۔ تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی، مولانا عارف اللہ شاہ قادری، مفتی اطہر نعیمی وغیرہ سب نے بہت ساتھ دیا۔ تاہم بعض احباب نے کہا کہ یہ بھئیوں کا جامعہ ہے صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب نے بہت صراحت سے کہا کہ یہ بھئیوں کی جماعت ہے اور بھئیوں کی جامعہ ہے تب قبلہ والد صاحب نہایت محتاط ہو گئے اور جمعیت سے علاحدگی کا بھی یہی سبب تھا۔

۱۹۴۸ء میں صدرالافاضل کے سفر پاکستان میں قبلہ والد گرامی ہمراہ تھے۔ اسی دوران ملتان میں علامہ ابوالحسنات کے ساتھ مل کر دیگر رفقائے کار کی معاونت سے جمعیت العلماء پاکستان کی بنیاد رکھی۔ علامہ ابوالحسنات جمعیۃ کے صدر منتخب ہوئے۔ لاہور آمد پر علامہ ابوالحسنات قادری نے والد گرامی کو جمعیۃ العلماء پاکستان کا نائب ناظم مقرر کر دیا۔ والد گرامی نے جمعیت کی طرف سے ایک ہفت روزہ اخبار جمعیت جاری کیا۔ اسی دوران آپ نے اپنا

مطب ''نعیمی دواخانہ'' کے نام سے شروع کیا۔ پھر ایک اشاعتی ادارہ بنام ''ادارہ نعیمیہ رضویہ سواد اعظم'' قائم کیا اور ہفتہ وار اخبار سواد اعظم لاہور سے جاری کیا جو آپ نے تادم حیات جاری رکھا۔

وصال:

والد صاحب کے وقت وصال میں ان کے پاس حاضر تھا۔ تقریباً ایک گھنٹہ قبل مفتی محمد حسین نعیمی صاحب تشریف لائے اور اوقاف کی طرف سے والد صاحب کے لیے ڈسٹرکٹ خطیب کی تقرری کا پروانہ لائے تھے۔

مسجد وزیر خاں میں جنازہ ہوا۔ مفتی اعجاز ولی رضوی صاحب نے جنازہ پڑھایا۔

پس ماندگان:

قبلہ والد صاحب کے انتقال کے وقت میری عمر انیس سال تھی۔ یہی ایک وجہ تھی کہ میں والد صاحب کی راہ پر نہ جا سکا۔ قبلہ والد صاحب زیادہ وقت ادارہ کو دیتے تھے، لیکن گھریلو اُمور کو بھی پوری طرح نبھایا، وہ اپنے دینی کاموں میں مجھے بھی ساتھ رکھتے، سواد اعظم کی کتابت، کتابوں کی پرنٹنگ کی ذمہ داری وغیرہ۔ یوں متعدد اہل علم حضرات کی زیارت بھی ہوتی رہتی۔ مجھے اس بات کا شدت سے افسوس ہوتا ہے کہ بزرگ نسب ہوتے ہوئے بھی قبلہ والد صاحب کی راہ پر نہیں جا سکا۔ جب والد صاحب کا وصال ہوا تو گھر کے مالی حالات اچھے نہ تھے۔ والد صاحب جو محنت کرتے تھے وہ ادارہ پر خرچ کر دیتے تھے۔ جب ادارہ نعیمیہ رضویہ بنا تو والد صاحب کی تمام تر توجہ اسی ادارہ پر مرکوز ہوگئی۔ گو کہ ادارہ کی آمدنی تھی لیکن اس قدر نہ تھی کہ فیملی کا خرچہ برداشت کر سکے۔ والد صاحب کے انتقال کے وقت بینک میں صرف چھ ہزار روپیہ تھا جب کہ کفالت کے لیے پوری فیملی تھی۔ ہم دو بھائی تین بہنیں، والدہ صاحبہ اور میری نابینا پھوپھی بھی تھیں۔ بڑی بہن کی شادی سن ۶۵ میں کراچی ہوگئی تھی۔ قبلہ دادا صاحب حیات تھے وہ ذاتی طور پر ایک مسجد کے امام تھے اور والد صاحب کی حیات میں آپ سواد اعظم اور دینی کتب کی کتابت بھی کرتے تھے لہذا وہ مالی طور پر خود کفیل تھے۔

میرے چچا علامہ ابوالبرکات صاحب کے شاگرد تھے وہ والٹن میں کریانہ کی دکان چلاتے تھے اور والٹن میں ہی مقیم تھے۔ ہماری رہائش مسجد وزیر خان کے جنوب مشرقی مینار کی طرف تھی۔

جو کہ محمد افضل چغتائی کی ملکیت تھا اور ہم کرائے پر رہتے تھے۔ چغتائی صاحب والد صاحب کے گہرے دوست تھے۔ موچی دروازہ پر ادارہ سواد اعظم کی عمارت بھی انہی کی ملکیت تھی۔

والد صاحب کے وصال کے وقت میں ہری پور ہزارہ میں بہ طور ٹیکنیکل اسسٹنٹ کام کرتا تھا، لاہور پولی ٹیکنک سے ڈپلومہ کر چکا تھا۔ قبل ازیں قبلہ دادا صاحب سے کتابت سیکھی تو میں نے اپنے ہی ادارہ کے لیے کتابت شروع کر دی۔ والد صاحب اس کا معاوضہ مجھے دیتے تھے۔ ہمارے پاس دو ہی کاتب تھے۔ دادا محترم اور ایک ابرار صاحب۔ تو والد صاحب نے خود کہا کہ جہاں میں ابرار صاحب کو معاوضہ دیتا ہوں آپ کو بھی دے دیا کروں گا۔ ٹیکنکل ڈپلومہ میں میری سیکنڈ پوزیشن آئی۔ اسی سبب میں یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں داخلے کا اہل قرار پایا لیکن والد صاحب کا انتقال کے سبب مزید تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

پھر میں نے لاہور میں نیسپاک میں جاب کر لی جس میں معقول تنخواہ کی وجہ سے گھر کا خرچہ مناسب انداز میں چلنا شروع ہوگیا۔ تین سال بعد میں لیبیا چلا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد لیبیا اور مصر کی جنگ کے سبب حالات بہت تنگ ہو گئے۔ یہاں تک کہ خوراک کا ملنا بھی مشکل ہوگیا تو میں وطن واپس آ گیا اور دوبارہ نیسپاک میں ملازمت کر لی۔ تقریباً چھ ماہ بعد ہی سعودی عرب سے ایک وفد آیا۔ مجھے عربی بہت اچھی آتی تھی لہذا ان سے عربی میں ہی بات چیت کی تو انہوں نے مجھے منتخب کر لیا بل کہ سپروائزر بنا دیا۔ یوں میں سعودی عرب چلا گیا۔ سعودی عرب میں رہتے ہوئے سرکاری ملازمت کے علاوہ کچھ پرائیویٹ کام بھی کرتا رہا جس سے خاصی معقول آمدنی ہوئی۔ جس سے گلشن راوی لاہور میں گھر بھی بنایا اور بہنوں کی شادیاں بھی کیں۔ والدہ صاحبہ کا وصال ۱۹۸۶ء میں ہوگیا۔ ان کے انتقال کے تیسرے روز میں لاہور پہنچا۔

والد صاحب کے وصال کے چھ سال بعد ہم نے محلّہ سریانوالہ میں ۸۹۰۰۰ کا مکان خریدا تو پھر وہاں منتقل ہو گئے اور وہیں بہنوں کی شادیاں کیں، چھوٹے بھائی ظفر کی شادی بھی وہیں ہوئی۔

ہم نو بھائی بہن تھے۔ مجھ سے بڑے سید علاؤالدین تھے۔ بڑی بہن حیات تھیں ان کے بعد علاؤ الدین صاحب کی پیدائش ہوئی ان کا وصال ڈیڑھ سال کی عمر میں ہوگیا۔ پھر میری پیدائش۔ پھر سید فخر الدین جو کہ چھ ماہ حیات رہے پھر سید ظفر الدین (تقریباً چار سال قبل وصال ہوا)،

سید جمیل الدین ان کا وصال پیدائش کے چند گھنٹوں بعد ہی ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد تین بہنوں کی پیدائش ہوئی جو کہ حیات ہیں۔

میرے تین بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ تینوں بیٹے ماشاء اللہ اپنی اپنی فیلڈ کے انجینئر ہیں۔

سید فہیم الدین (نیٹ ورک انجینئر)

سید زعیم الدین (سوفٹ ویئر انجینئر)

سید وسیم الدین (الیکٹریکل انجینئر)



تاثرات

معین ملت - علماء ومشائخ کی نظر میں

مولانا حافظ ابوالحسنات محمد شعبان (خطیب مسجد فاطمۃ الزہرا مدینہ کالونی والٹن، لاہور):

علامہ نعیمی کی یاد میں - میرے ممدوح علیہ الرحمۃ دنیائے سنیت وحنفیت میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ آپ کا مسکن موچی دروازہ لاہور، اسم گرامی غلام معین الدین، کنیت مخدوم ہے۔ دنیا نے فقیہ اعظم، مفتی اعظم، محدث جیسے معزز الفاظ سے یاد کیا ہے۔ آپ کی حدیث دانی و فقاہت کو کون نہیں جانتا۔ یہ حقیقت ہے کہ مخالفین بھی آپ کے علم وفضل کے قائل تھے۔ لباس تقویٰ میں ملبوس سادہ پوشاک میں نورانی صورت دیکھ کر سلف صالحین صوفیائے کرام کا نقشہ سامنے آجاتا تھا۔ آپ کی ذات شریف تصنع بناوٹ فخر وتکلفات سے پاک اور حلم وتواضع سادگی و اخلاق حسنہ سے آراستہ تھی۔ مجھے حضرت کو کافی عرصہ قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ جس جگہ اب میں خطیب ہوں یہاں اکثر آپ کے کارنامے اس مسجد کی خدمات میں سننے میں آئے۔ ماشاء اللہ آپ نے دین کی خدمت خوب کی ہے۔ درس وتدریس، تقریر وتحریر سے تبلیغ دین فرمائی۔ آپ کی تقریر گویا حدیث کا درس ہوا کرتا تھا۔ آپ حنفیت کے علم بردار اور مقلدین کی ڈھال تھے۔ یہاں غیر مقلدین کو آپ نے ہی بسمل کر دیا۔ حنفیت کی بیش بہا اور شاندار خدمات انجام دیں۔ قوم وملت آپ کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتی۔

آپ نے مختلف مسائل وعنوان پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں اور زیادہ تر آپ نے اسلاف کی نایاب کتب کے تراجم فرمائے۔ مقبول عام اور معرکۃ الآراء کتابوں میں کشف المحجوب، فتوح الغیب، ماثبت بالسنۃ اور مدارج النبوۃ کا ترجمہ جو کہ دو حصوں میں ہے۔ قابل ذکر ہیں۔

قوم کو اب علامہ نعیمی رحمۃ اللہ علیہ جیسا بے لوث، بے غرض خدمت گار محال نہیں تو مشکل سے ضرور ملے گا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

علامہ نعیمی نے تقریباً سولہ سال ہوئے دین وملت کی ترجمانی کے لیے پندرہ روزہ سواد اعظم جاری فرمایا تھا۔ چوں کہ یہ دینی رسالہ بند ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لیے میں نے علامہ نعیمی کے چھوٹے بھائی اخی فی الدین مولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی سے رابطہ قائم کر کے سواد اعظم کے جاری رکھنے اور اس کی اِدارت سنبھالنے پر زور دیا اور انہوں نے میری آواز پر لبیک کہا اس لیے اب میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ سواد اعظم کے سلسلے میں ان کے ساتھ ہر ممکن خود بھی تعاون کروں گا اور اپنے حلقۂ احباب واَثر میں بھی تعاون کی اپیل کرتا رہوں گا۔ مولیٰ تعالیٰ علامہ نعیمی کی اس یادگار کو تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین بجاہ نبیک سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

(سواد اعظم یکم تا ۱۵ر جولائی ۱۹۷۲ء)

☆

مولانا منشا تابش قصوری:

اتفاق کی بات ہے بندہ جب بھی حاضر ہوا، آپ کو اکیلے ہی کارِ دفتر میں مصروف پایا۔ کبھی سواد اعظم کی کاپیاں دیکھی جا رہی ہیں تو کبھی خود ہی خریداروں کے نام سواد اعظم کی ترسیل کا اہتمام کر رہے ہیں۔ آج کشف المحجوب کا ترجمہ ہو رہا ہے تو تھوڑے دنوں بعد مدارج النبوۃ کے پروف دیکھے جا رہے ہیں۔ ایک دفعہ جب کہ آپ المیلاد النبویہ لابن جوزی کا ترجمہ فرما رہے تھے۔ حاضر ہوا۔ عرض کیا حضور اس کے بعد الصارم المسلول علی شاتم الرسول کا ترجمہ فرما دیجیے۔ فرمایا:

''میرے پاس کتاب ہوتی تو ترجمہ ہو چکا ہوتا۔ فی الحال کشف المحجوب اور پھر مدارج النبوۃ کی باری ہے۔ کتاب بھیج دیں، الصارم المسلول کے ترجمہ کے لیے بھی وقت نکالا جائے گا۔''

افسوس کہ اہل سنت کے اس مایہ ناز مترجم کی کسی نے بھی کماحقہٗ قدر ومنزلت نہ پہچانی۔

آپ نے سواد اعظم کو مالی حالت کی کمزوری کے باوجود بھی حرزِ جان بنائے رکھا۔ نادہندہ ایجنسیوں نے بھی سواد اعظم کی کمر توڑ کر رکھ دی مگر (آپ نے) حضرت صدر الافاضل کی اس عظیم الشان یادگار کو مٹنے نہ دیا۔ فتنۂ شورش (کاشمیری) کے وقت اگر آپ مردِ میدان بن کر ھل من مبارز کا نعرہ بلند نہ کرتے تو شاید آج ہماری ہنسی اُڑائی جاتی۔ سواد اعظم ہی کی جرات وبے باکی کا ثمرہ تھا کہ ملتان سے (رسالہ) طوفان اُٹھا اور طاغوتی چٹانوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے گیا۔ آپ کے عظیم الشان کارناموں میں یہ کارنامہ بھی روز روشن کی طرح روشن رہے گا کہ ۱۹۴۶ء کی بنارس سُنّی کانفرنس کی مکمل روئداد کو منصۂ شہود پر جلوہ گر کرنے میں نمایاں کام کیا خصوصاً محدث اعظم ہند کا خطبۂ صدارت نیز حضرت صدر الافاضل اور علامہ ابو الحسنات صاحب قادری علیہما الرحمۃ کی پاکستان کے بارے خط کتابت کا اُجاگر کرنا۔ نیز تحریک پاکستان اور تحفظ پاکستان میں آپ کی مساعی جمیلہ ابد الآباد تک زندہ رہیں گی۔

آپ کی سیاسی بصیرت ایمانی جرات علمی قابلیت مسلم ہے جب آپ بستر علالت پر تھے اس وقت محکمہ اوقاف کی طرف سے سُنّی بورڈ کا خصوصی اجلاس صرف آپ کی علمی وادبی قابلیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے بلایا گیا اور محکمہ اوقاف نے آپ کو A کلاس کا خطیب تسلیم کرنے کے بعد آپ کے لیے ۲۵۰ روپیہ ماہانہ گریڈ منظور کر لیا مگر وقت اَجل نے اتنی مہلت نہ دی کہ ایک مرتبہ بھی اپنا گریڈ وصول فرماتے۔

بالآخر وہ اَلم ناک ساعت بھی آ پہنچی جس نے دل ودماغ کو ماؤف کر کے رکھ دیا۔ ۴ر اگست ۱۹۷۱ء مطابق ۱۳ر جمادی الاخری بروز بدھ کے اخبارات میں پڑھا کہ علامہ نعیمی وصال کر گئے ہیں۔ یہ خبر پڑھنے کے بعد دل پریشان ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

میرے دل پر کیا گزری، یہ تصویر کیف اَلم الفاظ میں کھینچی نہیں جا سکتی۔ دو تین دن بعد مولانا باغ علی صاحب نسیم ناظم مکتبہ نبویہ کے ہاں مسجد سٹی کوتوالی میں حاضری ہوئی۔ آخری لمحات کے بارے میں موصوف نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب نے (جن کے آپ زیر علاج تھے) پوچھا کیا کوئی ایسی حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ غربت بھی کفر کے نزدیک لے جاتی ہے تو آپ نے

فرمایا ڈاکٹر صاحب گواہ رہیں کہ میں دنیائے فانی سے مسلمان جارہا ہوں اور کلمہ پڑھ کر جان جانِ آفرین کے سپرد کی۔ آپ کے یہ الفاظ کتنے معنی خیز ہیں اور آپ کی مالی حالت پر دلالت کر رہے ہیں؛

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

آپ کے وصال سے دنیائے سنیت دم بخود ہو کر رہ گئی، چمن نعیمی پر خزاں چھا گئی۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ ایک نڈر اور بے باک صحافی، سلجھے ہوئے ادیب، بلند پایہ مصنف، عالی مرتبت مترجم، کامل مفتی، مفسر قرآن، بے لوث مبلغ، ماہر سیاست، ملک وملت کے عظیم مجاہد جن کی یاد خون کے آنسو رُلاتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ جل جلالہ بجاہ حبیب الاعلیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ مرحمت فرمائے اور ہمیں ان کے مشن کو زندہ رکھنے کی توفیق ارزانی بخشے۔

(سواد اعظم یکم تا ۱۵؍جولائی ۱۹۷۲ء)

☆

پیر سید محمد فاروق القادری (سجادہ نشین خانقاہ قادریہ شاہ آباد شریف، گڑھی اختیار خان، ضلع رحیم یار خان):

آہ معلوم نہیں ساتھ سے اپنے شب و روز
لوگ جاتے ہیں سو یہ کیدھر چلے

حضرت مولانا مفتی غلام معین الدین نعیمی علیہ الرحمۃ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، شور شرابا کے اس مصنوعی دَور میں وہ اکیلے پس پردہ گم نہیں ہوئے بل کہ ان کی طرح کے ہزاروں صاحبانِ علم وفضل، خاموش مبلغ، مصنف، دیدہ وَر اور ہتھیلی پر رکھ کر جانیں پیش کرنے والے اس زود فراموش قوم کے دماغوں سے یقیناً اوجھل ہوئے ہیں مگر تاریخ کے صفحات تو ان کی خوبیوں سے جگمگا رہے ہیں۔ قافلہ علم اور حب نبوی کے یہ حدی خوان اپنی پُرکشش صداؤں کی صورت میں آج بھی زندہ ہیں۔

مفتی غلام معین الدین علیہ الرحمۃ نے آج سے نصف صدی قبل تصنیف وتالیف کے علمی کام کے ساتھ ساتھ صحافت کی اہمیت کا احساس وادراک کرتے ہوئے ''سواد اعظم'' کی ادارت

سنبھالی، ذہین اور باخبر نوجوانوں کا تعاون حاصل کیا، ان میں صاحب علم وفضل قاضی عبد النبی کوکب علیہ الرحمۃ کا نام نامی ہمیشہ زندہ وتابندہ رہے گا۔

نعیمی صاحب کا تعلق فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے خاص خلیفہ، عالم بے بدل، تحریک پاکستان کے اولین مجاہد مولانا نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ اہل علم جانتے ہیں کہ نعیمی نسبت رکھنے والے علماء اور دانش وَروں نے ملک وملت اور دین اسلام کی کتنی خدمات انجام دی ہیں۔

نعیمی صاحب نے کئی علمی کتابوں کی ترتیب وتالیف اور تراجم کیے، وہ سادہ مزاج، علمائے سلف کی سچی یادگار اور عزلت پسند شخصیت کے مالک تھے۔ امام فلسفہ ومعقولات علامہ فضل حق خیرآبادی اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے عظمت رسالت کا جو علم بلند کیا تھا۔ برصغیر میں گستاخی اور انحرافی تحریک کے خلاف اس علم کو ہمیشہ سربلند رکھنے میں سواد اعظم کے جس قافلے نے مجاہدانہ کردار ادا کیا، مولانا نعیمی اسی قافلے کے فرد تھے؛

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

(مکتوب بنام ثاقب رضا قادری، تاریخ درج نہیں)

☆

مولانا مفتی محمد حسن علی رضوی (بانی: انوار القادریہ سنی رضوی مسجد، علامہ اقبال روڈ، میلسی)

یادوں کے دریچے- میرے مشفق عزیز وسعید محمد ثاقب رضا قادری رضوی زید علمہ وفضلہ واطال اللہ عمرہ کا پُرخلوص وپُرزور مسلسل اصرار وتقاضا ہے کہ علامہ مفتی مخدوم سید غلام معین الدین قادری نعیمی مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی سراپا اخلاص مجسم شخصیت کی عظمت پر کچھ تحریر کروں۔ فقیر کے نزدیک شرف سیادت کے بعد ان کی سب سے بڑی فضیلت وعظمت یہ ہے کہ وہ نہ صرف خلیفہ اعلیٰ حضرت صدر الافاضل مفسر اعظم مرادآبادی قدس سرہ العزیز سے شرف بیعت، شرف تلمذ وشرف اجازت وخلافت رکھتے تھے بل کہ ایک بہت بڑی اور عظیم فضیلت یہ بھی ہے کہ وہ ایام علالت سے لے کر بہ وقت وصال شریف تک سیدنا صدر الافاضل قدس سرہ کی مسلسل خدمت وتیمارداری سے مشرف رہے۔ صدر الافاضل فخر الاماثل فاضل مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو

آپ کی صلاحیتوں پر کس قدر اعتماد تھا، اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت ممدوح معظم مولانا مخدوم نعیمی صاحب علیہ الرحمۃ کو آل انڈیا سُنّی کانفرنس، بنارس کا منصرم اعلیٰ مقرر فرمایا تھا اور آپ نے صدر الافاضل کے معیار پر اپنی ذمہ داریوں کو نہایت خوش اُسلوبی سے نبھایا، یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں تھی۔

مکررات اور واقعات کے اعادہ کے خدشہ کے پیش نظر بہت سے اہم واقعات اَحوال و کوائف سے صَرفِ نظر کر رہا ہوں، وہ اور ان کا خانوادہ سادات مراد آباد شریف کے ہی رہنے والے تھے، انہوں نے درس نظامی کا زیادہ تر حصہ تاج العلماء مولانا علامہ مفتی محمد عمر نعیمی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا علامہ محمد یونس صاحب نعیمی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ جیسے جلیل القدر عبقری مدرسین سے پڑھا اور جامعہ نعیمیہ مراد آباد ہی سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تقسیم ہند و قیام پاکستان کے بعد وہ اور ان کے صوفی منش بزرگ سید شاہ صابر اللہ صاحب اور اخی عزیز سید غلام قطب الدین نعیمی بہ حیثیت مہاجر پاکستان تشریف لائے اور لال کھوہ موچی دروازہ معنون نعیمی دواخانہ قائم فرمایا، وہ بہترین نباض و عمدہ ترین معالج تھے مگر اس کے ساتھ ساتھ دینی مسلکی ترویج و اشاعت کے مشاغل کو بھی نہ چھوڑا، لاہور میں کسی جامع مسجد میں خطبہ جمعہ بھی دینے لگے۔ غازی کشمیر مفسر قرآن علامہ سید ابو الحسنات محمد احمد قادری رضوی اولین صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان اور مفتی غلام معین الدین نعیمی مرکزی نائب ناظم اعلیٰ کے اہم منصب پر فائز ہوئے، مرکزی جمعیۃ کی تین چار اہم ملک گیر آل پاکستان سُنّی کانفرنسیں انہی کے حسن انتظام کا منہ بولتا ثبوت ہیں اور آپ کی بے لوث واَن تھک خدمات کا اعتراف کیا گیا۔ حد یہ ہے کہ مرکزی جمعیت کا ہفتہ وار ترجمان ''جمعیت'' لاہور انہی کی ادارت میں شائع ہونا شروع ہوا، اور آپ بہ حیثیت مدیر اعلیٰ ہفت روزہ جمعیت لاہور کو اعلیٰ پیمانہ پر چلاتے رہے۔ اخبار جاری کرنا، اس کو چلانا ایک پورے محکمہ کا کام ہے جو انہوں نے تن تنہا انجام دیا۔

اسی دوران فیلڈ مارشل ایوب خان کے ایام اقتدار میں جب سرکاری طور پر رویت ہلال کمیٹی بنائی گئی تو امام اہل سنت محدث اعظم پاکستان حضرت قبلہ شیخ الحدیث علامہ محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ نے اس کا رد کیا، کچھ عرصہ کے بعد جمعیت العلماء پاکستان کی میٹنگ میں چند علما نے یہ فتوی دیا کہ اگر سُنّی صحیح العقیدہ قاضی القضاۃ یا حاکم شرع سنت و شریعت کے مطابق شرعی

شہادت لے کر ریڈیو پر رویت ہلال کا اعلان کر دے تو شرعا روزہ رکھنا اور عید منانا واجب ہے۔ اس پر خود مرکزی جمعیت کے مرکزی نائب صدر اور جمعیت کے مفتی علامہ صاحبداد خان سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے خود جمعیت، لاہور میں اس غلط فتوی پر اختلافی نوٹ شائع کرایا، دوسری طرف تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی نے اس کا رد کیا، اس کے ساتھ سیدی سندی حضور محدث اعظم پاکستان علامہ ابو الفضل سردار احمد اور فاضل اجل مفتی شاہ محمد اجمل قادری رضوی حامدی سنبھلی اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی نے اس بارے اپنے اپنے جوابات شائع کرائے، اس اختلافی دَور میں حضرت پاسبان مسلک اہل سنت علامہ ابو داؤد صادق اور اس فقیر راقم الحروف (محمد حسن علی رضوی) نے امام الفقہاء شہزادۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم فقیہ اعظم علامہ مفتی شاہ مصطفیٰ رضا خان نوری قادری سے فتاوی منگوائے اور مختلف سُنّی اخبارات و رسایل و جرائد اہل سنت میں شائع کرائے۔ الحمد للہ ان فتاوی اور مضامین کو دیکھ کر حضرت مولانا مخدوم غلام معین الدین نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے صدق دل اور خلوص نیت سے رجوع فرما لیا، یہ ان کے خلوص اور وسیع النظری کی دلیل ہے، ان کے ساتھ اور دیگر ممتاز علماء نے بھی اس قول اور اس فتوی پر عدم اطمینان کا برملا اظہار فرمایا جس کا ریکارڈ اور ثبوت موجود ہے کیوں کہ پہلے فتوی میں سنی صحیح العقیدہ قاضی القضاۃ اور سنی حاکم اسلام اور سنی گواہوں کی شرط تھی وہ بعد میں نہ رہی......

اسی طرح غالباً ۶۱/۱۹۶۰ء میں مخدوم صاحب نے شیر بیشۂ اہل سنت علامہ مفتی حشمت علی خان قادری رضوی کے خلاف ایک کتاب لکھی جس کا نام اب یاد نہیں آ رہا، فقیر راقم الحروف نے اس کے جواب میں ''ضرب کبیر برد تکفیر'' ایک جامع رسالہ شائع کیا، حق واضح ہونے پر حضرت علامہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے فراخ دلانہ رجوع فرما لیا۔ اسی دوران افضلیت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کے منکر پر تکفیر کے شرعی حکم انہوں نے اولاً مخالفت کی مگر جب مفتی اعظم مصطفیٰ رضا خان برکاتی اور خلیفۂ اعلیٰ حضرت ملک العلماء مولانا شاہ محمد مظفر الدین فاضل بہاری کے فتاوی سامنے آئے تو حضرت مخدوم نے رجوع فرما لیا اور شائع فرما دیا- آج کے دَور میں یہ ناممکن ہے۔

علامہ مخدوم سید غلام معین الدین نعیمی کے خلوص و ایثار میں کوئی شک نہیں، وہ پُر خلوص جذبۂ محنت سے سرشار اور ہمہ تن شخصیت کے حامل تھے باوجود کہ فقیر نے حضرت شیر بیشہ اہل

سنت کے موضوع پر ''ضرب کبیر بر دتکفیر'' کتاب لکھی تھی مگر فقیر جب ۶۴-۱۹۶۳ء میں اپنی کتابیں 'آئینۂ حق و باطل' اور 'اکابر دیوبند کا تکفیری افسانہ' چھپوانے کے لیے لاہور گیا تو حضرت مفتی اعظم پاکستان استاذ العلماء علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری رضوی کے پاس قیام کیا اور صبح حضرت علامہ مخدوم علیہ الرحمۃ کے دواخانہ میں حاضر ہوا تو کمال شفقت ومحبت اور خندہ پیشانی سے ملے، فوراً گھر سے کھانا منگوایا اور چائے پلائی، اس کے بعد مجھ فقیر کو ساتھ لے کر بڑی سڑک پر آئے اور بے دریغ سڑک پار کر کے آنے والی بس میں میرے ساتھ سوار ہوئے اور خود کرایہ ادا کیا (اور کرایہ بھی کیا تھا بس والے پندرہ بیس پیسے کرایہ اس زمانہ میں لیتے تھے) مختلف پریسوں میں لے گئے، ٹائٹل سرورق چھپوانے کے لیے خوب صورت بلاک بھی مجھ فقیر کو دیے، مختلف کتابیں چھپوانے کے لیے بار بار مجھ فقیر کے ساتھ تشریف لے گئے۔ ہر بار ہر روز ان کے نعیمی دواخانہ میں کھانا ان کے پاس ہوتا تھا۔ آج کل یہ جذبہ اور اخلاص کہاں!!!

حضرت مخدوم نے امام اجل حافظ الحدیث علامہ امام سیوطی اور شیخ محدث دہلوی کی کتب کے تراجم بھی فرمائے اور حاشیے بھی لکھے جو ہمیشہ یادگار رہیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے۔

(مکتوب بنام ثاقب رضا قادری)

☆

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی (مدیر جہان رضا، لاہور)

مولانا غلام معین الدین نعیمی لال کھوہ، موچی دروازہ کے اندر سکونت پذیر تھے۔ پاکستان وجود میں آیا تو وہ مراد آباد، انڈیا سے ہجرت کر کے لاہور آ بسے۔ حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم نعیمیہ کے تربیت یافتہ تھے۔ راسخ العقیدہ سُنی عالم دین تھے اور ارباب قلم میں شمار ہوتے تھے۔ انہوں نے تقریر کی بجائے تحریر کو اپنا طریق زندگی بنا لیا تھا۔ ایک ماہ نامہ سواد اعظم جاری کیا جس کے صفحات پر بعض نادر و نایاب کتابوں کے ترجمے بالاقساط شائع کرتے۔ پھر ایک وقت آتا تو ان صفحات کو جمع کر کے پوری کتاب تیار کر لیتے۔ وہ مقرر اور خطیب نہیں تھے مگر باغ جناح کی جامع مسجد میں خطبۂ جمعہ دیتے۔ (اس مسجد میں ایک عرصہ سے ڈاکٹر اسرار احمد اپنے نظریات پیش کر رہے ہیں) مولانا غلام معین الدین بڑے جفاکش، محنتی اور قابل

عالم دین تھے۔ انہوں نے وادیٔ غربت میں زندگی کا سفر جاری رکھا مگر کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا۔ عقیدے کی بات بڑی جامعیت کے ساتھ کرتے اور اس سلسلہ میں کسی مصلحت بیں عالم دین کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ انہوں نے بڑی بڑی نادر کتابوں کو اردو لباس پہنایا جو آج اہل علم وفضل کے مطالعہ میں آ رہی ہیں۔ حضرت مولانا ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کے ہم مجلس تھے۔ ادیب بھی تھے، حکیم بھی تھے۔ وہ پان کو بڑے سلیقہ سے چباتے۔ میں نے کئی بار ان سے پان کے لیے استدعا کی مگر وہ فرماتے جسے پان کھانے کے آداب نہیں آتے میں اسے پان نہیں دیا کرتا۔

پارسا آداب می خوردن نمی داند که چیست؟

میں خود پان نہیں کھاتا ہوں مگر ان سے جب ملتا پان کا مطالبہ ضرور کرتا۔ مگر کمال ہے ان کی وضع داری کا۔ کبھی پان کے پتے کی توہین نہیں ہونے دی۔ میرے پاس آتے تو میں دکان دار سے پان منگوا کر پیش کرتا تو ''مال غنیمت'' سمجھ کر کھا لیتے اور اپنے معاندانہ رویہ پر ذرا بھی شرمندگی کا اظہار نہ کرتے۔ (مجالس علماء، ص ۱۰۴)

☆

علامہ عبدالحکیم شرف قادری:

مولانا مخدوم غلام معین الدین نعیمی ابن سید صابر اللہ شاہ چشتی صابری اشرفی نعیمی ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۴۲ھ/۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ مراد آباد کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ نعیمیہ میں تاج العلماء مولانا محمد عمر نعیمی اور صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ سے علوم دینیہ کی تحصیل وتکمیل کی، دینی تعلیم کے حصول کے زمانہ ہی میں فن طب حاصل کیا اور ۱۹۴۳ء میں وہاجیہ طبیہ کالج لکھنؤ سے الحکیم الفاضل کی سند حاصل کی، ۱۹۴۵ء میں آپ تحصیل علوم سے فارغ ہو گئے۔ صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی کی قیادت میں تحریک پاکستان کے لیے سرگرمی سے کام کیا۔ ایک عرصہ تک آل انڈیا سُنی کانفرنس کے منصرم رہے۔

۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے آئے، غازی کشمیر مولانا ابوالحسنات قادری نے آپ کو جمعیت کا نائب ناظم مقرر کیا، ایک مدت تک جمعیت کا ترجمان ''جمعیت'' نکالتے رہے اور پوری تن دہی سے کام کیا، بعد ازاں حضرت صدر الافاضل کی یاد میں ہفت روزہ سواد اعظم نکالا اور بڑی محنت اور ہمت سے تاحیات جاری رکھا۔ اس جریدے کی خصوصیت یہ تھی کہ مسلک اہل سنت و جماعت

کے تحفظ کے لیے حتی الامکان کوشش کرتے رہے اور اسی کے ذریعے مسلک کے مخالفین کی فتنہ سامانیوں کا سختی سے نوٹس لیا جاتا رہا، ان کی حق گوئی و بے باکی ہمارے لیے قابل فخر اور مشعل راہ ہے۔

مفتی صاحب نے ناقدری کے اس دَور میں تقریباً پچاس کے قریب کتابوں کے ترجمے کیے جن میں سے شفاء شریف، مدارج النبوت اور کشف المحجوب کے ترجمے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ بے سروسامانی کے عالم میں مسلک اہل سنت کی بہت سی کتابوں کی اشاعت کی۔ (تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۳۶۲)

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی:

میں لال کھوہ مسجد میں جمعہ پڑھاتا تھا نماز کے بعد ایک شخص نے کرتا لاچہ پہنا ہوا ہے۔ مجھے کہنے لگے کہ مجھے عرصہ ہو گیا کہ میں مسجد میں عربی خطبہ کے وقت آتا ہوں اور نماز پڑھ کر فوراً کھسک جاتا ہوں۔ کیوں کہ خطیب جھوٹے واقعات وقصص بیان کرتے ہیں۔ آج میں نے بیان سنا میں سوچ رہا تھا کہ یہ محدث کچھوچھوی کا کوئی مرید ہے یا کوئی نوجوان ہے جس نے ان کی کسی تقریر کو رَٹا لگایا ہوا ہے کیوں کہ جو نکات بیان ہوئے اور جو انداز بیان تھا وہ محدث کچھوچھوی کا تھا۔ نیز دریافت فرمایا کہ تم نے الفاظ (سبب، شرط، ہیئت، رکن، علت، حکم وغیرہ) تو بہت بھاری بھرکم استعمال کیے ہیں لیکن کیا ان کا مفہوم بھی جانتے ہو؟ علامہ سعیدی نے ان کی تعریفات پیش کر دیں تو مفتی سید غلام معین الدین نعیمی بہت خوش ہوئے اور اس کے بعد ان کا معمول بن گیا کہ وقت پر تشریف لاتے، ملاقات کرتے اور کبھی کبھار کوئی معجون وغیرہ بھی بہ طور تحفہ پیش فرماتے۔ (بروایت علامہ نصیر الدین، جامعہ نعیمیہ لاہور)



محقق ومورخ پروفیسر محمد اسلم:

طالب یزدانی کی قبر سے جانب مغرب مفتی غلام معین الدین نعیمی کی اَبدی آرام گاہ ہے۔ ان کا شمار اپنے زمانے کے نام وَر علماء میں ہوتا ہے۔ مرحوم ۲۳ دسمبر ۱۹۲۳ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے مولانا محمد عمر نعیمی اور صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا اور ۱۹۵۰ء میں مراد آباد سے لاہور چلے آئے۔ مولانا ابوالحسنات نے انہیں

جمعیۃ العلماء پاکستان کا نائب ناظم اور جمعیۃ کے ترجمان ''جمعیت'' کا مدیر مقرر کیا۔ انہوں نے سوادِ اعظم کے نام سے ایک ہفت روزہ بھی جاری کیا۔ موصوف ایک اچھے مترجم تھے۔ انہوں نے کشف المحجوب اور مدارج النبوۃ کے علاوہ بھی کئی کتابوں کے اردو میں ترجمے کیے۔ ان کی وفات پر بشیر حسین ناظم نے یہ قطعہ تاریخ کہا:

چوں از فلک بخواستم کہ چیست سال رحلتش
بگوش مژدہ آمدہ ''غراق رحمت ابد''

۱۹۷۱ء

(خفتگانِ خاکِ لاہور، ص ۱۳۴، مطبوعہ ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور)



مفتی علیم الدین نقشبندی (کھاریاں):

ایام طالب علمی میں مَیں نے مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کی زیارت کی ہے۔ سوادِ اعظم ہمارے یہاں باقاعدگی سے آتا تھا اور ہم اس کی اشاعت کے لیے اپنی مقدور بھر کوشش کرتے تھے۔ مفتی صاحب نہایت محنتی اور اپنے مشن کے ساتھ حد درجہ مخلص تھے۔ آپ نے متعدد اہم کتب مثلاً **مدارج النبوۃ، کشف المحجوب، الخصائص الکبریٰ، الشفاء شریف** کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ اللہ کریم ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور جزائے خیر سے نوازے۔ آمین



مفتی جمیل احمد نعیمی (کراچی):

آپ اسلامیانِ برصغیر کی مذہبی، سیاسی، ثقافتی، ادبی اور تعلیمی مشکلات کا حل تھے اور مسلمانوں کا جادۂ حق پر گامزن کرنے میں آپ نے نمایاں کردار اَدا فرمایا۔ آپ نے بنارس سُنّی کانفرنس کی مکمل رُوداد بعنوان ''**خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ**'' مرتب کر کے شائع کرائی۔ آپ کے بیشتر کارہائے نمایاں میں یہ کارنامہ بھی ہمیشہ روزِ روشن کی طرح عیاں رہے گا۔

تقسیم ملک کے بعد دوست، احباب واقارب، اثاثۂ بیت و دیگر ضروریات زندگی کا فقدان ہونے پر آپ دل برداشتہ نہیں بل کہ اپنے مشائخ کے مشن کو جاری رکھنے اور اسے کامیاب بنانے کے لیے ہمیشہ کوشاں رہے۔ مذہب اور ملک وملت کی ایسی شان دار خدمت انجام دی کہ

آپ کی قابل قدر خدمات اور بے مثال حسن کارکردگی کا ہر شخص معترف ہے۔ ۱۹۵۴ء سے ۱۹۵۸ء تک مرکزی جمعیت علماء پاکستان کے نائب ناظم اعلیٰ رہے۔

آپ نے اپنے شیخ و مرشد صدر الافاضل کی یاد میں ہفتہ وار اخبار **سواد اعظم** جاری کیا جس میں مذہبی و سیاسی اور علمی و ادبی مضامین شائع ہوتے تھے۔ اس جریدے کی خصوصیت یہ تھی کہ مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کے لیے حتی الامکان کوشش کرتے رہے اور اسی کے ذریعے آپ مسلک کے مخالفین کی فتنہ سامانیوں کا سختی سے نوٹس لیتے رہے۔ آپ نے تقریباً ۴۵ کتب کا ترجمہ فرمایا جو کہ اپنے اپنے علم و موضوع میں آخری منزل کی تھیں اور ترجمہ اس خوش اُسلوبی سے کیا کہ ترجمہ کی بجائے اصل کتاب معلوم ہوتی ہے۔ فن ترجمہ کے ماہرین کو معلوم ہے کہ ایک زبان کو دوسری زبان کا جامہ پہنانا کس قدر مشکل اَمر ہے مگر حضرت مخدوم ملت اس فن کے استاد تھے۔ آپ نے **نعیم البیان فی تفسیر القرآن** تحریر فرمائی جس کا پہلا حصہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکا ہے۔ دیگر تمام کتب سابقہ اہل سنت کے مختلف علوم وفنون اسلامیہ کے بارے میں ہیں جن کتب کو عالمی شہرت حاصل ہے ان میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں:

۱۔ الشفاء شریف	۲۔ مدارج النبوۃ	۳۔ ماثبت بالسنۃ
۴۔ کشف المحجوب	۵۔ فتوح الغیب	۶۔ الخصائص الکبریٰ

(ماخوذ از روشن دریچے: ص ۲۹۹، ۳۰۰)

☆

قطعات وصال / مناقب

سید وجاہت رسول قادری (صدر ادارہ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی):

حکیم اہل سنت مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

(مصنف و مترجم کتب کثیرہ و مدیر سواد اعظم - لاہور، تلمیذ خاص حضور صدر الافاضل)

[راقم کو قبلہ سید وجاہت رسول قادری (مدیر اعلیٰ معارف رضا، کراچی) نے یکم فروری ۲۰۱۵ء کو سواد اعظم (لاہور) کے تقریباً ۵۴ شماروں پر مشتمل ایک ضخیم جلد بطور تحفہ عنایت کی اور اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ ''رد قادیانیت اور سُنی صحافت'' کی طرز پر اہل سنت کے اس وقیع اخبار پر بھی کام کروں۔ بعد از ملاحظہ راقم نے قبلہ وجاہت رسول قادری صاحب مدظلہ العالی سے عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کے اَحوال و کارناموں کے تعارف پر مختصر کتاب ترتیب دوں، اسی ضمن میں یہ عرض کی کہ آپ چوں کہ مفتی صاحب سے وابستہ رہے ہیں تو اپنے تاثرات تحریری طور پر عنایت فرمائیں جس پر قبلہ شاہ صاحب نے یہ منقبت مع حواشی تحریر کر کے عنایت کی جو کہ بعد ازاں آپ کے دیوان **''فروغ صبح تاباں''** (سال اشاعت: ۲۰۱۶ء) میں بھی شائع ہوئی۔ ثاقب قادری]

نقیب(۱) صدرِ اَفاضل معین الدین ہیں
رَضا کی فکر کے حامل معین الدین ہیں
حکیم ملت بیضاء معین الدین ہیں
فہیم و عارف کامل معین الدین ہیں
حمیدہ خصل و خصائل معین الدین ہیں
جمال بدر(۲) مماثل معین الدین ہیں
خطیب(۳) و واعظ عاقل معین الدین ہیں
دُرر(۴) کے جامع و محصل معین الدین ہیں
سواد اعظم(۵) امت کے ہیں علم بردار

معین مذہب کامل معین الدین ہیں
سرور نزہت(۶) خاطر زبان علم سے ظاہر
خدا کے بندۂ مقبل معین الدین ہیں
ہے ان کا مسلک و مشرب مسالک حنفاء(۷)
ثبات(۸) حق میں مقابل معین الدین ہیں
مثال شبنم سحری دلوں کو تازگی بخشی
پیام طیبہ کے قائل معین الدین ہیں
جو حفظ ختم نبوت(۹) کا معرکہ ٹھہرے
معین و مرد مقابل معین الدین ہیں
حیات صدرِ اَفاضل(۱۰) کا آئینہ کہیے
اَمین بزم اَفاضل معین الدین ہیں
ہر ایک اہل ادب پر اگر سچ پوچھو
انعام فائض و شامل معین الدین ہیں
رقم کی ثاقب(۱۱) تاباں نے اک نئی تاریخ
جمیع حسنہ خصائل معین الدین ہیں

حواشی:

(۱) حضرت علامہ حکیم سید معین الدین کاکاخیل (۱۹۲۳-۱۹۷۱ء) علیہ الرحمۃ صدر الافاضل حضرت علامہ نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمۃ کے تلمیذ رشید، خلیفہ اور تحریک پاکستان میں ان کے موید ومعین کار رہے۔ اپنے استاد مکرم کے ساتھ صحافتی ذمہ داریوں میں بھی ان کا ہاتھ بٹایا، گویا ہر اعتبار سے وہ صدر الافاضل کے نقیب رہے۔ فقیر قادری کو حضرت علامہ مولانا حکیم سید معین الدین کاکاخیل علیہ الرحمۃ سے بالمشافہ ملاقات کا شرف صرف دو بار ہوا ہے۔ ۱۹۶۴ء میں جب فقیر مشرقی پاکستان سے پہلی بار کراچی اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آیا۔ کراچی آتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اخبار سواد اعظم لاہور حضرت علامہ موصوف کو خط لکھ کر اپنے نام جاری کروایا۔ اس طرح ان سے خط وکتابت کا سلسلہ شروع ہوا۔ غالباً ۱۹۶۴ء کے وسط سے جب وہ کراچی تشریف لائے تو ان سے ملاقات ہوئی، اس کے بعد غالباً ۱۹۶۵ء کے شروع میں کراچی ہی میں ملاقات ہوئی۔ افسوس کہ ان سے خط کتابت کا ذخیرہ محفوظ نہ رکھ سکا۔ میں نے ان کو نہایت ملنسار، منکسر المزاج اور بلند اخلاق انسان پایا، ان کا لباس سادہ اور مزاج درویشانہ تھا۔ سادات کرام کے اخلاق حسنہ کی تمام خوبیاں ان میں موجود تھیں، ایک بار ان سے ملاقات کے بعد

بار بار ملنے کو دل چاہتا تھا۔ فقیر کی یہ دلی تمنا رہی کہ اے کاش کہ میں وہ بندہ ہوتا جو ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتا۔ ان کی شخصیت حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ کے اس شعر کی عکاس تھی؛

دل دادۂ بیارے عاشق کشے نگارے
مرضیۃ السجایا محمودۃ الخصائل

(ترجمہ: تُو نے دل ایسے یار کو دیا ہے کہ وہ عاشق کُش محبوب ہے اس کی عادتیں پسندیدہ اور خصلتیں اچھی ہیں۔)

(۲) صدر افاضل کے ساتھ بدر اماثل بھی علامہ مفتی نعیم الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب تھا۔

(۳) ''مواعظ حسنہ'' حضرت علامہ امام عصفوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے، جس کا آپ نے اردو ترجمہ کیا۔

(۴) ''الدرر المنتشرہ فی احادیث المشتھرہ'' مصنفہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ آپ نے اردو میں ترجمہ کیا اور خود شائع کیا۔

(۵) رسالہ السواد اعظم اہل سنت کا ترجمان تھا، حضرت صدر الافاضل کی سرپرستی میں تقسیم ہند سے قبل مرادآباد سے نکلا کرتا تھا، تاج العلماء حضرت علامہ مولانا محمد عمر نعیمی علیہ الرحمۃ اس کے مدیر تھے۔ حضرت علامہ حکیم سید معین الدین نعیمی نے اسی نام سے قیام پاکستان کے بعد غالباً ۱۹۵۸ء میں بطور ہفتہ وار اخبار لاہور سے شائع کیا جو ان کے انتقال ۱۹۷۱ء تک شائع ہوتا رہا۔

(۶) قرۃ العیون مصنفہ فقیہ ابواللیث سمرقندی علیہ الرحمۃ کی کتاب کا ترجمہ علامہ ممدوح نے ''سرور خاطر'' کے نام سے کیا۔

(۷) علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ''مسالک الحنفاء'' کی طرف اشارہ ہے، جس کا اردو ترجمہ بنام ''والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم'' حضرت معین الدین نعیمی نے کیا۔

(۸) احقاق حق کتاب (مولفہ صدر الافاضل) مرتبہ مفتی سید غلام معین الدین نعیمی کی طرف اشارہ ہے۔

(۹) تحریک تحفظ ختم نبوت (۱۹۵۳/۵۲) کی طرف اشارہ ہے، جس میں حضرت علامہ موصوف نے دیگر علماء اہل سنت کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا اور اس سلسلہ میں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔

(۱۰) ''حیات صدر الافاضل'' کے نام سے حضرت موصوف نے ایک جامع کتاب شائع کی تھی۔ ان کے بعد مختلف مکتبوں سے شائع ہوتی رہی ہے۔ اسی کی بنیاد پر مفتی ذوالفقار خان نعیمی زید علمہ (انڈیا) ایک ہزار صفحات پر مشتمل صدر الافاضل کی حیات اور کارناموں پر ایک کتاب شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو جلد زیور طباعت سے آراستہ کرنے کے لیے انہیں وسائل عطا فرمائے۔ آمین

(۱۱) فاضل نوجوان محقق عزیزی ومحبی محمد ثاقب رضا (لاہور) متعدد مقالات اور کتب کے مصنف ومولف ومرتب ہیں۔ حال ہی میں ان کی ایک تالیف ''ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت'' (جلد اول) شائع ہوئی ہے۔ یہ ہفت روزہ اخبار ''سراج الاخبار'' (جہلم) ۱۸۸۵ء تا ۱۹۱۷ء کی فائلوں پر مبنی ہے جب کہ جلد دوم ہفت روزہ اخبار اہل فقہ (امرت سر) ۱۹۰۶ء تا ۱۹۱۳ء بھی شائع ہو چکی ہے۔ ابھی ہفت روزہ اخبار الفقیہ (امرت سر) پر کام جاری ہے۔ راقم نے ان کے تحقیقی اور صحافتی ذوق سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سواد اعظم (لاہور) کی ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۰ء کے

شماروں کی فائل بھیج دی اور ان سے استدعا کی کہ ہفت روزہ سراج الاخبار جہلم کے طرز پر اس کو بھی شائع فرما دیں۔انہوں نے فقیر کی درخواست کو شرف پذیرائی بخشی اور اس پر ایک اہم اضافہ یہ کیا کہ مدیر اخبار حضرت علامہ مفتی حکیم سید معین الدین نعیمی کے حیات اور کارناموں پر ایک بھرپور مقدمہ لکھا بل کہ ان سے تعلق رکھنے والے اعاظم علماء سے تقاریظ و تاثرات بھی لکھوائے اور اب وہ اسے کتابی شکل میں بہت جلد شائع کر رہے ہیں۔ان شاء اللہ تعالیٰ فجزاہ اللہ احسن الجزا

وہ تحقیق کے اعلیٰ ذوق کے مالک ہیں اور دستاویز اور ماخذ کی تلاش اور حصول کے لیے اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھتے جب تک اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو جاتے۔انٹرنیٹ اور ٹیلی فون کے ذریعہ برصغیر کے تمام اہم اداروں، لائبریریوں اور شخصیات سے وہ رابطے میں رہتے ہیں۔وہ ایک اچھے مصنف اور محقق ہونے کے علاوہ دل دردمند کے مالک ہیں۔وہ اہل سنت کے ان اکابر علماء کی تصنیفات اور ان کی حیات اور کارناموں سے آگاہ کرنے کا عزم رکھتے ہیں جو گذشتہ دو صدیوں میں برصغیر پاک و ہند میں گزرے ہیں اور اب نسیاً منسیاً ہو چکے ہیں۔اس سلسلے میں وہ متعدد مقالات اور مضامین بھی لکھ چکے ہیں جو متعدد جرائد و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں اور ان کے پرنٹ ویب سائٹ پر بھی موجود ہیں۔حضرت علامہ مولانا مفتی غلام دستگیر قصوری علیہ الرحمۃ کے پندرہ نایاب رسائل مع اپنے وقیع مقدمے کے انہوں نے حال ہی میں شائع کیے ہیں جس کو علماء و محققین نے بڑی پذیرائی بخشی۔

زیرِ نظر منقبت بھی فقیر نے انہی کی تحریک پر لکھی ہے۔گر قبول افتد زہے عز و شرف

☆

سلام معین الملت کے حضور میں

از: مولانا منشا تابش قصوری

السلام اے عالم عالی مقام — واصف خیر البشر خیر الانام

السلام اے مشرب فیض و کرم — واقف اسرار دین محتشم

السلام اے پیکر صدق و صفا — اے معین الدین غلام مصطفیٰ

السلام اے نازش بزم نعیم — ناشر آیات قرآن حکیم

السلام اے قاطع اہل ہوا — مفتی دیں مانع جور و جفا

کاشف اسرار پنہاں السلام — السلام اے ترجمان دین و ایماں

معدن رُشد و ہدایت السلام — ماہتاب علم و حکمت السلام

پاسبان اہل سنت السلام — ترجمان قادریت السلام

مظہر صدرالافاضل السلام — نائب فخرالاماثل السلام

گو قبول افتد معروض و سخن — بر دل تابش نگاہ لطف کن

قطعات تاریخ

ازسید صابراللہ شاہ اشرفی والد مفتی غلام معین الدین نعیمی:

پسر ما حکیم سید غلام معین الدین نعیمی

۱۹۷۱ء

تاریخ متخرجہ از قرآن

ادخل الجنة فقد فاز

۱۳۹۱ھ

غمزدہ والد مرحوم

۱۳۹۱ھ

دردمند ابوالمخدوم صابراللہ

۱۳۹۱ھ

منقبت درصنعت تعمیہ داخلہ

مفتی معین الدین تھے مخدوم اور موقر	باغ نعیمیت کے اک پھول تھے معطر
مخدوم اس وجہ سے کہ وہ معین دین تھے	دل عشق مصطفیٰ سے سینہ بھی تھا منور
اسلاف کی کتب کے اکثر کیے تراجم	پرچہ سواد اعظم اپنا کیا منشر
میں ہی نہیں زمانہ شاہد ہے اس کا واللہ	بے دیں سے گفتگو میں رہتے تھے وہ مظفر
دشمن نے ان پہ جادو ایسا کیا کہ ہائے	قلب و جگر سراسر ان کے ہوئے مقشر
آخر کو جان دے دی جاں آفریں کو اپنی	دست اجل سے پی کر اک ساغر مسحر

بارہ جمادی اخریٰ دن تھا چہار شنبہ	رخصت ہوئے جہاں سے وہ عاشق پیمبر
ہائے وہ راحت جاں نورِ نگاہ میرے	پیری میں کر گئے ہیں دل کو میرے مکتر
لکھ سال ہجری صابرؔ **طوفان اشک** کم کر	چوتھی اگست کی سن انیس سو اکہتر

۴۶۷ ۱۸۵۸

۱۸۵۸-۴۶۷=۱۳۹۱ھ

☆

فاضل و حاذق طبیب و ہم خطیب خوش بیاں
عالم بے مثل باشد آں معین الدین شاہ
حکم طلبی چوں بیاید از جناب کبریا
یک سر مو سر نہ تابد آں معین الدین شاہ
ایں ندا از غیب آمد صابرؔ محزوں بگو
قصر فردوسی بیابد آں معین الدین شاہ

۱۳۹۱ھ

قطعہ تاریخ نوشتہ برلوح مزارش (تعمیر خارجہ)

مفتی معین الدین کی رحلت سے اہل سنت
ہیں اشک بار سارے اور سب کو بیکلی ہے
بارہ جمادی اخریٰ دن تھا چہار شنبہ
مخدوم کی سواری جنت میں جب گئی ہے
اب لکھ یہ ارخ صابرؔ کر دُور شیون بد
انیس سو اکہتر چوتھی اگست کی ہے

۳۷۲-۱۷۶۳=۱۳۹۱ھ

قطعہ تاریخ در تعمیہ داخلہ

رفت از بزم جہاں مفتی معین الدین آہ
دو و دہ اخریٰ جمادی چار شنبہ روز ہم
شد مطابق چار از ماہ اگست عیسوی
سہ پہر با نصف ساعت و سہ ساعت فگن بر ما الم
عیسوی سن در عدد صابر باز قادر بگو
سال ہجری سیزدہ صد یک نود آمد بغم

۳۰۵+۱۶۶۶=۱۹۷۱ء



ازمولانا غلام قطب الدین احمد نعیمی:

''بعنوانات تاریخ جوہر مکنون''۱۹۷۱ء

مادۃ المستخرجہ۔ مدح گو احقر سید غلام قطب الدین احمد نعیمی۔ نظامی مدیر مسئول

۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء ۱۳۹۱ھ

شمس العلماء الحکیم الفاضل ادیب کامل (۱۹۷۱ء)
راہبر خیر الفلاح ابدی (۱۳۹۱ھ)
قدوۃ المحققین اسلام (۱۳۹۱ھ)
زبدۃ العالمین شرع ویقین (۱۳۹۱ھ)
زینت کائنات العارفین (۱۳۹۱ھ)
انجم ہدایت رہنمائے ملت والدین (۱۳۹۱ھ)
حضرت علامہ صدر الانام (۱۹۷۱ء)
جمشید زمان غلام معین الدین نعیمی (۱۹۷۱ء)

مخدوم جہاں نور اللہ مرقدہٗ (۱۳۹۱ھ)
ضیائے نعیمیت (۱۳۹۱ھ)
مخدوم جہاں نور اللہ مرقدہٗ (۱۳۹۱ھ)

تاریخ از قرآن حکیم جادۂ حق

کل من علیھا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

۱۹۷۱ء

ولی زمانہ مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی ۱۹۷۱ء

مخدوم جہاں نور اللہ مرقدہٗ ۱۳۹۱ھ

منقبت وتاریخ وصال

تھا وہ علم و فضل کی دنیا کا شمع پُر ضیا	ملت اسلامیہ کا جس کے دل میں درد تھا
وہ طبیب حاذق و کامل خطیب صاف گو	صاحب حسن سخن اہل زباں جاتا رہا
وہ ادیب ایسا تھا جس کا خامہ تھا فطرت نگار	ترجمان اہل سنت، قوم کا راہنما
خلق سے اس کے عیاں اسلاف کا اخلاق تھا	وہ شریف النفس انساں آہ دنیا سے گیا
جس کو ورثہ میں ملی تھی نسبت فیض نعیم	آہ وہ باغ نعیمی کا ثمر ہم سے چھنا
تھا ابوبکر و عمر، عثمان، علی کا وہ غلام	شیوۂ تبلیغ دین مصطفیٰ جس کا رہا
صاحب جود و سخا تھا اور تھا مہر و وفا	آہ وہ نور خدا تھا عامل صدق و صفا
عالم قرآن و سنت، رہبر خیر و فلاح	نام اس کا رہ گیا اور خود نہ دنیا میں رہا
حضرت صدر الافاضل کے گلستان کا تھا گل	جس کی دینی خدمتوں کا معترف ہر فرد تھا
وہ چراغ مصطفیٰ تھا جو کہ تھا ظلمت رُبا	حاسدوں نے سحر سے ہائے شہید اس کو کیا
سب عزیز و اقربا کو نیم بسمل چھوڑ کر	چل دیا دنیائے دوں سے جانب خلد عُلا

آہ بربادی گل و گلزار کی کیسی ہوئی	مکتبہ سنسان ہے اور ہے مطب اُجڑا ہوا
بدھ کا دن تھا اور جمادی آخری کی بارہ تھی	تھی اگست کی چار انیس سو اکہتر سال تھا
نائب ناظم بقرب نائب صدر عُلا	جس طرح دنیا میں تھے ہیں آج بھی وہ ایک جا
یہ نہیں پنہاں. عیاں ہے روز روشن کیطرح	مرقد مخدوم ہے قبر ترنم سے ملا
بولا ہاتف سال رحلت اس طرح احمدؔ لکھو	"رب العزت نے نعیمی کو نعیمی کر دیا"

نعیمی بمعنی جنتی

۱۳۹۱ھ

منقبت دیگر تاریخی

دنیائے سنیت میں وہ اک آفتاب تھا	اپنی مثال آپ تھا وہ لاجواب تھا
مفتی فقیہ محدث علامہ و خطیب	اس کا مقام عالی فضیلت مآب تھا
بے دین اس کے سامنے ٹھہرے کیا مجال!	ہر مسئلہ حیات میں وہ فتح یاب تھا
جو خوبیاں تھیں اس میں جانے وہ ذوالجلال	اتنا دیا خدا نے کہ وہ بے حساب تھا
حاذق طبیب اور وہ کامل خطیب تھا	ہر شعبۂ علوم میں وہ آفتاب تھا
دین متیں کا خادم سنت پہ جاں نثار	باغ نعیمیت کا شگفتہ گلاب تھا
انوار اور تجلی کا عالم بیاں ہو کیا؟	بعد وفات رخ پہ عجب ہی شباب تھا
سید حکیم مفتی غلام معین الدین	مخدوم تھا لقب تو نعیمی خطاب تھا
یہ احمدؔ نعیمی لکھو سن وصال	مجموعہ مکارم عزت مآب تھا

۱۳۹۱ھ

تاریخ دیگر

وہ تھا پیکر عشق شان رسالت	فقیہ و مفسر کتاب اور سنت
طبابت خطابت فصاحت میں یکتا	نڈر باوقار ادیب صحافت
صداقت عدالت شرافت کے پیکر	وہ اک درِّمکنون تھے در حقیقت
کبھی فکر مذہب کبھی فکر ملت	وہ اپنی جگہ تھے منظم جماعت

وہ رونق تھے محفل کی بزم جہاں میں	چلے چھوڑ کر آج اپنی رفاقت
جو حاسد ہیں ساحر ہیں کہہ دو یہ ان سے	صلہ دشمنی کا ہے قعر مذلت
کیے ایسے بہتر تراجم کتب کے	کہ جن میں عیاں ہیں فصاحت بلاغت
یہ احمدؔ نعیمی لکھو سال رحلت	کہ آیات جنت ہیں ساغر شہادت

۱۹۷۱ء

ازمولانا صابر براری، کورنگی کراچی:

"آہ ایزد آگاہ مدیر سواد اعظم" ۱۳۹۱ھ

"ادیب اسلام مولانا حکیم غلام معین الدین نعیمی" ۱۹۷۱ء

آہ رخصت ہوئے معین الدین	ہجر سے ان کے اہل حق ہیں ملول
پندرہ روزہ سواد اعظم کے	تھے مدیر و مکرم و مقبول
زندگی بھر رہے بہ جان و دل	آپ تبلیغ دین میں مشغول
کہیے صابرؔ یہ مصرعۂ رحلت	عارف خلد ہے فدائے رسول

۱۳۹۱ھ

ازبشیر حسین ناظم، لاہور:

شہید حب مصطفیٰ غلام معین الدین ہیں
ہوں ان پہ حق کی رحمتیں سلام بھی ہوں لا تعد
رہیں گے ان کے غلغلے جہانِ علم و فضل میں
انہوں نے جو جلائی ہیں شمعیں جلیں گی تا ابد
چود از فلک بخواستم کہ کیست سال رحلتش؟
بگوش مژدہ آمدہ "غریق رحمت احد"

۱۹۷۱ء

☆

ازابوالطاہر فدا حسین فداؔ مدیر مہر و ماہ، لاہور

جناب سید والا گہر معین الدین	تھے اک عالم و فاضل فقیہ لاثانی
تھے کفر و شرک کے قاطع وہ عارف کامل	نظر میں ان کی جھلکتا تھا کیف عرفانی
وہ مفتخر تھے غلامیٔ شاہِ طیبہ پر	نظر میں ہیچ تھا ان کی شکوہ سلطانی
علوم دین میں کامل وہ مفتی و الحاج	جلا گئے ہیں زمانے میں شمع نورانی
ہوں محو ظلمتیں جس سے سبھی جہالت کی	فروزاں دل میں تھا ان کے وہ نورِ یزدانی
وطن کے والہ و شیدا نثارِ دین متین	تھے صدق دل سے وہ غمخوار نوع انسانی
تڑپ تھی عشق محمد کی ان کے دل میں فداؔ	عطا کیا انہیں حق نے تھا جوش ایمانی

☆

ازمولانا سید فاضل اشرفی میسوری:

وارث خیر الوریٰ مفتی معین الدین ہیں
جانشین مرتضیٰ مفتی معین الدین ہیں

کاکا صاحب سے نسب ملتا ہے جا کر آپ کا
صاحب فضل و علا مفتی معین الدین ہیں

یہ فضیلت بھی خدا نے ان کے حصے میں رکھی
شاہِ سمناں کے گدا مفتی معین الدین ہیں

حضرت سید محدث کو بھی ان سے پیار تھا
سوچو کیسے باصفا مفتی معین الدین ہیں

اعلیٰ حضرت اشرفی کی نسبت پُر فیض سے
با محمد با خدا مفتی معین الدین ہیں

تربیت پائی ہے آغوش نعیم الدین میں
حامل نور ہدیٰ مفتی معین الدین ہیں

باب ان کی سیرت طیب کے پڑھ کر دیکھ لو
اک مکمل جامعہ مفتی معین الدین ہیں

بارگاہِ مصطفیٰ تک جو ہمیں لے جائے گا
ایسا سیدھا راستہ مفتی معین الدین ہیں

ان کی دینی اور ملّی خدمتوں کو دیکھ کر
عقل حیرت میں ہے کیا مفتی معین الدین ہیں

اللہ والوں کی کتابوں کا کیا ہے ترجمہ
کس قدر حق آشنا مفتی معین الدین ہیں

خدمت دین مبیں میں ہر ہنر اپنا دیا
افسر جیش رضا مفتی معین الدین ہیں

دی صحافت کے ذریعے مذہبیت کو جلا
ایک دانا رہنما مفتی معین الدین ہیں

زلزلے آئیں نہ کیوں مودودیت کے شہر میں
ضربت صدق و صفا مفتی معین الدین ہیں

شورشِ شورش کو جس نے کر دیا بے فائدہ
ایسی لاہوتی صدا مفتی معین الدین ہیں

شورِ ''حزب اللہ'' کیسے جیت پائے گا کہ جب
حزبِ شاہِ انبیاء مفتی معین الدین ہیں

سُنّیوں پر کیا جما سکتا ہے کوئی رعب علم
جب حوالہ علم کا مفتی معین الدین ہیں

الشفاء کے ترجمے کی خوبیوں سے ہے عیاں
خود بھی اک دارالشفاء مفتی معین الدین ہیں

ان کے کس کس وصف پر فاضلؔ اُٹھائیں ہم قلم
ہر ستائش سے وَرا مفتی معین الدین ہیں

☆

نمونۂ کلام

صوفی سید صابر اللہ شاہ اشرفی

ہو مبارک مصطفیٰ کی جلوہ فرمائی ہوئی

جب جہاں میں مصطفیٰ کی جلوہ فرمائی ہوئی	رحمتوں کی بدلیاں تھیں چارسُو چھائی ہوئی
بلبل نغمہ سرا پھرتی ہے اِترائی ہوئی	دُھوم سے ہے باغ عالم میں بہار آئی ہوئی
آ گئے وہ آ گئے صبح ولادت آ گئے	جن کے آنے کی خبر مدت سے تھی آئی ہوئی
ہر دَر و دیوار سے آتی تھی پیہم یہ صدا	ہو مبارک مصطفیٰ کی جلوہ فرمائی ہوئی
اس سے پہلے محفل عالم پڑی تھی سُون سان	آج ذات مصطفیٰ سے بزم آرائی ہوئی
کہہ رہا تھا یہ حرم کا ذرّہ ذرّہ صاف صاف	بت مٹے توحید سے کعبہ میں زیبائی ہوئی
لات پر پڑتی تھیں لاتیں اور ہبل پر ٹھوکریں	نورِ حق چمکا بتوں کی خوب رُسوائی ہوئی
وقت مولد تخت اوندھے ہو گئے ابلیس کے	لعنتوں سے مُردنی سی اُس پہ تھی چھائی ہوئی
رحمت عالم کو بھیجا ہم پہ رحمت کے لیے	واہ کیا ہم عاصیوں پر رحم فرمائی ہوئی
اس کا ثانی کیا ہو جس کے قد کا سایہ بھی نہ ہو	ختم ذات مصطفیٰ پر شان یکتائی ہوئی
وہ نہ ہوتے کچھ نہ ہوتا، وہ ہوئے تو سب ہوئے	ان کا ہی صدقہ ہے یہ جو عالم آرائی ہوئی
ناز سے کرتی ہے سودائے سُو بدائے قلوب	زلف مشکیں چہرۂ گل گوں پہ بل کھائی ہوئی
سنگریزوں کو جلایا ہاتھ میں بُوجہل کے	ایسے ہوتے ہیں مسیحا، یہ مسیحائی ہوئی
کیا عجب ہے جوش میں نکلے زباں سے یوں مری	دیکھ کر ان کی سواری حشر میں آئی ہوئی
کام کیا تھا حشر میں صابرؔ کے آنے کا شہا	حسرت دیدار ہے اس کو یہاں لائی ہوئی

☆

سلام

یا نبی سلام علیک ☆ یا رسول سلام علیک ☆ یا حبیب سلام علیک ☆ صلوات اللہ علیک

جب ہوئے پیدا وہ ہادی و نبی الانبیاء	کر دیا اللہ نے باغ جہاں کو پُر فضا
شادمانی کے طبل بجنے لگے تھے جا بجا	سارے عالم نے زبان حال سے اُس دم کہا

آپ ہیں محبوب عالم، مظہر رحمت مجسم
آپ پر قرباں رہیں ہم، وِرد رکھتے ہیں یہ ہر دم

یا نبی سلام علیک ☆ یا رسول سلام علیک ☆ یا حبیب سلام علیک ☆ صلوات اللہ علیک

یوں تو کل تمہارے عشق میں ہے مبتلا	ہاں مگر جو ہند میں عشاق رہتے ہیں سدا
پاس رکھتے کچھ نہیں ہیں مال و زر وہ بے نوا	یاس کے عالم میں رو رو کر یہ کہتے ہیں شہا

آتش فرقت میں جلنا، اور کف افسوس مَلنا
ہند سے کب ہو نکلنا، جانب طیبہ ہو چلنا

یا نبی سلام علیک ☆ یا رسول سلام علیک ☆ یا حبیب سلام علیک ☆ صلوات اللہ علیک

عاشقوں کا دم لبوں پر ہے تمہارے سرورا	لو خبر للہ ان کی رحمت ہر دوسرا
مثل ماہی لوٹتے ہیں خاک پر صبح و مسا	وجد کا عالم ہے اور ہے لب پہ ان کے یہ صدا

بخت گر بیدار ہوتا، خواب میں دیدار ہوتا
صدقے میں سو بار ہوتا، اُن کا مجھ پر پیار ہوتا

یا نبی سلام علیک ☆ یا رسول سلام علیک ☆ یا حبیب سلام علیک ☆ صلوات اللہ علیک

اب جدائی شاق ہے دل پر ہمارے یا نبی	جلوۂ زیبا دکھا دو بہر حسنین و علی
کیونکہ اب باقی نہیں اُمید اپنی زیست کی	ہے یہی وقت اے مسیحا ہو مسیحائی ابھی

مر رہا ہوں میں جلا دو، شکل نورانی دکھا دو
عنبری زلفیں سنگھا دو، اپنا سودائی بنا دو

یا نبی سلام علیک ☆ یا رسول سلام علیک ☆ یا حبیب سلام علیک ☆ صلوات اللہ علیک

اے شفیع المذنبیں وے باعث کون و مکاں	اے حبیب کبریا وے چارۂ بے چارگاں
یوں تو ہے عالم کا تم پر حال دل شاہا عیاں	ہاں ذرا سُن لو کرے جو صابر چشتی بیاں

اشرفی مسکیں تمہارا، مرشد و رہبر ہمارا
رکھتا ہے تم سے سہارا، لو خبر جلدی خدارا

یا نبی سلام علیک ☆ یا رسول سلام علیک ☆ یا حبیب سلام علیک ☆ صلوات اللہ علیک

☆

تضمین بر قصیدہ حضرت سیدنا امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

اے نور خدا ماہِ عربی	عالم میں ہے تیری جلوہ گری
ہر مرغ سحر کہتا ہے یہی	الصبح بدی من طلعتہ

والیل دجی من وفرتہ

کیا رُتبہ بیاں ہو اُن کا بھلا	جب چاہتا ہے خود اُن کو خدا
ہر ایک نبی نے یہ ہی کہا	فاق الرسلا فضلا و علی

یہدی السبلا بہدایتہ

وہ شاہِ جہانِ حسن ہے تُو	بھرتا ہے ترا دَم ہر مہ رُو
ہے قبلہ ترا طاقِ ابرو	سجد الشجر نطق الحجر

شق القمر باشارتہ

پلتے ہیں سدا اس دَر سے سبھی	ہر مومن و کافر جن و پری
سرکار میں ہے کس شے کی کمی	کنز الکرم مولی النعم

ہادی الامم بشریعتہ

ہیں فخر رُسل وہ مطلبی	سردار جہاں شاہِ قرشی
دنیا میں نہیں ہے اُن سا کوئی	ازکی النسب اعلی الحسب

کل العرب فی خدمتہ

اک طور سے آگے بڑھ نہ سکا	اک چوتھے فلک پر جا ٹھہرا

رُتبہ کا تمہارے کیا کہنا	جبریل اتی لیلا اسری

و رب دعا فی حضرتہ

اللہ کو جب منظور ہوا	لے قرب میں اپنے تم کو بلا
خدمت کے لیے سدرہ والا	جبریل اتی لیلا اسری

و رب دعا فی حضرتہ

اے شاہِ عرب محبوب خدا	وے زینت عرش رب عُلا
یہ شان تمہاری صل علیٰ	نال الشرف واللّٰہ عفا

عما سلف من امتہ

صابر سے یہ اک دن ہم نے کہا	تو کس پہ ہوئے ہو دل سے فدا
بے ساختہ یوں وہ بول اُٹھا	فمحمدنا ھو سیدنا

والعز لنا باجابتہ

☆

فریب کفر سے شان مسلمانی نہیں جاتی

غموں کی یا رسول اللہ فراوانی نہیں جاتی	نہیں جاتی مرے دل کی پریشانی نہیں جاتی
عدو کی چیرہ دستی اور ستم رانی نہیں جاتی	مگر اپنوں کی اب تک فتنہ سامانی نہیں جاتی
سلف کے راستے کو چھوڑ کر اتنے ہوئے رُسوا	کہ اپنی بات دنیا میں کہیں مانی نہیں جاتی
زمین وآسماں بھی کانپتے تھے جس کی صورت سے	اُسی مسلم کی صورت اب تو پہچانی نہیں جاتی
عیاں ہے اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ سے یہ مثل آئینہ	فریب کفر سے شانِ مسلمانی نہیں جاتی
معاصی میں ہو کتنا ہی ملوث مومن صادق	جبیں سے تابش انوار ایمانی نہیں جاتی

بلا لو روضۂ اطہر پہ اب للہ صابر کو

جدائی سے شہا اَشکوں کی بارانی نہیں جاتی

☆

بندۂ در ہو جو ترا کیوں نہ وہ بے نیاز ہو

جس کے مرض کی بس دوا خاک رہ حجاز ہو	کیوں نہ وہ پھر طبیب کے ہاتھوں سے بے نیاز ہو
سنگ در حضور پر وقت اجل جھکا ہو سر	آخری یوں اَدا مری میرے خدا نماز ہو
عرض تو حالِ دل مرا کرنا وہاں ذرا ذرا	تیرا گزر جو اے صبا سُوئے شہ حجاز ہو
تیرے جو دل ہیں مبتلا، کرتے ہیں وہ یہی دعا	زلف حبیب کبریا عمر تری دراز ہو
تاج وِلائے مصطفیٰ جس کے کہ سر پہ ہو رکھا	یہ تو بتا دے زاہدا کیوں نہ وہ سرفراز ہو
یاد سے خَر کی جو بُرا، سمجھے خیال مصطفیٰ	اس کی قبول کیا بھلا پیش خدا نماز ہو

صابر چشتی بے نوا کہتا ہے صاف برملا

بندۂ دَر ہو جو ترا کیوں نہ وہ بے نیاز ہو

یہی ہیں سُنّی سوادِ اعظم

خلود جنت خدا کا فرماں، دخول اسلام میں ہے پنہاں	جو سیدھا اسلام میں ہے رستہ تو وہ ہے یہی سواد اعظم
رسول اکرم، صحابہ اقدس، خلافت راشدہ و ارشد	امام حسنین و سب ائمہ، جزو عالی سواد اعظم
امام اعظم، امام مالک، امام حنبل، امام شافع	ہر اک محدث، فقیہ و دانا، یہ کل ہیں سُنّی سواد اعظم
معین چشتی وغوث اعظم، یہ نقشبندی و سہروردی	معارف حق کے راہ رَو سب، ہیں سلک عالی سواد اعظم
وہ شاہ مسند نشیں کچھوچھہ، فقیہ احمد رضا مجدد	جناب صدر الافاضل آقا، یہی ہیں سُنّی سواد اعظم
کتاب وسنت کے حق عقائد، مسائل شرع کے مذاہب	کتب سے انکی عیاں ہیں سب کچھ، ہے فیض جاری سواد اعظم
نبی نے جس کے لیے کہا تھا، جدا نہ ہونا تم اس سے ہرگز	خدا کی چشم کرم ہے جس پر وہی ہے ہستی سواد اعظم
ہٹا جو اس سے لُٹا وہ رہ میں، رہا کہیں کا نہ وہ جہاں میں	خدا کو پیاری نبی کو پیاری، یہ شانِ عالی سواد اعظم

سواد اعظم سے جو الگ ہے وجود اس کا وجود کب ہے

سمجھ لو صابرؔ کہ ہے جہاں میں ''نشانِ ہستی سواد اعظم''

۱۹۵۸ء

☆

رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ

رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ	ہے آغوشِ خیرالانام اللہ اللہ
زباں پر ہے میری مدام اللہ اللہ	ابوبکر صدیق نام اللہ اللہ
میسر ہے طفلی سے تا روز محشر	رفاقت رسول انام اللہ اللہ
بلا شک ہیں بعد نبی مکرم	ابوبکر خیر الانام اللہ اللہ
سر عرش صدیق کا مصطفیٰ کو	سنایا خدا نے کلام اللہ اللہ
بنا دوشِ صدیق مرکب نبی کا	ہوا جس سے بالا مقام اللہ اللہ
مقدس صحابہ کا حکماً نبی نے	بنایا انہی کو امام اللہ اللہ
حبیب خدا سیدالانبیاء کی	خلافت کا پایا مقام اللہ اللہ

مسلم ہے صابر زمانے کو اُن کا
تدبر، فراست، نظام اللہ اللہ

☆

آ پہنچے وہ رسول اللہ ﷺ

آ پہنچے وہ رسول اللہ	صلی اللہ سبحان اللہ	خیرالخلق نبی اللہ	شاہِ ہدیٰ شیئا للہ
لا الہ الا اللہ	لا الہ الا اللہ	لا الہ الا اللہ	امنا برسول اللہ
دیکھتے کیا ہو اہل صفا	آ پہنچے محبوب خدا	ہو چکے یعنی جلوہ نما	شاہد حق شاہِ بطحا

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

خلق کے رہبر آ پہنچے	حق کے پیمبر آ پہنچے	شافع محشر آ پہنچے	ساقی کوثر آ پہنچے

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

شورش پر ہے عشق کا شور	زور نما ہے حسن کا زور	بولتی ہے شاخوں پہ چکور	چاند کا نقشہ ہے کچھ اور

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں	مشعلیں حق کی جلتی ہیں	حسرتیں دل کی نکلتی ہیں	خوشیاں پہلو بدلتی ہیں

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

آتی ہے یہ گردوں سے صدا	کہتے ہیں سب مرغان ہوا	سنتے ہیں شاہِ ہر دوسرا	مل کے کہو سب بہر خدا

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

ساقی کوثر بہر خدا	آج تو ایسا جام پلا	اُٹھے پردہ دُوری کا	جلوۂ زیبا ہم کو دکھا

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

جسم سے جب ہو جان جدا	ہم کو ملے فردوس میں جا	لوٹیں ہم قربت کا مزا	آپ کی اے محبوب خدا

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

جب ہنگام ربودن ہو	ہاتھ میں آپ کا دامن ہو	وادی ایمن مدفن ہو	گلشن جنت مسکن ہو

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

جنت کی جب سیر کریں	ہم بھی سب ہمراہ چلیں	حوض کوثر پر پہنچیں	ہاتھ سے آپ کے جام پئیں

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

ربّ دو عالم ربّ عباد	سب کی بر لاتا ہے مراد	میرے اہل وعیال کو شاد	رکھیو تا یوم المیعاد

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

بخش مرے ماں باپ کو بھی	اور مرے احباب کو بھی	اہل سُنن اصحاب کو بھی	اہل وفا ارباب کو بھی

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

جو اس بزم میں شامل ہو	اس پر رحمت نازل ہو	جس جا پر یہ محفل ہو	برکت وعزت داخل ہو

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

قلب میں تو ہی حاضر ہو	عبدالقادر ناظر ہو	خواجہ معین ناصر ہو	سر پر سایۂ صابر ہو

لا الہ الا اللہ ☆ لا الہ الا اللہ

داور کل اے ربّ علا	صدقہ ذات محمد کا	جاری رہے تا روز جزا	مذہب اہل سنت کا
لا الہ الا اللہ	لا الہ الا اللہ	لا الہ الا اللہ	امنا برسول اللہ

☆

نظم در مدح سید ابوالبرکات قادری

اے گل باغ نعیمی سید احمد زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

نائب صادق حبیب خالق کون و مکاں
مطلع علم و حِکم اور منبع سرّ نہاں
کوہِ عزم و کانِ ہمت ہو امام سُنّیاں
آپ کا دیدار ''دیدار علی'' ہے بیگماں

اے گل باغ نعیمی سید احمد زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

نیّر نور الہدیٰ پائندہ باد و زندہ باد
صاحب فہم و ذکاء پائندہ باد و زندہ باد
سُنّیوں کے رہنما پائندہ باد و زندہ باد
مقتداء و پیشواء پائندہ باد و زندہ باد

اے گل باغ نعیمی سید احمد زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

اعلیٰ حضرت سیّدی کے آپ ہیں قائم مقام
آپ سے صدر الافاضل کا ہے روشن خوب نام
آپ ہی ہیں بعد ان کے اہل سنت کے امام
ہر ضلالت سے بچانا آپ کا اب ہے یہ کام

اے گل باغ نعیمی سید احمد زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

آپ کے دم سے ہے زندہ سُنّیت لاہور کی
کانپتی ہے آپ سے وہابیت لاہور کی
نور سے معمور کر دی ذہنیت لاہور کی
فیض غوث پاک سے کی تربیت لاہور کی

اے گل باغ نعیمی سید احمد زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

لختِ دل کو میرے دستارِ فضیلت کی عطا
نام ہے جس کا کہ قطب الدین احمد برملا
صابر چشتی نعیمی دل سے کرتا ہے دعا
دے جزائے خیر تم کو خالق ہر دو سرا

اے گل باغ نعیمی سید احمد زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

قطعہ تاریخ بر وصال تاج العلماء مفتی محمد عمر نعیمی

روانہ گردد بسوئے جنت کہ دارِ فانی نکو نیامد
جناب حضرت عمر نعیمی امام دوراں فقیہ اعظم
بسالِ وصلش بگفت صابرؔ بچشم پُرنم بآہ و زاری
''منیب منعم عمر نعیمی جناں بیابد ز ربّ اکرم''

۱۳۸۵ھ



قطعۂ تاریخ وصال حضرت شیخ الحدیث

غلبۂ عشق نبی بر قلب چوں گشتہ فزوں
کرد دنیا ترک یک دم نیز فرزندانِ خود
بر زبانِ صابرؔ آمد رخ ایں بے ساختہ
''مولوی سردار احمد عازم فردوس شُد''

۱۳۸۲ھ



از مفتی غلام معین الدین نعیمی

سلام بدربار خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

حبیب داور شفیع محشر سلام تم پر درود تم پر
جلیس عرش خدائے برتر سلام تم پر درود تم پر

تمہیں ہو اول تمہیں ہو آخر تمہیں ہو باطن تمہیں ہو ظاہر
بحکم قرآں تمہیں ہو برتر سلام تم پر درود تم پر

تمہیں ہو سب کے ولی و وارث اے بزم کون و مکاں کے باعث
تمہیں ہو اک غریب پرور سلام تم پر درود تم پر

ہر ایک عز و شرف کے مالک تمہیں ہو مولیٰ تمہیں ہو آقا
زباں ہے قاصر اے میرے سرور سلام تم پر درود تم پر

بمثل کف ہے گزشتہ، حاضر، زمانہ جو کچھ کہ اور ہو گا
عیاں ہے کون و مکان تم پر سلام تم پر درود تم پر

بروز اول وہ کر کے پیماں خدا کو شاہد بنا چکے ہیں
مطیع فرماں ہیں سب پیمبر سلام تم پر درود تم پر

ہمارا ایماں، ہمارا ایقاں، یہی ہے واللہ شاہ ذیشاں
نہیں ہے کوئی تمہارا ہمسر سلام تم پر درود تم پر

ورا ہے عقل و فہم سے رتبہ، جھکائے سر ہیں فرشتے جس جا
بشر کو زیبا کہے یہ جھک کر سلام تم پر درود تم پر

کھڑے ادب سے ملک ہیں در پر، بدن ہیں لرزاں حواس پراں
یہ عرض پیرا ہیں نوری پیکر سلام تم پر درود تم پر

اگرچہ ہوں میں گنہ کا پتلا، عمل بھی کوئی نہیں ہے اچھا
مگر میں باغی نہیں ہوں سرور سلام تم پر درود تم پر

معینؔ عاصی، سیاہ نامہ، تمہارے دَر پر ہے لے کے آیا
کرم کی آقا نظر ہو اس پر سلام تم پر درود تم پر

نوازا جس طرح بار اول، کرم دوبارہ ہو بینوا پر
کہوں مدینہ میں حاضر ہو کر سلام تم پر درود تم پر



گلہائے عقیدت بہ بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

برطرح: جہان قدس میں سامان استقبال سرور ہے

زمیں سے عرش تک عالم منور ہی منور ہے — تعالیٰ اللہ کیا معراج کا پُر لطف منظر ہے
سبحان اللہ سبحان اللہ شب معراج کی شوکت — جہان قدس میں سامان استقبال سرور ہے
نہ کیوں ما کان ہو اور ما یکون پیش نظر ان کے — خدا کی ذات اقدس جبکہ ان کا خاص منظر ہے
ہوئے بیہوش موسیٰ طور پر اس ایک تجلی سے — مبرّا جس تجلی سے جمال رب اکبر ہے
کی تصدیق معراج نبی، تب حق تعالیٰ نے — کہا بو بکر صادق آج سے صدیق اکبر ہے
کیا انکار بوجہل لعیں نے اس لیے اس کو — کہا مردود ہے زندیق ہے جاہل ہے اکفر ہے

میں واقف ہوں کہ کعبہ سے ہے نسبت میرے سجدوں کو
خدا جانے خدا کا گھر ہے یہ یا آپ کا در ہے
مراتب میں حبیب کبریا کا گنبد خضرا
فزوں عرش معلیٰ سے بھی وہ اللہ اکبر ہے
مکان لامکاں میں جا کے حق کو دیکھنے والی
نبی ہی کی معین الدین فقط اک چشم انور ہے

منقبت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ
کہ قرب نبی ہے قیام اللہ اللہ
سفر اور حضر، غار و بدر و لحد میں
رفاقت ہے ہر جا مدام اللہ اللہ
صحابہ میں افضل خلافت میں اول
فراست میں والا مقام اللہ اللہ
یہ رفعت، یہ سطوت، یہ صولت، یہ ہیبت
ہے بعد نبوت مقام اللہ اللہ
شعاع نبوت کی ہے ضوفشانی
فروغ صداقت نظام اللہ اللہ
صنادید کفار ہیں--- حیراں
ہوئے جس طرف خوش خرام اللہ اللہ
نبی نے بتا کر تمہیں اپنا محسن
کیا اور اونچا مقام اللہ اللہ
ہوا بہر تبلیغ اک روز چندہ
اٹھا لائے گھر سے تمام اللہ اللہ
جو پوچھا نبی نے کہ چھوڑا ہے گھر کیا
کہا بس محمد کا نام اللہ اللہ
صحابی نبی کے ہیں منصوص دو ہی
--- اور تم لاکلام اللہ اللہ

منقبت تاریخی صدرالافاضل

نعیم الدین فخرالاماثل
جلیل المرتبت راس الفواضل
فقیہ و عالم و مفتی و عارف
ندارد ہیچ کس مثلش شمائل
ادیب و خوش بیاں واعظ مقرر
ندیدم در جہاں ہر گز مماثل
بماند یادگارش بے نظیرے
یکے تفسیر و ہم اکثر رسائل
مفسر ہم محدث ہم مناظر
بسے در ذات او بودے خصائل
تعالی اللہ کہ از لب ہائے لعلیں
کند حل او بسے مشکل مسائل
برائے ظاہر و باطن مریضے!
شفا دارد بفضل حق انابل

منور شد بفیضش قلب تیرہ
مزین شد بذات او محافل
نبی و مرتضیٰ و غوث اعظم
بقرب حق چنیں دارد وسائل
اگر مخدوم خواہی سال رحلت
بگو مشکل کشا صدرالافاضل

۱۳۴۸ھ

قطعات تاریخ وصال حضرت صدرالافاضل

ز دنیا رفت سوئے باغ جنت
ادیب و عالم علم محمد
بگو مخدوم سال ارتحالش
"نعیم الدین نعیم فضل ایزد"

۱۳۶۷ھ

دیگر

کردہ سفر بعجلت صدرالافاضل آقا
پیدا شود بقلبش شوق جمال مولا
تاریخ ایں نوشتہ مخدوم بندۂ او
ذی الحجہ نوزدہ شب پیک وصال مولا

۱۳۶۷ھ

قطعہ تاریخ عیسوی

عزم جنت کرد چوں فخر زماں
ذات او را کل جہاں بایاس دید
زانکہ ذات عالم دین متیں
رحمت حق بر جہاں باشد پدید
لیگ گفتہ حور و غلماں مرحبا
درمیان اہل جنت کشت عید
تیرہ و تاریک شد دنیائے دوں
ذات او مصباح از رب مجید
سال رحلت گفت مخدوم حزیں
بست و سہ شب دور اکتوبر رسید

۱۹۴۸ء

قطعۂ تاریخ در صنعت مہملہ غیر منقوط

مکرم سرور و سردار رہ رو مکارم اسعد اطوار رہ رو
دل مخدوم گو سال وصال او مطاعم مصدر اسرار رہ رو

۱۳۶۷ھ

قطعۂ تاریخ در صنعت معجمہ منقوطہ

حضرت صدرالافاضل سید و فخر نبیل
والی و سالار ملت ناصح قول جمیل
سال رحلت صنعت منقوط گو مخدوم ایں
رفت او در باغ جنت سرور والا جلیل

۱۹۴۸ء

منقبت صدرالافاضل

منیب حضرت خیرالوریٰ صدرالافاضل ہیں
ہمارے رہنما و پیشوا صدرالافاضل ہیں
شریعت میں طریقت میں حقیقت میں ہدایت میں
امام اصفیا و اتقیا صدرالافاضل ہیں
سفینہ اہل سنت کا نہ ہو محفوظ کیوں باد مخالف سے
کہ اس کے پاسبان و ناخدا صدرالافاضل ہیں
مٹائی کفر کی ظلمت، منور کر دیا دل کو
نرالی شان کے یہ رہنما صدرالافاضل ہیں

فقاہت میں مقام اعلیٰ، سیاست میں درخشندہ
تکلم میں امام و پیشوا صدرالافاضل ہیں
خمیدہ سر مشائخ اور افاضل ہو گئے در پر
سبھی کے مقتدا و رہنما صدرالافاضل ہیں
معین الدین نعیمی تجھ کو مشکل کوئی کیوں گھیرے
ترے جب حامی و مشکل کشا صدرالافاضل ہیں



قطعات تاریخ عالم وجیہ (۱۹۶۶ء)
اعلم بدیع تاج العلماء محمد عمر نعیمی! (۱۳۸۵ھ)

ز دار فانی بسوئے جنت، برائے رویت حبیب اکرم
فقیہ و مفتی، محدث اعظم کہ ذات بودش وقار مسلم
معین محزون بچشم گریاں بگفت سال وصال بیچون
بمدح مولیٰ روانہ گردد عمر نعیمی بنزد منعم!

۱۳۸۵ھ

دیگر
در صنعت صوری و معنوی بتعمیۂ داخلہ

وہ تاجدار ملت وہ فاضلوں کے سرور
سوئے جناں سدھارے حضرت عمر نعیمی
صوری و معنوی سن مخدوم مع "جناں" لکھ
چوبیس ذیقعد کی، سن تیرہ سو پچاسی

۱۹۶۶=۱۸۶۲+۱۰۴ء



ازمولانا غلام قطب الدین احمد اشرفی نعیمی برکاتی

سلام بہ دربار خیر الانام صلی اللہ علیہ والہ وسلم

سلام اے رحمت حق مظہر اسرار ربانی	سلام اے صدر بزم انبیاء و نور سبحانی
سلام اے جانِ عالم فخر آدم تاج سلطانی	سلام اے نیّر چرخ رسالت فضل ربانی

نبوت کے ہو تم خاتم، سراج نورِ حق تم ہو
نہیں اس میں ذرا بھی شک زجاجِ نورِ حق تم ہو

سلام اے پیکر نوری، سلام اے حسن منّانی	سلام اے خلقت اوّل، سلام اے شانِ یزدانی
سلام اے بے سہاروں کے سہارے ظل رحمانی	سلام اے صاحب خلق عظیم و خندہ پیشانی

پیام زندگانی ہو، حیات جاودانی ہو
دو عالم کے لیے تم ہی نوید شادمانی ہو

سلام اے ماہِ ایمانی، سلام اے مہر ایقانی	سلام اے حامل قرآں، سلام اے اوج عرفانی
سلام اے ناشر حکمت، سلام اے شرح فرقانی	سلام اے ماحی باطل، سلام اے شاہِ لاثانی

تمہیں حق سے کبھی یسین کبھی طٰہ خطاب آیا
کبھی انداز اُلفت میں فتــــرضــــی کا خطاب آیا

سلام اے باعث تخلیق آدم، جانِ انسانی	سلام اے باعثِ تکوین عالم، شکل نورانی
سلام اے رونق گلزارِ ہستی، زیب امکانی	سلام اے رہبر کامل، سراج راہِ حقّانی

فدائی ہوں جناب حضرت شبیر و شبّر کا
ملے صدقہ ابوبکر و عمر، عثمان حیدر کا

سلام اے احمد خستہ کے والی، نورِ ایمانی	مٹا دیجے مرے دل سے، مرے دل کی پریشانی

☆

ترانہ: پاک فوج سے خطاب

(۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے پس منظر میں)

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد
غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

تیغ خالد لے کے جب تم نے کیا دشمن پہ وار	یا علی حیدر کا نعرہ تھا زباں پر بار بار
خون دشمن سے کیا میداں کو تم نے لالہ زار	مانتی ہے تم کو دنیا شہسوار کارزار

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد
غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

سرکشانِ ہند کو محروم جاں تم نے کیا	ظالموں کو نذر تیغ خوں چکاں تم نے کیا
بھارتی ظلم و تشدد کو عیاں تم نے کیا	سربلند اس پاک کا نام و نشاں تم نے کیا

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد
غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

ٹھوکروں میں ہیں تمہاری آج پھر لات و منات	اہل بھارت کو دکھا دو کارزارِ سومنات
بھول بیٹھے ہیں وہ شاید پھر گزشتہ واقعات	غازیوں کے خون کے قطرے ہیں پیغام حیات

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد
غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

جرات و ہمت تمہاری بے نظیر و بے مثال	اہل بھارت کے لیے ہو تم عقاب ذوالجلال
شہرۂ آفاق ہے واللہ تمہارا ہر کمال	اک اشارہ سے کیے طیارے ان کے پائمال

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد
غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

زندہ باد اے قاطع ہر جارحیت زندہ باد	زندہ باد اے مہر تابانِ شجاعت زندہ باد

زندہ باد اے پاسبانِ پاک ملت زندہ باد	جرات و ہمت تمہاری شان وشوکت زندہ باد

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد

غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

سرحدیں کیں پار بھارت نے ہماری بے خطر	تھا گھمنڈ لاہور سے آئیں گے با فتح وظفر
موت نے للکارا ان کو یہ انہیں کیا تھی خبر	غازیو تم نے کیا ان کو تہ تیغ و تبر

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد

غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

ان کو امریکہ کے ہتھیاروں پہ فخر و ناز ہے	کثرت و دولت کے طوماروں پہ فخر وناز ہے
اہل حق کو حق پرستاروں پہ فخر و ناز ہے	فوج مسلم کے علمداروں پہ فخر و ناز ہے

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد

غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

زیر سایۂ داتا ہجویری ہمارا ہے وطن	رحمت باری کا دریا ہے یہاں پر موجزن
اس لیے خائف نظر آتا ہے ہر ناپاک تن	ورنہ بھارت نے کیے تھے پے بہ پے حملے کٹھن

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد

غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

رب ہے حامی جبکہ قطب الدین پاکستان کا	قوم کا افواج کا ہر صاحب ایمان کا
غم ہو کس کا ڈر ہو کس کا کیسا خطرہ جان کا	خاک میں مل جائے گا ہر ظلم ہندوستان کا

زندہ باد اے فوج مسلم، زندہ باد زندہ باد

غازیو، اے سرفروشو، زندہ باد، زندہ باد

☆

پاک فوج پہ لاکھوں سلام

شمع رسالت کے پروانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

دین و ایماں کے دیوانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

پاکستانی راج دُلارے	ملت کی آنکھوں کے تارے
پاک وطن کے چاند ستارے	تم سے دشمن کانپیں سارے

شمع رسالت کے پروانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

دین و ایماں کے دیوانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

شان وطن کی رکھنے والے	آن پہ اس کی مرنے والے
دادِ شجاعت دینے والے	جام شہادت پینے والے

شمع رسالت کے پروانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

دین و ایماں کے دیوانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

تم سے روشن نام وطن کا	چپہ چپہ پاک ہے چمکا
تم نے بجایا دین کا ڈنکا	کاٹ کے رکھ دی بھارتی سینا

شمع رسالت کے پروانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

دین و ایماں کے دیوانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

توپ تفنگ ہوں یا طیارے	کھیل ہیں یہ ہتھیار تمہارے
مار گرائیں کر کے اشارے	کتنے بہادر فوجی ہمارے

شمع رسالت کے پروانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

دین و ایماں کے دیوانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

احمد ان کے حق میں دعا کر	اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کر
ربّ دو عالم ربّ اکبر	جرات ہمت اور عطا کر

شمع رسالت کے پروانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام
دین وایماں کے دیوانے، تم پر لاکھوں سلام تم پر لاکھوں سلام

☆

ہانپتے کانپتے وہ جانب اوتھان گئے

آتی ہے نظر شانِ خدا کھیم کرن دیکھ	بھارت سے تجھے چھین لیا کھیم کرن دیکھ
میدان ہے لاشوں سے پٹا کھیم کرن دیکھ	یہ ظلم وستم کی ہے سزا کھیم کرن دیکھ
گولے ہیں کہیں، توپ کہیں، ٹینک کہیں پر	بھارت کا عجب حشر ہوا کھیم کرن دیکھ
پسپائی بھارت کا ہوا جبکہ تجسس	دنیا نے بلند بانگ کہا کھیم کرن دیکھ
شہ زور بہادر ہے یہ افواج ہماری	جو آیا مقابل وہ مرا کھیم کرن دیکھ
غازی ہیں، مجاہد ہیں، یہ ہیں دین کے حامی	جاں باز ہیں یہ شیر وغا کھیم کرن دیکھ

بیکار نہیں خون شہیدوں کا یہ احمد
کیا لایا ہے یہ رنگ ذرا کھیم کرن دیکھ

☆

سلام بہ بارگاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

السلام اے شفیع اُمم السلام
السلام، السلام، السلام، السلام

آپ ہی ہیں شہنشاہِ ہر دو سرا	آپ کا کوئی ہمسر نہ ہے نہ ہوا
نوشۂ روز محشر رسول خدا	روح انسانیت کے ہو تم رہنما

السلام اے رسول قِدم السلام
السلام، السلام، السلام، السلام

بے کسوں کے لیے اک سہارے ہو تم	ڈوبتوں کے لیے بس کنارے ہو تم
رحمت حق کے دریا کے دھارے ہو تم	عرش اعظم کے روشن ستارے ہو تم

السلام اے نبی حرم السلام
السلام، السلام، السلام، السلام

تم سے روشن ہوا عالم شش جہات	تم نے انساں کو بخشی ہے تازہ حیات
گر گئے سر کے بل سارے لات ومنات	مدح خواں ہے ہر اک ذرّہ کائنات

السلام اے جمیل الشیم السلام
السلام، السلام، السلام، السلام

دونوں عالم تمہارے ہیں زیر نگیں	عرش اعظم کے تم ہی ہو مسند نشیں
جس کے آگے جھکیں سرکشوں کی جبیں	وہ تمہیں ہو تمہیں ہو تمہیں ہو تمہیں

السلام اے شہ ذی حشم السلام
السلام، السلام، السلام، السلام

احمؔد اشرفی پر ہو نظر کرم	یا جمیل الشیم یا شفیع الامم
تم سے فریاد ہے اے نبی حرم	المدد المدد دافع رنج و غم

السلام اے عمیم الکرم السلام
السلام، السلام، السلام، السلام

☆

سواد اعظم

بیاد صدر الافاضل اعلم سواد اعظم سواد اعظم	بفیض اشرف وغوث اعظم سواد اعظم سواد اعظم
زبان شُستہ، ادب میں یکتا، یہ ہوگا نورانی اک صحیفہ	کرے گا مدح رسول اکرم سواد اعظم سواد اعظم
کتاب وسنت کی روشنی میں ہر اک مراحل یہ طے کریگا	دُکھے دلوں کا بھی ہوگا مرہم سواد اعظم سواد اعظم
یہ پاک خطہ کو پاک کر کے تمام بے دین وملحدوں سے	بلند دیں کا کرے گا پرچم سواد اعظم سواد اعظم
یہ ولولہ ہے یہ جوش اس کا کہ امت مسلمہ ہو یکجا	اڑائیں مل کر سب ایک پرچم سواد اعظم سواد اعظم
جمال نبوی سے ہو کے انور، جلال حق کا بنا ہے مظہر	ہے اہل سنت کا زور اعظم سواد اعظم سواد اعظم

نعیمی احمد کی یہ دعا ہے نبی کے صدقہ میں یا الٰہی
چلے ترقی کے رستے ہر دم سواد اعظم سواد اعظم



نشان سطوت سواد اعظم [۱۹۵۸ء]

کتاب وسنت کی پیروی کا ہو ذوق مثل صحابہ سب کو
اخوتوں کے ہوں رشتے قائم کہ پائے رفعت سواد اعظم
اسی جماعت میں ہیں صحابہ ولی واقطاب وغوث اعظم
یہی ہیں سب اے نعیمی احمد ''نشان سطوت سواد اعظم''

۱۹۵۸ء



ہفت روزہ سواد اعظم

ترجمان نبی اکرم ہے	داعی دین رب عالم ہے
قومی آواز کا علم بردار	ہفت روزہ سواد اعظم ہے
دین کے اعدا کو بے نقاب کرے	فرض اس کا یہ غیر مبہم ہے
تحفۂ حق ہے سُنّیوں کے لیے	سب سے افضل سواد اعظم ہے

صدقۂ حضرت نعیم الدین	قلب بیمار کا یہ مرہم ہے
باغ منعم کا یہ شگفتہ گل	نام اس کا سواد اعظم ہے
چشم بد سے بچائے ربّ کریم	حاسدوں پر یہ سوط اعظم ہے
احمد اشرفی رہے وہ بالا	جو کہ سُنّی ہے اور منظّم ہے



عجب ترصیفہ ہے صدیق نمبر [۱۳۷۹ھ]

منوّر دلوں کا ہے صدیق نمبر	سراپا مجلّٰی ہے صدیق نمبر
دل نا سکوں کا ہے سامانِ تسکیں	عجب شانِ والا ہے صدیق نمبر
حسین، خوشنوا، مظہر ذات اقدس	رفیق نبی کا ہے صدیق نمبر
مجلّٰی، مصفّٰی، منقّے مضامیں	سلاست میں یکتا ہے صدیق نمبر
ادب اور فصاحت سے لبریز ہے یہ	صحافت میں اعلیٰ ہے صدیق نمبر
نقیب خلافت ہے سُنّی جریدہ	غرض کہ نرالہ ہے صدیق نمبر
لکھو سن طباعت کا احمد نعیمی	عجب ترصیفہ ہے صدیق نمبر

۱۳۷۹ھ



رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ

ابو بکر رفعت مقام اللہ اللہ	صحابہ میں ذی احتشام اللہ اللہ
ابوبکر صدیق بن بُو قحافہ	نبی کے ہیں قائم مقام اللہ اللہ
خلائق میں افضل ہیں بعد نبوت	رفیق نبی کا مقام اللہ اللہ
جناب عمر اور عثمان و حیدر	ادب سے لیا کرتے نام اللہ اللہ
فقط جن و انساں نہیں سب فرشتے	کیا کرتے ہیں احترام اللہ اللہ

خدا نے بالطاف قرآں میں اُن سے	کیا سوف یرضی کلام اللہ اللہ
کہا ثانی اثنین رب العلا نے	ہوا غار میں جب قیام اللہ اللہ
اسامہ کے لشکر کے حق میں ذرا بھی	نبی کا نہ بدلا نظام اللہ اللہ
کیا جس نے اسلام مضبوط و محکم	وہ تھا آپ ہی کا نظام اللہ اللہ
صحابہ کی صف میں نہ تھا کوئی ایسا	مفسر مفکر امام اللہ اللہ
فروکش ہیں پہلوئے خیرالوریٰ میں	ابوبکر عالی مقام اللہ اللہ
خدا کو نبی کو ہے مومن کو پیارا	ابوبکر صدیق نام اللہ اللہ
حکومت کی تدوین کا ان سے احمد	سلاطین نے سیکھا نظام اللہ اللہ

☆

زبدۃ الاولیاء عمر نعیمی رحمۃ اللہ علیہ [۱۳۸۵ھ]

بپا ہے اہل سُنن میں ماتم عمر نعیمی عمر نعیمی	غریب پرور تھے سب کے ہمدم عمر نعیمی عمر نعیمی
جہان عالم کے تاجور تھے شہ عرب کے پیامبر تھے	عدو کے حق میں تھے شیر ضیغم عمر نعیمی عمر نعیمی
حسین منظر، حسین محفل، وہ بحث و تمحیص کے مناظر	رہے نہ زخمی دلوں کے مرہم عمر نعیمی عمر نعیمی
تمہارے علم و ہنر کے آگے نہ پیش جاتی کسی کی ہرگز	فنا تھے باطل کے سارے دم خم عمر نعیمی عمر نعیمی
علوم و حکمت کے تم تھے مخزن ہر ایک باطل کے جانی دشمن	عدو بھی اب ہے بچشم پُر نم عمر نعیمی عمر نعیمی
وہ دین قیّم کے سچے خادم، علاء حق کے نڈر سپاہی	خطیب و مفتی، فقیہ اعظم عمر نعیمی عمر نعیمی

خیال تاریخ وصل حق کا، جو دل میں احمد نعیمی آیا
پکارا ہاتف۔ "سراج عالم عمر نعیمی عمر نعیمی"

۱۳۸۵ھ

☆

بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

نبی دو جہاں تم ہو، ولی انس و جاں تم ہو	دوائے دردِ بے درماں مداوائے جہاں تم ہو
دو عالم کے خزانے تم کو سونپے ہیں مشیت نے	حبیب خالق عالم شہ کون و مکاں تم ہو
تم ہی مختار کل شاہِ رسل نورِ الٰہی ہو	علیم علم غیبی ہو قسیم دو جہاں تم ہو
تمہیں شمس الضحیٰ بدرالدجیٰ قرآن کہتا ہے	کلام حق تعالیٰ کے سراسر رازداں تم ہو
وجود باعث تخلیق عالم ہو متاع اہل ایماں ہو	بہار لالہ و گل ہو کہ جان گل ستاں تم ہو
خدا کیا ہے؟ تمہیں معلوم۔ تم کیا ہو؟ خدا جانے	شناسائے خدا اور ناظر ربّ جہاں تم ہو
خدا تو ہو نہیں، لیکن خدا سے بھی جدا کب ہو؟	حدیث کنت کنزا مخفیا کے رازداں تم ہو
یہاں بندوں میں ہو شامل بشکل صورت انساں	وہاں پر عرش سے بالا خدا سے ہم زباں تم ہو
مدینہ میں اگرچہ ہے بظاہر آپ کا مسکن	مگر عالم میں اے آقا جہاں دیکھو وہاں تم ہو
اَزل کی ابتدا تم ہو، اَبد کی انتہا تم ہو	خرد سے ہوش سے بالا بربّ جہاں تم ہو
تمہارے نور سے ہی ہیں منور سب جہاں والے	قمر کی شمس کی تاروں کی ہاں روح رواں تم ہو
بشر تو کیا، مَلک کی بھی رَسائی ہو نہیں سکتی	مقام ایسا ہے وہ بالا مرے مولیٰ جہاں تم ہو
کہیں گے اذھبوا سب انبیاء آدم سے عیسیٰ تک	خدا کے سامنے لیکن شفیع عاصیاں تم ہو
چھپا لینا مجھے بھی دامن رحمت میں تم اپنے	سکون قلب خستہ ہو، امانِ بے اماں تم ہو
شب تاریک میں بھٹکا ہوا ہے قافلہ جن کا	ٹھکانے پر وہ جا پہنچیں جو میر کارواں تم ہو
مری مشکل بھی آساں کیجئے بہر خدا شاہا	مرے مشکل کشا دافع بلیّاتِ نہاں تم ہو

تمہارا ہے تمہارا ہی رہے گا تا ابد بَردہ
علی احمد نعیمی کی دو عالم میں اماں تم ہو

☆

جہانِ قدس میں سامانِ استقبال سرور ہے

شب اسریٰ ملا جا کر خدا سے وہ پیمبر ہے	رسولوں میں جو افضل ہے جو اعلیٰ ہے جو برتر ہے
سلامی کو کھڑے ہیں دست بستہ پیکر نوری	جہانِ قدس میں سامانِ استقبال سرور ہے
منور کر رہا ہے مَل کے آنکھیں ان کے تلووں سے	وہ جبریل امیں سارے فرشتوں کا جو افسر ہے
مچی ہے دُھوم یہ ہر سُو، وہ آتے ہیں وہ آتے ہیں	شفاعت کا گنہگاروں کی سہرا جن کے سر پر ہے
کہاں پہنچے شب اسریٰ یہ پرواز نبی دیکھو	جہاں جبریل کی بھی منقطع پرواز یکسر ہے
وہ جن کا نور ہے نورِ خدا کا لمعۂ اوّل	بشکل صورت انساں وہ بے شک ذات انور ہے
یقیں کامل ہے عشق مصطفیٰ میں مرنے والوں کو	وصال و جشن کی منزل وہی میدان محشر ہے
نہ گھبرا اے دل مضطر کہ تیرا فضل مولیٰ سے	معین و مُونس و یاور حبیب ربّ اکبر ہے

بَلائے رنج و کُلفت میں پھنسا ہے آپ کا احمد
اغثنی یا رسول اللہ بہت ہی حال ابتر ہے

☆

تاریخ رحلت اعلم العلماء[۱۹۶۲ء]

آفتاب علم و حکمت الوداع و السلام	تابش انوار رحمت الوداع و السلام
سالک راہِ طریقت الوداع و السلام	واقف سرّ حقیقت الوداع و السلام
حضرت سردار احمد رحمۃ اللہ علیک	گوہر بحر شریعت الوداع و السلام
نائب خیرالورا، اور جانشین مرتضیٰ	پیروِ قرآن و سنت الوداع و السلام
آہ و زاری کا ہے ٹوٹا ہائے ملت پر پہاڑ	طاری ہے ہر دل پہ رقّت الوداع و السلام
چل دیے تم بھی جہاں سے وائے قسمت قوم کی	اے رفیق قوم و ملت الوداع و السلام
کس لیے ملت کو چھوڑا تم نے نازک دَور میں	اے انیس اہل سنت الوداع و السلام
لرزہ بر اندام تھے اعدائے دیں تم سے تمام	قاطع کفر و ضلالت الوداع و السلام

آپ اک تصویر تھے احمد رضا کی ہو بہو	اے مکین قصر جنت الوداع و السلام
گوشہ گوشہ میں تمہارے علم کے ہیں خوشہ چیں	مخزن رُشد و ہدایت الوداع و السلام
بیہقی وقت آپ تھے اور تھے غزالی زماں	شمع بزم قادریت الوداع و السلام
رفتہ رفتہ علم اُٹھ جائے گا یوں ہی ایک دن	ہیں یہ آثارِ قیامت الوداع و السلام

مصرع تاریخ رحلت احمد مغموم لکھ
"قدوۂ بُستانِ ملت الوداع و السلام"

۱۳۸۲ھ

☆

عاشق احمد رضا مولانا سردار احمد

اے امیر اہل سنت عاشق احمد رضا	ماحی کفر و ضلالت عاشق احمد رضا
شمع بزم اولیاء و اصفیاء و اتقیا	نیّر چرخ شریعت عاشق احمد رضا
چشمۂ فیض رسالت رہبر دین متیں	ناشر قرآن و سنت عاشق احمد رضا
دل تڑپتے ہیں بھٹکتی ہیں نگاہیں ہر طرف	ڈھونڈتی پھرتی ہے خلقت عاشق احمد رضا
مظہر اسرار سنت مرکز علم و ادب	صاحب اقبال و ہمت عاشق احمد رضا
ملکۂ طرز خطابت اور اصلاحی شعور	خاص تم میں تھا ودیعت عاشق احمد رضا
"مظہر اسلام" لائل پور کے شیخ الحدیث	ہو گئے دنیا سے رخصت عاشق احمد رضا
نام ہے سردار احمد کنیت بوالفضل ہے	جن کو کہتی ہے یہ ملت عاشق احمد رضا
کہہ کے ابا جی پکارا آپ کا فرزند جب	کھولی فوراً چشم اُلفت عاشق احمد رضا
دیکھنے والوں نے دیکھی قبر تک جاتے ہوئے	بارش انوار رحمت عاشق احمد رضا

کیوں نہ سرزد ہو کرامت ان سے احمد جب کہ وہ
ہیں امام اہل سنت عاشق احمد رضا

☆

ارتقائے منزل ہستی کا زینہ ہے صیام

اللہ اللہ دین حق کا ارفع و اعلیٰ مقام	ارتقاع..........
رحمتوں کا جام لے کر آ گیا ماہِ صیام	مغفرت کا دے رہا ہے۔۔۔۔۔
ہیں مقید سب شیاطیں ان دنوں میں لاکلام	بند ہیں واللہ دروازے جہنم کے تمام
ہے قبول بارگاہِ حق تعالیٰ ہر دعا	بابِ رحمت کھل رہا ہے اب برائے خاص وعام
یہ تراویح کی جماعت سنّت فاروق ہے	اور ہے نفس تراویح سُنّت خیر الانام
مسجدوں کی زیب و زینت اور بارونق فضا	کیف آگیں روح پرور ہے یہ منظر صبح وشام
باعث فضل خدا ہے روزہ داروں کے لیے	یہ سجود و یہ قعود و یہ رکوع و یہ قیام
ہر برس آتے ہیں روزے عمر میں یہ اس لیے	قرب حق کا تاکہ کرلیں کچھ مسلماں انتظام
اطمینان قلب مومن ہے سکونِ عاصیاں	آیۂ معراج نبوی تحفۂ ربّ انام

بات احمد سچ کہی یہ ربّ کعبہ کی قسم
ارتقائے منزل ہستی کا زینہ ہے صیام



مدحت سید علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مدحت داتا کروں مجھ میں قدرت کہاں	تھرتھرانے لگا خامۂ گل فشاں
چاند تاروں کو بھی شرم آنے لگے	ہو تمہاری جو ذُوپاشیوں کا بیاں
کفر کا ہو چلا تھا تسلط مگر	تم نے اسلام کی پھر پکاری اذاں
ہے تقاضا یہی آج پھر وقت کا	کوئی چونکائے۔ ہو دُور خوابِ گراں
پھر رَواں کفر کی سمت ہے قافلہ	موڑ دو مرکب زندگی کی عناں
ظلمتوں کی گھٹا دل پہ چھائی ہے پھر	مٹ چکے اب تو احساس سُود و زیاں
ناتواں اگرچہ آفات نے کر دیا	عزم سینے میں لیکن ہے اب بھی جواں
میرے لب کے فرشتوں نے بوسے لیے	اس زباں پر جو آیا تمہارا بیاں

آرزوئے دل احمدؔ خستہ ہے
شمع دل کاش ہو جائے پھر ضوفشاں



ایسے ہوتے ہیں یہ شیطاں کے گھرانے والے

قوم و ملت میں یہ تفریق کرانے والے	غیر ملکی ہیں کوئی، بات سُجانے والے
ان کے سمجھانے کو فاروق کا ہنٹر بس ہے	عہد و پیماں سے نہیں قابو میں آنے والے
ان کو کیا خوف خدا، شرم وحیا سے مطلب	یہ ہیں ایمان وقلم بیچ کے کھانے والے
خاک جانیں یہ بھلا عظمت شان نبوی	رفعت شان نبوت کے گھٹانے والے
بن گیا کوئی نبی، کوئی خدا۔ روتے کیوں ہیں	یہ نبوت کی نئی راہ بتانے والے
بغض نبوی یہ نہیں، اور تو کیا ہے بتلا	گنبد خضرا کو بت خانہ بتانے والے
کیسے کہہ دوں میں تجھے، تو ہے مسلماں رہا!	شاہ بطحا سے بھی شیطاں کو بڑھانے والے
تُو نے سوچا بھی کبھی، نکلا یہ شیطاں کیونکر؟	نری توحید کا اک ڈھونگ رچانے والے

ان کی ہفوات و خرافات پہ احمد مت جا
یہ خدا کو بھی تو ہیں جھوٹا بتانے والے



غدار ابن غدار

(پاکستان میں چار قومیتوں کا نعرہ لگانے والوں کے تعاقب میں کہی گئی ایک نظم)

قوم و ملت میں یہ تفریق کرانے والے	بھائی بھائی کو یہ آپس میں لڑانے والے
روس و بھارت سے یہ گٹھ جوڑ بنانے والے	رُوسی ہتھیار سے ملت کو ڈرانے والے
ترے ناپاک عزائم کو مٹا دیں گے سبھی	سرحد پاک کو اے بیچ کے کھانے والے
قوم یہ چار نہیں ایک ہیں سب ایک ہیں	دشمن ملک ہیں تفریق کرانے والے
ان کو کیا قوم کی حالت پہ ترس آئے گا	یہ تو ہیں ملک و وطن بیچ کے کھانے والے
یہ فسادی ہیں یہ شاطر ہیں وفادار نہیں	سندھ و بلوچ کو یہ رستہ بتانے والے
ملک وملت کے ہیں مجرم ہے سزا ان کی فنا	یہ ہیں گاندھی کے خوابوں کو جلانے والے
رُوسی ایجنٹ ہیں غدار ہیں ابن غدار	مختلف قوم کا یہ نعرہ لگانے والے
ان کو سمجھانے کو فاروق کا ہنٹر بس ہے	عہد و پیمان سے نہیں قابو میں آنے والے
ہو یہاں سنت و قرآں کی حکومت تو پھر	چپ رہیں گے یہ سبھی شور مچانے والے

ان سے کیا صلح کی باتیں اے نعیمی کیجئے
میٹھی باتوں سے ہیں یہ دل کو لبھانے والے



حصہ سوم:

مکتوبات

(۱)

مکتوبات غلام معین الدین نعیمی بنام اکابر علماء

مکتوب بنام محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری رضوی:

سیدی حضرت قبلہ دامت برکاتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! حضرت کے گرامی نامہ کا منتظر ہی رہا، اتفاق سے پرسوں مفتی اعجاز والی صاحب کے پاس جانا ہوا تو انہوں نے حضرت کا مکتوب سامی دکھایا، پھر میرا کامونکی، گوجرانوالہ، وزیرآباد جانے کا پروگرام بنا، کل شام ہی واپس ہوا تو تازہ اشاعت کے سواد اعظم پر قبلہ سید صاحب مدظلہ نے مجھے بلایا، رات گئے دو اڑھائی گھنٹہ گفتگو رہی، بالآخر حوالہ جات وغیرہ تمام نظر سے گزرے۔ اگرچہ مسئلہ سے روز اول سے ہی اختلاف نہ تھا، البتہ بوجہ تکفیر وہ بھی ایک عالی مدیر اخبار کی طرف سے -- اس سے مجھے شدید اختلاف تھا، بہر حال نفس مسئلہ میں نہ پہلے اختلاف تھا اور نہ اب ہے، مگر اب ہر ایک کو حق تکفیر دے دینا یہ میرے نزدیک خطرناک جرات تھی، اب میں نے سید صاحب مدظلہ کے اطمینان دلانے اور زور ڈالنے پر آئندہ کے لیے سواد اعظم کو اس سلسلہ میں خاموش کر دیا ہے، کاش مدیر...... رضائے مصطفیٰ اس مسئلہ کو یا تو شائع نہ فرماتے یا شائع کیا ہے تو ہمارے اکابر حضرات کی تصدیق پہلے شائع کرتے، بعد کو اِدھر اُدھر ہاتھ پیر مارنا سخت شنیع فعل ہے۔ ظاہر ہے اس سے جو بدمزگی اور اختلاف رُونما ہوا کس قدر خطرناک ہے۔ اگر فتویٰ پر اکابر کے پہلے ہی دستخط شائع ہو جاتے تو ہرگز مجھ جیسے ناچیزوں کو جرات اختلاف نہ ہوتی۔ اُمید ہے کہ حضرت ان کو بھی آئندہ کے لیے محتاط رہنے کا حکم فرماویں گے۔

میں ایک ماہ طویل دورے پر سندھ وغیرہ جا رہا ہوں، آئندہ معراج شریف کے بعد تین ہفتے کی تعطیل ہے۔ خدا رحم فرمائے۔ آمین

والسلام

غلام معین الدین نعیمی عفی عنہ

محررہ ۱۱ر رجب ۱۳۸۰ھ/۳۱ر دسمبر ۱۹۶۰ء

☆

سیدی حضرت قبلہ دامت برکاتہم، السلام علیکم! مزاج گرامی بخیریاد

میں چند ضروری اور اہم معاملہ میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ مجھے ملاقات کا وقت مرحمت فرمائیں گے؟ امید ہے کہ چہارشنبہ کے لیے کوئی مخصوص وقت مرحمت فرمادیں کسی صاحب کے ذریعہ بواپسی ڈاک صحیح وقت سے مطلع فرمائیں تا کہ اسی مناسبت سے لاہور سے روانہ ہوں۔ گفتگو نہایت ضروری ہے، خط کتابت سے وہ باتیں حل نہیں ہوں گی۔

بر کریما کار ما دشوار نیست

رمضان مبارک ہے، اپنے وقت کا بھی لحاظ ہے، اس لیے یہ عریضہ پیش خدمت ہے۔

والسلام

منتظر جواب غلام معین الدین نعیمی

۳ر مارچ ۱۹۶۱ء

(ان خطوط کا عکس نوادرات محدث اعظم پاکستان مرتبہ مفتی جلال الدین قادری کی جلد دوم صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳ پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔)

☆

(II)

انتخاب امیر اہل سنت/امیر ملت کے متعلق

خط کتابت و مباحثہ

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی:

اکابر اہل سنت کے نام

دیکھیں تو کس طرح انہیں ہوتا اثر نہیں
لو آج نامہ لکھتے ہیں خون جگر سے ہم

قبلہ عالم حضرت مولانا.........، حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری، لاہور، حضرت مولانا مفتی ابوالبرکات سید احمد صاحب قادری، لاہور۔ حضرت تاج العلماء مولانا مفتی محمد عمر صاحب نعیمی، محدث کراچی۔ حضرت مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رضوی، لائل پور۔ حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی، کراچی۔ حضرت مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، کراچی۔ حضرت مولانا مفتی محمد صاحب داد خان صاحب، پیر جو گوٹھ۔ حضرت مولانا مفتی سید احمد سعید کاظمی، ملتان۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی، جامعہ نعیمیہ لاہور۔ حضرت مولانا ابوالحقائق محمد عبدالغفور صاحب ہزاروی، وزیر آباد

السلام علیکم

---الفاظ درد بھرے دل سے لکھنے پر.........مولیٰ تعالیٰ ہم سب کو ان اُمور پر غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ بات غیر مبہم ہے کہ پاکستان میں جس قدر مظلوم اور قابل رحم حالت ملت حنفیہ اہل سنت و جماعت کی ہے، کسی دوسری جماعت کی نہیں ہے، باوجود کہ حق و صداقت کے ساتھ پاکستان میں اہل سنت و جماعت کی اکثریت ہے لیکن اکابر ملت میں سے بعض اعاظم نفوس کی باہمی چپقلش و کشمکش نے ملت سُنّیہ کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیا ہے۔ الدھر افصح المودبین کے ماتحت ضروری ہے انقلابات زمانہ کو پیش نظر لایا جائے، حالات کا مطالعہ کیا جائے، اگر یہی سرد مہری کا عالم رہا تو سُنّیت کا وقار ختم ہو جائے گا۔ اس لیے میں بصد ادب واحترام مذکورہ اکابر دین وملت سے پُرخلوص استدعا کرتا ہوں کہ خدارا دین و.........امت کی ناخدائی کریں......

اس میں شبہ نہیں کہ خادم ہیچ میرز بے بضاعت اور احقر الانام ہے مگر آپ حضرات کے الطاف کریمانہ سے پوری توقع ہے کہ کامل غور وفکر کرتے ہوئے معروضات ہذا پر یہ خیال نہ فرمائیں گے کہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر درحقیقت امت مسلمہ اہل سنت و جماعت کی دینی و دُنیوی فلاح و بہبود اسی نظریے اور فارمولے پر موقوف ہے۔ وماتوفیقی الا باللہ

آپ کی حیثیت اطباء روحانی کی ہے اور میں مضطرب الحال مریض ہوں اس لیے زیادہ رحم وکرم کا مستحق ہوں۔

شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے میری بات

عرض مدعا سے قبل خادم آپ حضرات کو آج پھر اسی دورِ خلافت وصداقت کی طرف رجوع کراتا ہے، جس کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کہا اور مانا جاتا ہے۔

بلاشبہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم...........

.................نصرت و مدد فرمائی، فتنہ وفساد، ردّت وعناد کا استیصال کیا۔

اس کے بعد خلافت فاروقی کا دورِ ظفر موج آیا اور اس نے اطراف واکناف عالم میں اسلام کو پھیلایا۔ اسلامی سلطنت کی حدود کو وسیع تر کیا پھر جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت آیا، تو آپ نے اپنے آخری عہد میں ایک جماعت (مجلس شوریٰ) مقرر فرمائی جس میں حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن

بن عوف اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تھے اور خلیفہ کا انتخاب اسی مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیا چناں چہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے حضرت عثمان غنی سے خلوت میں کہا کہ اگر میں آپ سے بیعت نہ کروں تو آپ کی رائے کس کے لیے ہے؟ فرمایا: حضرت علی کے لیے۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰ سے دریافت کیا تو آپ نے عثمان غنی کا نام لیا۔ پھر اسی طرح حضرت زبیر سے پوچھا، انہوں نے فرمایا: علی یا عثمان۔ پھر حضرت سعد سے کہا کہ تم تو خلافت چاہتے ہی نہیں، اب بتاؤ رائے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کثرت رائے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے حق میں ہوئی۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ باتفاق مسلمین خلیفہ ہوئے۔

اب یہی کچھ صورت حال موجودہ صدی میں مسلمانوں کو پیش آئی۔ بلاتشبیہ وتمثیل اواخر صدی ماضیہ اور ابتدائی صدی حاضر میں جب مسلمانوں پر بے پناہ فتنہ وفساد کا دروازہ کھلا۔ ردّت وخروج کی گرم بازاری ہوئی، اسلامی سلطنت مغلیہ کا زوال اور برطانوی سامراج کا استیلاء ہوا، اور دشمنان دین وملت کو کھل کھیلنے کا موقع ملا۔ مسلمانوں کے عقائد وجذبات کو انہوں نے چیلنج کیا تو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ کے بعد آپ کے دست راست سیدی صدرالافاضل نے فتح وظفر کا علم ہاتھ میں لے کر معاندین اسلام کا فطانت واستقامت کے ساتھ مقابلہ فرمایا۔ ہر طرف فتح وظفر کے جھنڈے گاڑے اور ملت مسلمہ کو متحد ومتفق کرنے کی پوری کوشش فرمائی۔ اور بحمداللہ تعالیٰ اپنا وقت نہایت کامیابی وکامرانی سے گزارا۔

۔۔۔امت مسلمہ میں۔۔تشت وافتراق نے راہ پکڑنی شروع کردی ہے۔ ہر شخص 'انا ولاغیری' کا نعرہ زن ہونے لگا ہے۔ اگرچہ بعض اکابر ملت نے اس طرف توجہ بھی کی مگر باہمی اعتماد واتحاد عملاً مفقود ہی رہا اور مسلمانوں میں بے اطمینانی کی لہر عام ہوگئی۔ افراتفری کا دَور دَورہ ہوا۔ ہر شخص بجائے خود محسوس بھی کرتا ہے مگر راہ گم کردہ کی طرح کوئی صورت حل کی نظر نہیں آتی۔ خدا خدا کر کے پاکستان میں ایک متحدہ پلیٹ فارم سُنّیوں کا بنا تھا جس کو ''مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان'' سے موسوم کیا جاتا تھا مگر وہ بھی اب نذر تشت وافتراق ہوگیا اور ایک سے زیادہ اس کے ٹکڑے ہوگئے۔ افسوس اب ہم میں نہ مثیل دَورِ خلافت صدیق ہے اور نہ ظلِ خلافت فاروق ہے جو سب کو یک جا کر سکے۔

لامحالہ اب انعقاد خلافت عثمانی کا طریقہ باقی ہے جس کے ذریعہ سفینۂ امت اور ملت مسلمہ کی راہبری کی جاسکتی ہے۔ اسی خلافت عثمانی کے طریق انعقاد کو پاکستان کی سُنّی ملت مسلمہ حنیفہ کے لیے مشعل راہ وعمل بنا کر حسب ذیل تجویز پیش خدمات عالیہ اکابر ملت کی جاتی ہے:

بلاشبہ ملت کی نجات وفلاح کے لیے موجودہ وقت میں امارت علی انعقاد خلافت عثمانیہ ہی مفید وکارآمد بن سکتی ہے۔ اس کے سوا کوئی اور طریقہ بظاہر میری نظر میں امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کا دکھائی نہیں دیتا۔

مجھے اس حقیقت کا خوب اچھی طرح احساس ہے کہ ان اکابر امت میں اگرچہ تقریباً ہر ایک بالقوہ اس بارِ اَمارت اور اصلاح اَحوال امت کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں لیکن ان میں سے بعض تو اس قدر ضعیف وکمزور ہیں کہ وہ بار امارت سے کماحقہٗ سبک دوش نہیں ہوسکتے اور بعض ایسے بزرگ ہیں جو ایک خاص ذوق کے عامل وپیکر ہیں، خلوت سے جلوت میں آنے کی ان میں ہمت نہیں۔ اس کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ ان میں کوئی بالفعل اَمارت کے بار اُٹھانے کی قوت نہیں رکھتا۔ بلاشبہ بعض افراد بالفعل اس کی پوری صلاحیت وقوت رکھتے ہیں۔

جب ہم اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان اکابر امت میں ایسے افراد ہیں جو کہ بارِ اَمارت کو کماحقہٗ اُٹھا سکتے ہیں پھر اس کو کیوں عمل میں نہیں لایا جاتا؟ تعویق کیوں ہے؟ اگر معاف رکھا جائے تو میں بصد ادب واحترام عرض کروں گا کہ اس کو بروئے کار لانے میں بعض حضرات کی مخصوص مصلحتیں ہیں۔

حالاں کہ ان کو غور کرنا چاہیے کہ دنیا میں چند روزہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
رہبری کی طالب تھی، تم نے اپنی مخصوص مصلحتوں اور باہمی اقتدار کی چپقلشوں میں پڑ کر میری مخلوق کی کیوں ہدایت ورہبری نہ کی۔'' میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کا وہ کیا جواب سوچ بیٹھے ہیں۔

بہر حال اگر اکابر کو اس کا احساس ہے، خوف خدا ان کو دامن گیر ہے اور ملت مسلمہ کی رہبری وہدایت کا صالح جذبہ رکھتے ہیں تو ضرورت ہے ملت کی رہنمائی کے لیے اپنی مخصوص مصلحتوں کی ایثار وقربانی کریں۔

وقت کا اقتضاء ہے کہ اب پھر از سر نو منصب اَمارت کا احیاء کیا جائے اور اس بارِ اَمارت کی

سپردگی و تفویض کے لیے وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو خلافت حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت عمل میں آیا تھا، یعنی ان تمام اکابر امت مسلمہ کی مجلس شوریٰ منعقد کی جائے اور یہ باہمی کوشش کریں کہ کسی ایک فرد پر متحد ہو جائیں ورنہ بصورت دیگر قرعہ اندازی یا اکثریت کے فیصلہ کے مطابق کسی ایک کو اپنا امیر مقرر کر کے اس کے ہاتھ پر باقی تمام اکابر بیعت امارت کریں۔ اس بیعت امارت کے کرتے وقت مجھے ان اکابر علماء امت کے نفوس قدسیہ سے پوری توقع ہے کہ وہ عام افراد جنس سے بالاتر ہونے کا ثبوت دیں گے۔

موجودہ حالت میں اس کے سوا کوئی اور طریقہ ملت کی اصلاح و درستی کا نظر نہیں آتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ مذکورہ تمام اکابر امت کامل غور و فکر اور تدبر سے کام لیتے ہوئے پاکستان میں سُنّیوں کی (رہنمائی کے لیے) سعی بلیغ فرمائیں گے۔ اور عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے لیکن اگر اس طرف حسب سابق توجہ مبذول نہ کی گئی تو گستاخی معاف پھر تو؛

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں

غلام معین الدین نعیمی

(سواد اعظم لاہور مورخہ ۲۴/ ۱۷رجولائی ۱۹۵۹ء)



علامہ حسن علی رضوی، میلسی بہاول پور:

بخدمت حضرت مجاہد اہل سنت علامہ مولانا مخدوم غلام معین الدین مدظلہ

سلام مسنون۔ مزاج گرامی۔ اکابر علمائے اہل سنت کی خدمت میں آپ نے جو مخلصانہ گزارش کی ہے اس سے فقیر ہی نہیں بل کہ ہر درد مند سُنّی کا متفق ہونا از بس ضروری ہے۔ مولیٰ عزوجل اگر ہمارے اکابر علماء کو اندرونی اختلافات ختم کر کے اپنا وجود برقرار رکھنے کی توفیق رفیق فرمائے اور یہ صحیح ہے کہ اگر ہمارے اکابر علماء نے اس طرف غور نہ فرمایا تو 'تمہاری داستاں نہ ہو گی داستانوں میں' کا مصداق بن جائیں گے۔ میں اپنے اکابر بزرگوں سے مذہب کے نام پر پُر زور اپیل کروں گا کہ وہ مخدوم صاحب کی اس مخلصانہ گزارش پر ضرور اور جلد غور فرماویں۔ خدا کے لیے ہماری موجودہ حالت پر رحم فرماویں اور اگر ہمیں اب بھی ہوش نہ آیا تو اس کی تلافی قیامت

تک ناممکن ہو جائے گی اور آپ حضرات کے اندرونی اختلافات سے اور غیر منظم ہونے سے جو نقصان مذہب کو ہو گا اس کا جواب کل بروز قیامت آپ حضرات ہی کو دینا ہو گا۔ والسلام

محمد حسن علی القادری رضوی، میلسی

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۳۱رجولائی/ ۷راگست، ۱۹۵۹ء)



مفتی محمد صاحبداد خان، (پیر جو گوٹھ سندھ)

محترمی حضرت مخدوم صاحب زیدت معالیکم

بعد تحیات مسنونہ زاکیہ واضح رائے گرامی ہو کہ سواد اعظم بابت ۲۴/ ۱۷رجولائی ۱۹۵۹ء میں جناب کی پُر زور اپیل بنام حضرات اکابر اہل سنت نظر سے گزری۔ للّٰہیت کی بنا پر جناب کا قلبی خلوص اور جذبۂ ہمدردی نہایت شکریہ کا مستحق ہے۔ حق سبحانہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

انہ قریب مجیب

پاکستان میں برادران اہل سنت کی تنظیم کے لیے ایک با اثر رہنما یا امیر کا اجماعی یا اکثریت سے منتخب ہونا تو بہت مشکل اور بڑی بات ہے، مگر باہمی مشورہ کے لیے کسی ایک جگہ جمع ہو کر غور کرنا بھی مستعذر نظر آتا ہے۔

خیر آج کل تو ماحول بھی اتنا سازگار نہیں معلوم ہوتا، مگر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان لاہور کی سالانہ کانفرنسوں کے وقت جب کہ ماحول بھی بفضلہ تعالیٰ بہت سازگار تھا اس وقت بھی ہمارے بعض کرم فرما حضرات ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا اپنے لیے ناپسند فرماتے تھے، جس کا تجربہ شاہد ہے

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

میرے ناقص خیال میں ہے کہ آپ پہلے ان سب حضرات سے جن کے نام تحریر ہیں اور دوسرے حضرات سے بھی انفراداً اپنی رائے لکھ کر معلوم فرماویں اور یہ بھی وعدہ لیں کہ اگر کسی جگہ باہمی تنظیم کے لیے کوئی مجلس شوریٰ بلائی جائے تو بلا عذر تشریف لا کر سرفراز فرماویں گے، پھر اس

وقت بعونہٖ تعالیٰ اجتماعی طور پر جو فیصلہ ہوگا خیر و برکت کا باعث بنے گا۔ والسلام اولاً و آخراً

محمد صاحبداد عفی عنہ

(سوادِ اعظم ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۹ء)

☆

علامہ مطیع الرضا (خطیب لال کُرتی، راول پنڈی):

مخدومی و محترمی سلام مسنون۔ مزاج اقدس۔ والا نامہ تشریف لایا۔ عریضۂ ہٰذا اس کا جواب نہیں، بل کہ زیرِ نظر عریضے کی محرک وہ تحریر ہے جو سوادِ اعظم ۲۴/ ۱۷ر جولائی ۱۹۵۹ء کے پہلے صفحہ پر بعنوان ''اکابر اہلِ سنت کے نام'' درج ہے۔

ایسی ہی تحریر حضرت علامہ کاظمی صاحب مدظلہ العالی کی طرف (اخبار) السعید میں دیکھی گئی۔ الحمدللہ کہ ہمارے جرائد نے صحافت کی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی عظیم کوشش شروع کر دی ہے۔

خدا کرے کہ اس میں بہترین کامیابیاں ہمارے شاملِ حال ہوں۔

فقیر کے خیال میں اب اس تحریر کے بعد عملی کارروائی نسبتاً زیادہ مشکل ہے۔ چوں کہ اس کے لیے زبانی یا تحریری گفتگو ہی کافی نہ ہوگی بل کہ ان حضرات کو یک جا کرنے کے لیے پیسے کی بھی ضرورت ہوگی۔

عام طور سے ایسے کاموں کے لیے چندہ کی اپیل کی جاتی ہے جو میرے خیال میں اس طرح مناسب نہ ہوگی۔ ایک تجویز فقیر کے ذہن میں ہے اگر آپ کو بھی اس سے اتفاق ہو تو سوادِ اعظم میں شائع کر دیں۔

وہ یہ کہ میرے ہاں بزمِ غلامانِ مصطفیٰ ہر سال ربیع الاول شریف میں سالانہ سہ روزہ تبلیغی اجلاس منعقد کرتی ہے۔ آج تک ان جلسوں میں زیادہ سے زیادہ پانچ علماء کرام باہر سے آکر خطاب فرماتے رہے ہیں۔ بزم کے فنڈ میں اسی قدر گنجائش ہوتی تھی، لیکن اس سال ہم لوگ ایسا کرنے کو تیار ہیں کہ اس موقع پر ان تمام علماء کرام کو دعوت دے دیں جن کے اسماء گرامی آپ نے درج فرمائے ہیں۔ ان ایام میں بہ آسانی دو تین اجلاس خاص ہو سکتے ہیں جن میں اس مسئلہ

کو حل کیا جاسکتا ہے۔ اگر ضرورت ہوئی تو اور بھی دو ایک دن بڑھائے جاسکتے ہیں۔

علماء کرام کی آمد و رفت اور قیام و طعام کا بندوبست بزم مذکور کرے گی۔ بہترین تاریخیں ربیع الاول شریف کے آخری ہفتے والی تواریخ رہیں گی لیکن اس سلسلہ میں سب سے ٹیڑھا سوال یہ ہے کہ کیا یہ حضرات تشریف لے آئیں گے؟ بعض اکابر کی ذمہ داری تو فقیر لینے کو تیار ہے، باقی بزرگوں کے متعلق کیا ہوگا؟ یہ سوچنے کی بات ہے۔

طالبِ دعا

مطیع الرضا غفرلہ

خطیب لال کُرتی، راول پنڈی

(سوادِ اعظم ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۹ء)

☆

علامہ سید احمد سعید کاظمی (ملتان):

اہلِ سنت کا تشتت و افتراق۔ اطراف و جوانب سے سُنّیوں کے باہمی تشتت و افتراق کی داستانیں موصول ہو رہی ہیں اور ساتھ ہی اس کے خلاف نفرت و حقارت پر مشتمل بیانات بھی نظر سے گزر رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو شخص بھی اس صورتِ حالات سے متاثر ہو کر کچھ کرنا چاہے گا وہ ضرور کسی سہارے کا متلاشی ہوگا، نہ صرف یہ بل کہ وہ کچھ نہ کچھ غور و فکر سے بھی کام لے گا اور سوچے گا کہ اختلافات کیا ہیں اور کس نوعیت کے ہیں، ان کا سبب و منشا کیا ہے؟ وہ اس اَمر کا بھی جائزہ لے گا کہ اس افتراق باہمی کے خلاف نفرت و حقارت کے اظہار کا مبداء کہاں ہے۔ افتراق انگیز عنصر کی کارپردازیوں سے کون نالاں ہے اور کس کے دل میں یہ درد ہے؟ مگر جب وہ پورے غور و خوض کے بعد بھی مرکزِ درد و دوا کو نہ پا سکے اور منتہاءِ اختلافِ امت و مبداءِ اظہارِ نفرت کے مابین کوئی فرق و امتیاز پیدا نہ کر سکے اور انتہائی جدوجہد کے بعد بھی اسے یہ معلوم نہ ہو سکے کہ افتراق انگیز کون ہے اور اس کے خلاف درد و غم کا اظہار کون کر رہا ہے۔ وہ اسی ذہنی خلفشار کے حال میں ہر چہار طرف نظریں اُٹھائے گا اور سکونِ دل حاصل کرنے کے لیے ہر ایک کے پیچھے دوڑے گا لیکن جب اسے اپنی ناکامی کا احساس ہوگا تو افسردہ خاطر ہو کر زبانِ حال سے

کہے گا:

دو چار گام چلتا ہوں ہر راہ رَو کے ساتھ
پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبر کو میں

تشتت وافتراق ایسا مہلک مرض ہے کہ جس قوم کو لگ جائے ہلاک کیے بغیر دم نہیں لیتا۔ مریض کا خیر خواہ معالج علاج کرنے سے پہلے مرض کی نوعیت معلوم کرتا ہے، اس کے اسباب و علامات کا صحیح جائزہ لے کر نسخہ تجویز کرتا ہے، تب اسے علاج میں کامیابی حاصل ہونے کی اُمید ہوتی ہے۔

اسباب مرض کی طرف توجہ نہ کرنا اور ان کو زائل کیے بغیر تندرستی کا تصور قائم کر لینا کسی طرح درست نہیں، جو لوگ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر مذہب وملت کی پروا نہیں رکھتے ان ہی کو بیعت امارت کے سبز باغ دکھانا ملت کے لیے سخت مضرت رساں ہے۔ جن اسباب وعلل کی بنا پر ملت میں انتشار اور تشتت وافتراق ہے جب تک انہیں معلوم کر کے ان کا استیصال نہ کیا جائے اس وقت تک قوم کو اتحاد نصیب نہیں ہو سکتا۔

اسباب افتراق کو باقی رکھتے ہوئے بیعت امارۃ بالکل بے سُود ہے۔ خلافت عثمانی کیا اگر موجودہ حالات میں آپ خلافت صدیقی و فاروقی کا نام لے کر بھی بیعت امارۃ کا انعقاد کریں تب بھی ندامت کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

من جرب المجرب حلت به الندامة

اس وقت طریق کار صرف یہ ہے کہ تمام اکابر اہل سنت جن کا جمع ہونا ممکن اور مناسب ہے، ایک مناسب مقام پر مجتمع ہوں اور جن حضرات کے مابین تشتت وافتراق کے آثار پائے جاتے ہیں وہ سب اس اجتماع میں بالمشافہ گفتگو کریں تا کہ غلط فہمیوں کا اِزالہ ہو۔ ہر شخص اپنے ذاتی اَغراض اور انفرادی مفاد سے دست بردار ہو جائے اور خدا تعالیٰ کے حضور عجز وانکساری کے ساتھ اپنے گناہوں سے تائب ہو اور آئندہ کے لیے استقامت پذیری کا پختہ عہد رب تعالیٰ کے حضور کرے اس کے بعد سب آپس میں شِیر وشکر ہو جائیں۔ پھر اسی مجلس میں یہی حضرات اپنے ہاتھوں سے اتحاد ملی کا سنگ بنیاد رکھ دیں اور ماحول کے مطابق اپنی تنظیم کر لیں۔ اگر اس طریقۂ کار کو اختیار کر کے اتحاد ملی کی تعمیر کی گئی تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو کوئی تخریبی عنصر متزلزل نہ کر سکے

گا۔ واللہ ولی التوفیق

سید احمد سعید کاظمی

☆

خادم دین وملت (مفتی غلام معین الدین نعیمی) کی عرض

حضرت علامہ کاظمی صاحب نے میری اپیل کے جواب میں مذکورہ مضمون اپنے پندرہ روزہ اخبار السعید میں مرحمت فرمایا ہے۔ خط کشیدہ الفاظ پر غور فرمائیے کس قدر یاس وقنوطیت کا اظہار ہے۔

سوادِ مضمون اس اَمر کی غمازی کر رہا ہے کہ خادم ملت کی مخلصانہ معروضات کو چند خاص اور ممتاز افراد کے مابین باہمی چپقلش سے مرعوب ہو کر بیان کرنے پر محمول کیا گیا ہے۔ حالاں کہ قارئین سوادِ اعظم شاہد ہیں کہ اپیل وتجویز کے الفاظ عمومی نوعیت کے تھے اور محض خلوص وللّٰہیت کے پیش نظر عرض کیے گئے تھے۔

اگر "من جرب المجرب حلت به الندامة" پر ہی تمام اکابر نے اپنا مدارِ حیات رکھ لیا ہے تو خادم بجز انا للہ وانا الیہ راجعون کے کیا عرض کر سکتا ہے:

سپردم بہ تو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اب تک تو ہمارے اسلاف کرام ہمیں یہی سبق پڑھاتے چلے آئے ہیں کہ علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدين المهديين (الحدیث) مگر آج ہمیں یہ بھی منکشف ہو گیا کہ کسی سنت پر عمل پیرا ہونا، یا اس پر عمل کرنے کی تلقین کرنا حلت به الندامة کا مصداق بن جاتا ہے۔ والی اللہ المشتکی

ادب مانع ہے اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

جہاں تک تشتت وافتراق اور اسباب وعلل انفراق کا تعلق ہے، میرے نزدیک اس کا بھی سنت انعقاد خلافت عثمانیہ (رضی اللہ عنہ) ہی حل ہے۔ صحابہ کرام نے چھ اصحاب شوریٰ (ارباب حل وعقد) کو انعقاد خلافت عثمانیہ کے وقت ایک مکان میں مجتمع کر کے مقفل کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ جب تک کوئی متفقہ فیصلہ کر کے اسباب نزاع کا اِزالہ نہ کرو گے ہر گز باہر نکلنے نہیں دیا جائے

گا۔

اگر اب ہماری یاس وقنوطیت اس حد تک پہنچ گئی ہے جیسا کہ مضمون مذکور میں ذکر ہے تو کوئی اللہ کا نیک بندہ ایسا اُٹھے جو ان سب کو کسی مقام پر یک جا جمع کر کے سنت خلافت عثمانیہ پر عمل کرتے ہوئے تا فیصلہ یعنی اتحاد واتفاق اس جگہ سے باہر نہ جانے دے۔ ہے کوئی اللہ کا ایسا مخلص اور جرات مند بندہ؟

مولیٰ تعالیٰ ہمارے اکابر اہل سنت کو عمل وخلوص کی توفیق مرحمت فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز

خادم دین وملت

غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

(سواداعظم، ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۹ء)

☆

مفتی محمد حسین نعیمی، (بانی جامعہ نعیمیہ، لاہور):

عزیز محترم ذوالمجد والکرم مولانا الحاج حکیم غلام معین الدین صاحب زید مجدکم

مدیر موقر جریدہ سواداعظم، لاہور۔

سلام مسنون مورخہ ۱۷ر جولائی ۱۹۵۹ء کے سواداعظم میں اکابر اہل سنت کے نام آپ نے جو پُرخلوص اپیل شائع کی ہے وہ انتہائی ضروری۔ وقت کا اہم تقاضا اور ہر سُنّی کی دلی خواہش کی ترجمانی ہے، جزاکم اللہ تعالیٰ

انتخاب امیر کے سلسلے میں جو طریقہ آپ نے تجویز فرمایا ہے، وہ ہمہ پہلو توجہ طلب ہے۔

ا۔ خلافت صدیقی اور فاروقی کا ظل اور مثیل اگر مفقود ہے تو خلافت عثمانی کی صلاحیت و اہلیت موجودہ اکابر میں کسی حد تک پائی جاتی ہے۔

۲۔ مجلس شوریٰ کی تشکیل کس طرح کرنی چاہیے اور کتنے افراد پر مشتمل ہوگی اور اس کا معیار کیا ہو؟

۳۔ مجلس شوریٰ جمہور اہل سنت کی مسلمہ کس طرح ہوگی، یا تمام علاقوں کے نمائندگان پر مشتمل ہو؟

مجوزہ امیر اگر پورے پاکستان کے لیے منتخب کرنا ہے تو مذکورہ بالا اُمور پر غور کرنا ضروری ہے، اور اس کے لیے پورے تمام علاقوں کے صاحب الرائے اور مقتدر حضرات سے استصواب کیا جانا چاہیے۔ نیز مشائخ عظام کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ آپ نے ابتدائی اور درد مندانہ پُرخلوص اپیل میں بعض اکابر کی طرف سے صاحب فراش یا خلوت گزیں ہونے کا عذر پیش فرمایا ہے، یہ کام آپ کا نہ تھا، مجلس شوریٰ اس پر غور کرے گی۔ انتخاب امیر میں ان اُمور کو اگر پیش نظر رکھا گیا تو ان شاء المولیٰ تعالیٰ جمہور اہل سنت عزت ووقار کے ساتھ اپنے مسائل حل کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

ا۔ بالغ نظری، تبحر علمی، نکتہ سنجی اور فراست کا حامل ہو۔

۲۔ متحمل، مدبر اور خلق عظیم کا مظہر ہو۔

۳۔ حسب نسب اور خاندانی وجاہت رکھتا ہو۔

۴۔ اصلاحی اور تعمیری اُمور میں شہرت رکھتا ہو۔

۵۔ خودنمائی اور خودستائی کا طالب نہ ہو

اس سلسلہ میں دارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور کے تمام اساتذہ اور متعلقین علماء وخطباء دامے درمے قدمے سخنے پورا تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ آپ اپنی اس تحریک کی تکمیل کے لیے مسلسل جدوجہد جاری رکھیں۔ والسلام

محمد حسین نعیمی

ناظم دارالعلوم جامعہ نعیمیہ، لاہور

ادارہ: برادر معظم قبلہ مفتی محمد حسین صاحب نعیمی نے نمبر ا میں جو فرمایا مجھ سے زیادہ وہ اہلیت کے معاملہ میں واقف حال ہیں۔ نمبر ۲ و نمبر ۳ کا معاملہ میرے طے کرنے کا نہیں۔۔۔

(سواداعظم ۱۱ر ستمبر ۱۹۵۹ء)

☆

اکابر اہل سنت کے جوابات پر ایک نظر

ماہ جولائی کی ۲۴/۷ اراشاعت میں ہم نے ایک اپیل بدیں غرض شائع کی تھی کہ امت کے سواد اعظم کی تنظیم غیر سیاسی، محض اخلاق و دینی شعور کی بیداری کے لیے مروجہ قوانین کی پابندی کرتے ہوئے ہو جائے۔ امت کی اس بڑی جماعت میں یک آہنگی پیدا کرنے، تشتت و افتراق جیسے مہلک مرض سے نجات پانے اور مسلمانوں کی اخلاقی اور دینی اقدار کو بروئے کار لانے کے سوا اور کسی قسم کی ذاتی منفعت کے پردہ میں اکابر کو سبز باغ دکھانے کا واہمہ تک بھی ہمارے پیش نظر ہرگز نہ تھا۔ واللّٰہ علی ما نقول و کیل و شھید

مگر بڑے افسوس کے ساتھ ہمیں یہ لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے بعض اکابر نے ''نامعلوم وجوہات ومصالح'' کے پیش نظر نہ صرف یہ کہ اس کی ہمت افزائی ہی نہیں کی، بل کہ اُلٹا طعن وتشنیع اور طنز کو خوب صورت الفاظ کے گورکھ دھندے میں ''شوگر کوٹیڈ'' (Sugar Coated) پیش فرمایا ہے۔ ہمیں حیرانی ہے کہ حقائق کو ''داستانیں'' کہا گیا ہے۔ یہ بات اگر کسی عامی کی طرف سے کہی جاتی تو ہم اس پر کچھ عرض کرتے، لیکن کہنے والے کے علمی پایہ اور دُور رَس نگاہ کے پیش نظر بجز انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کے اور ہم کیا کہیں۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ جان بُوجھ کر بات کو بگاڑا گیا ہے مبادا ہمارے کہنے کو سوئے ادبی تصور کر لیا جائے اور سہو وخطا پر محمول بھی نہیں کر سکتے کہ یہ بات ہمارے لیے عقل و دیانت کے خلاف ہے۔ اب کہنا کیا چاہیے؟ ہم بجز اس کے کچھ نہیں کہتے کہ:

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

بارہ برس پاکستان کو معرض وجود میں آئے بیت چکے، ابھی تک اکابر اہل سنت کے اختلافات کا سبب و منشا ہی معلوم نہیں ہو سکا تو کیا اس کا منشا و سبب معلوم کرنے کے لیے مزید بیس برس درکار ہیں؟ اگر مریض کا معالج اسی رفتار سے اسباب مرض کی طرف توجہ کرنے کی غرض سے

ٹوہ لگاتا رہا تو مریض کا خدا ہی حافظ ہے۔

تا تریاق از عراق آوردہ شود
مار گزیدہ مردہ شود

من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ کا سہارا لیا جائے تو پھر کیا ہم یہ بات خدمت عالی میں عرض کرنے کی جرات کر سکتے ہیں کہ تبلیغ دین، اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام بند کر دیا جائے! کیوں کہ اس ''نص قطعیہ'' کی موجودگی میں تجربہ تو یہ ہے کہ ''اہل علم ودانش'' کے مقابلہ میں ''اہل عمل وایثار'' اب قلیل ہی نہیں کم یاب ہیں۔ آثار وسنن سے بھی یہ پتہ چلتا ہے کہ اب آگے دن بد سے بدتر ہی آئے گا تا آں کہ حضرت مہدی زمان و مسیح موعود علی نبینا وعلیہما السلام کا ظہور ونزول ہو۔ اس ''قاعدہ کلیہ'' کا تقاضا تو اب یہ ہے کہ تمام مدارس دینیہ اور تبلیغی اداروں کو بالکلیہ بند کر دیا جائے۔ کیا ان مدرسوں اور اداروں کا جاری رکھنا ''حلت بہ الندامۃ'' کے تحت تو نہیں آتا؟ فالعیاذ باللّٰہ العزیز

ہمارے ناقص خیال میں علماء کرام کا اس غرض سے جمع کرنا کہ وہ سب بالمشافہ گفتگو کر کے اپنی اپنی غلط فہمیوں کا اِزالہ کریں چنداں مفید ثابت نہیں ہو سکتا، بلکہ اس سے بجائے سُلجھنے کے مزید پیچیدگیوں کا اَمکان ہونے کے علاوہ ان اکابر کے منصب جلیلہ کے بھی خلاف ہے کہ ہم انہیں عوامی سطح پر گھسیٹ لائیں اور ان کا تماشا دیکھیں۔

بہتر صورت یہی ہے کہ ہر بزرگ یوثرون علی انفسھم و لو کان بھم خصاصہ پر عمل کرتے ہوئے اپنے مفاد کو فنا کر کے ملت حنفیہ کے بلند وبالا مفاد کی خاطر اتحاد کی طرف سب سے پہلے دست سلامتی بڑھائے اور خیرھما الذی یبدا بالسلام فرمان مصطفیٰ کا عملی نمونہ بنے۔ ہماری ناقص سمجھ میں یہی ایک طریق ہے کہ جس سے پیدا شدہ اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کو کوئی ''تخریبی عنصر'' متزلزل نہیں کر سکے گا۔

ہاں اکابر اہل سنت کا اجتماع اس غرض کے لیے ہو کہ ایک باقاعدہ تنظیم دینیہ معرض وجود میں آئے اور ایک امیر ملت کا انتخاب متفقہ طور پر ہو تو یہ عین خوش نصیبی ہوگی، لیکن اگر اجتماع اپنے گِلے شکوے اور شکایات کے اظہار کے لیے کیا گیا تو ہم نہیں سمجھتے کہ یہ بیل کسی طرح منڈھے چڑھ سکے گی۔

رہی یہ بات کہ امیر ملت میں کیا خصائل ہوں اور مجلس شوریٰ کیسی ہو وغیرہم تو اس کے متعلق بھی ہم باادب گزارش کرتے ہیں کہ حضرات اکابر اسے کتاب وسنت کی روشنی میں اس وقت طے کرلیں گے۔ اس جھنجھٹ میں ہمیں فی الحال پڑنے کی ضرورت نہیں۔ علماء کرام کی بالغ نظری اور نورِ بصیرت سے ہمیں پوری پوری توقع ہے کہ وہ اس کا احسن طریق سے حل تلاش کرلیں گے۔ آخر میں ہم بصمیم قلب اللہ ربّ العزۃ تبارک وتعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں کہ ہمارے تمام اکابر کو یک جا کر کے ان کے دلوں میں ملت حنفیہ کے لیے درد پیدا کردے تاکہ وہ میدان میں نکلیں اور ملت کی صحیح معنوں میں خدمت کریں۔

سید غلام معین الدین نعیمی

(سواد اعظم، ۲۵ ستمبر ۱۹۵۹ء)



اے اکابر کرام! خدارا ملت پر رحم کرو!!!

اہل سنت میں اتحاد

سواد اعظم کا ایڈیٹر سُنّی علماء کے جوتوں کی خاک کو سرمۂ چشم بنانا اپنے لیے باعث سعادت تصور کرتا ہے۔ میں اہل سنت میں اتحاد چاہتا ہوں جو جماعت غیر منظم ہو، اس کی حیثیت کچھ نہیں ہوتی۔

۱۹۴۶ء میں جو سُنّی کانفرنس بنارس میں ہوئی، اس کا مدعا سُنّی اتحاد تھا اور پاکستان کی تائید تھی۔ میں سیدی ومرشدی حضرت صدر الافاضل قدس سرہٗ محرک سُنّی کانفرنس کا ادنیٰ ترین خادم و ارادت کیش ہوں۔ سیدی حضرت صدر الافاضل طاب اللّٰہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ کے قلب اَقدس میں سُنّیوں کی تنظیم کے لیے ایک اضطراب موجزن تھا، میرے دل میں اس غرض کے لیے جو چنگاری بھڑک رہی ہے وہ اس آفتاب علم وعمل کی کرنوں کی ایک ہلکی سی کرن کا حکم رکھتی ہے۔ میں نے اپنے مجنونانہ تصورات کو سپردِ قلم کیا، انہیں سواد اعظم میں چھاپا، کہا گیا کہ میں ایک خاص شخصیت کی اَمارت کے لیے راستہ تیار کررہا ہوں، اور لکھا جائے کہ:

”جو لوگ اپنے ذاتی مفاد کی خاطر مذہب وملت کی پروا نہیں رکھتے ان ہی کو بیعت امارت کے سبز باغ دکھانا ملت کے لیے سخت مضرت رَساں ہے۔“

کیا ستم ہے ایک عاجز انسان کی نیت پر زبردست حملہ کیا جائے۔ پھر اگر وہ اس کے خلاف لب کشا ہو تو اس کے اس اَقدام کو سُوءِ ادب اور گستاخی پر محمول کیا جائے۔ میں کہتا ہوں اور بانگ دُہل کہتا ہوں، پوری ایمان داری سے کہتا ہوں، بلاخوف لومۃ لائم کہتا ہوں اگر پاکستان کے سُنّی متحد نہ ہوئے اور ان کی تنظیم نہ ہوئی تو ان کا وجود مذہبی ختم ہو جائے گا۔

مجھے بتایا جائے کیا سُنّیوں کی کوئی مشترکہ مرکزی جماعت ہے؟ کیا ان کا کوئی متحدہ نظام ہے؟ جمعیت اہل حدیث کی پانچ سو سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ہماری کسی جمعیت، کسی حزب، کسی جامعہ کی کتنی شاخیں ہیں؟ قادیانیوں کا امیر ہے، لاہوری مرزائیوں کا امیر ہے۔ ہمارا بھی کوئی امیر ہے؟؟؟

میں جاہل سہی، کم نظر سہی، مگر یہ ماننے کے لیے تیار نہیں کہ غیر منظم بھیڑ کی بھی کوئی عزت ہوتی ہے۔ دیوبندی حضرات اپنے تمام مدارس کو ایک سلک میں منسلک کرنے کے لیے ”وفاق“ بنا رہے ہیں۔ کیا ہمارا بھی کوئی ”وفاق“ ہے؟

کچھ عرصہ ہوا اس کا خیال آیا تھا مگر وہ سوڈے کے جوش کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ عزم معدوم ہو گیا، ان میں افتراق پیدا ہو گیا، انشقاق رُونما ہو گیا۔ میں نے عرض کی ”اس سے ہوا اُکھڑ جائے گی“، اس پر مجھے مطعون کیا گیا۔

میں کہتا ہوں کسی کو امیر بناؤ۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مقتدر عزیز احفاد کے ہاتھ پر ہی بیعت اَمارت کرلو۔ اپنے مدارس کو بچاؤ، اپنے اقتدار کی حفاظت کرو، سُنّیوں کی موثر خدمت کرو۔

اگر یہ استدعا گستاخی ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی کا آخری سانس بھی اس گستاخی میں گزرے۔ یہ میری رگوں کا خون ہے، یہ میرا جنون ہے۔

خدارا مسئلہ کو اُلجھانے کی کوشش نہ کرو، اس گتھی کو سُلجھانے کی کوشش کرو۔ منطقی بحثوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سُنّیوں کے اجتماعی مفاد کو اپنے ذاتی مفاد کے مقابلہ میں ترجیح دینا وقت کا اہم تقاضا ہے۔

میں نے اگر کوئی بے ادبی کی ہے تو میں سچے دل سے معافی کا طلب گار ہوں۔ میں کچھ نہیں ہوں، میری حیثیت کچھ نہیں ہے، میں بحرِ سُنّیت کا ایک قطرہ ہوں۔ ہاں یہ ضرور جانتا ہوں کہ قطرہ اگر سمندر میں ہو تو اس کی قوت اور وقعت کیا ہوتی ہے۔

زمانہ بے حد نازک ہے۔ علماء کی عزت قوم کی عزت سے ہے۔ اگر سُنّی بے حیثیت ہو گئے تو ان کے علماء کی حیثیت، ان کے ساتھ ہی اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح صبح کی نمود کے وقت چراغوں کو گل کر دیا جاتا ہے۔

میں نے اگر کوئی لفظ کسی عالم کی شان کے خلاف تحریر کیا ہے تو عرض کرتا ہوں کہ وہ : رارا معاف فرمادیں

اگر عظیم است از فرودستاں گناہ

از بزرگاں عفو کردن اعظم است

مگر اگر سُنّی غیر منظم رہے اور اکابر نے ان کے منظم کرنے کی سعی نہ کی تو تاریخ انہیں معاف نہیں کرے گی۔ واقعات ان کے تبحر علمی کا احترام نہیں کریں گے۔ ہماری کوئی مرکزی تنظیم نہیں۔ اگر ہم نے مزید تساہل سے کام لیا تو ممکن ہے چند حضرات کی انفرادیت قائم رہے مگر جماعت یعنی سوادِ اعظم اہل سنت کی وقعت نہیں رہے گی۔

کاش! مولیٰ تعالیٰ ہمارے ان اکابر ملت کے دلوں میں اس کا جذبہ اور احساس پیدا کر دے اور یہ اپنے اور ملت کے مفوضہ فرائض کو انجام دینے کی سعی و کوشش کریں۔ جب تک میرے دم میں دم ہے اور قلم میں سیاہی اپنے اس جنون کی پکار سناتا ہی رہوں گا۔ السعی منا والاتمام من اللہ و بیدہ التوفیق و علیہ التکلان

آپ کا مخلص خادم: غلام معین الدین نعیمی

(سوادِ اعظم، ۲۳؍ اکتوبر ۱۹۵۹ء)

☆

ضرورت تنظیم

مخدومی و معظمی حضرت علامہ کاظمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا علمی تبحر، دقت فکر و نظر ایک مسلّم اَمر ہے۔ اس عاجز و بے کس کو کسی حال میں بھی اس سے انکار کی جرات نہیں ہو سکتی، مگر میرے مدعا و مقصد کی تغلیط و تجہیل جس انداز بیان کو پسند فرما کر کی ہے، بہر صورت خادم اس کے جواب کی نہ ہمت رکھتا ہے اور نہ وقت۔ مگر حیرت و افسوس اس بات پر ہے کہ حضرت علامہ کی نیاز مندی میں پانچ سال تک جس دعوت و فکر کی میں نے ان کی نیابت کی ہے اس کے تجربہ کی رُو سے ہر موقع پر آپ کو نہایت حلیم، بُردبار اور بااخلاق ہی پایا ہے، آج کیوں ایسی کیفیت ہوگئی کہ انہیں جادۂ اعتدال سے تجاوز کر کے مسند...... اختیار کرنا پڑی؟

بلاشبہ آپ میرے مخدوم و مکرم تھے اور ہیں اور رہیں گے۔ میرا یہ کام نہیں کہ میں اسی زبان و طرز کو اختیار کروں جس کو حضرت نے محبوب سمجھا ہے چوں کہ بزرگ و عالم دین بمنزل روحی اَب ہوتا ہے، ان کی ہر بات برداشت کرنی چاہیے۔ حضرت اگر اس سے بھی زیادہ فرماتے تو مجھے کیا شکوہ ہوتا، چوں کہ دیوان حماسہ، دیوان متنبّی، سبعہ معلقہ جیسے شعرا جاہلیت میں بہت کچھ مواد ملتا ہے، استعارات والفاظ کی کیا کمی ہو سکتی ہے۔

بایں ہمہ اگر میرے کسی لفظ و تعبیر سے حضرت کو انتہائی رَنج و اذیت پہنچی ہو تو میری سعادت مندی اس کی مقتضی ہے کہ باادب جس طرح معروضات وگزارشات پیش کی ہیں، اب میں معافی کا خواستگار بنوں اور متوقع ہوں کہ وہ عنداللہ درگزر سے کام لیں۔ تاہم جہاں حضرت نے میرے مقصد و غرض کو شعوری یا غیر شعوری طور پر بر بناء تغلب فلسفہ کلامی استدلال اور مناظرانہ مجادلوں کے پردے میں کتر بیونت اور توڑ جوڑ کر کے اُلجھایا ہے وہاں کچھ ارشادات کے دُرّ بے بہا بھی عنایت فرمائے ہیں۔ کاش! وہی بروئے عمل میں آجائے تو کچھ نہ کچھ تو سُنّیوں کی ڈھارس بندھ جائے۔ چناں چہ السعید مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۸ پر رقم فرماتے ہیں:

تحریر علامہ کاظمی:

کوئی سُنّی مسلمان جس کے دل میں اہل سنت کی زبوں حالی کا احساس ہے ضرورت تنظیم سے انکار نہیں کرسکتا۔ بمقتضائے الضرورۃ ام الایجاد - ہر دَور میں حساس دل رکھنے والے اہل سنت نے سُنّیوں کو منظم کرنے کی کوشش کی، متحدہ ہندوستان کے وقت سلطان العلوم والعلماء استاذ الاساتذہ حضرت صدرالافاضل قدس سرہ العزیز سلطان الفقہاء والعلماء حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ وشہزادۂ والا جاہ سند المحدثین حضرت مفتی اعظم ہند وسید المحدثین حضرت قبلہ محدث کچھوچھوی ادام اللہ تعالیٰ برکاتہما العالیہ و دیگر اجلہ اکابر علماء ومشائخ اہل سنت افاض علینا من برکاتھم نے ایسے نازک وقت میں جب کہ اکابر اہل سنت میں شدید اختلافات پائے جاتے تھے اور مفتیان اہل سنت کی طرف سے اکابر علماء ومشائخ اہل سنت کے خلاف شب وروز فتاوی اور بیانات کی بھرمار تھی، تمام ملک کے سُنّیوں کو منظم ومتحد کرنے کے لیے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی بنیاد ڈالی اور تاریخ ہند میں اس کا فقید المثال اجتماع بنارس میں منعقد ہوا، اور باوجودیکہ اس زمانہ میں غیر اسلامی دَورِ حکومت ہونے کی وجہ سے کسی نہ کسی صورت میں احیاء خلافت واَمارت کے لیے ماحول سازگار ہوسکتا تھا لیکن اس کے عدم وقوع کے باعث کسی نے احیاء خلافت واَمارت کا نام تک نہ لیا۔ پھر تقسیم ملک کے بعد فقیر راقم الحروف نے ملتان میں کانفرنس طلب کی اور ملک کے گوشہ گوشہ سے اکابر اہل سنت کو تنظیم ملت کے لیے مدعو کیا اور اس میں شک نہیں کہ اس موقع پر علماء اہل سنت کثیر تعداد میں جمع ہوئے جنھوں نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تنظیم اہل سنت کا سنگ بنیاد رکھا، اس وقت بھی احیاء خلافت یا بیعت اَمارت کا تصور کسی کے ذہن میں نہ تھا۔ فقیر علی وجہ البصیرت بلاخوف تردید عرض پرداز ہے کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک امت مسلمہ کے کسی طبقہ کے ذہن میں کسی دَور میں قوت نافذہ کے بغیر خلافت یا امارت کا تصور نہیں آیا۔ مدیر سواداعظم کا قوت نافذہ کے بغیر نظریۂ امارت واحیاء خلافت اتباع سنت نہیں بل کہ اجراء بدعت ہے۔

[مجھے اس قاعدہ کلیہ سے اتفاق نہیں، یہ خاص ان کی رائے ہے۔ غلام معین الدین نعیمی]

شاید مدیر سواداعظم کہہ دیں کہ تنظیم کے بعد اسی وجہ سے فتنے پیدا ہوئے کہ وہ محض تنظیم تھی اگر خلافت واَمارت ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔ میں جواباً عرض کروں گا کہ قوت نافذہ کے بغیر خلافت و اَمارت ممکن نہیں تو پھر آپ کا یہ کہنا ہی سرے سے فضول ہے۔

[یہ نظریہ متعدد وجوہ سے محل نظر ہے۔ غلام معین الدین نعیمی]

علاوہ ازیں خلافت عثمانیہ کے دَور میں جو فتنے پیدا ہوئے جن کا دروازہ خلیفۂ برحق کی مظلومیت وشہادت سے بھی بند نہ ہوسکا۔ پھر اس کے بعد وہ اتنے بڑھے کہ جمل وصفین کی حروب ان ہی کے سمندر کی موجیں بن کر نمودار ہوئیں، آپ ان کا کیا جواب دیں گے؟

[ان حضرات کی نیتیں صاف تھیں، فساد نہ تھا۔ یہ سب مفسدین کی شرارت تھی۔ غلام معین الدین نعیمی]

فقیر راقم الحروف علی وجہ البصیرت وعلی رؤس الاشہاد عرض کرتا ہے کہ اس وقت احیاء خلافت عثمانی اور بیعت اَمارت کے نظریے کو پیش کرنا درحقیقت ان فتنوں کا احیاء ہے جن کا دروازہ شہادت فاروقی کے بعد کھلا جو خلیفۂ برحق سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا موجب ہوئے۔ ان کا مقدس خون بھی جن کے سیلاب کو نہ روک سکا، نہ اخیر زمانہ تک ان کے بند ہونے اُمید کی جاسکتی ہے۔

[پھر تو اب ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانا چاہیے۔ غلام معین الدین نعیمی]

لہٰذا میں پورے وثوق کے ساتھ عرض کروں گا کہ احیاء خلافت یا بیعت امارت کا فارمولا قطعاً ناقابل عمل ہے۔ ہمارے لیے اس وقت طریقۂ کار صرف یہ ہے کہ اپنی موجودہ حکومت کے زیر سایہ سب کی اَمارت اور قوت نافذہ کے تحت اس کے قوانین کی پابندی کرتے ہوئے تمام اکابر اہل سنت یا جن حضرات کا جمع ہونا ممکن اور مناسب ہے وہ سب علماء ومشائخ اور ممتاز متدین اہل سنت ایک مناسب مقام پر مجتمع ہوں۔ اور جن حضرات کے مابین تشتت وافتراق یا بُعد ومنافرت کے آثار پائے جاتے ہیں وہ سب اس اجتماع میں بالمشافہ گفتگو کریں تاکہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو ہر شخص اپنے ذاتی اَغراض اور انفرادی مفاد سے کلیۃً دست بردار ہو جائے اور نہایت خشوع وخضوع وعجز وانکساری کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی کوتاہیوں خطاؤں اور گناہوں سے تائب ہو اور آئندہ کے لیے استقامت پذیری کا پختہ عہد ربّ تعالیٰ کے حضور

کرے۔ ہر ایک اپنے دل کو بُعد ومنافرت اور باہمی کشیدگی کے خلاف پاک کرے اور سب ایک دوسرے سے اس کے حق میں اپنی کوتاہیوں اور زیادتیوں کو معاف کرا کے کامل خلوص ومحبت کے ساتھ بغل گیر ہوجائیں اور فاصبحتم بنعمتہ اخوانا کا مظاہرہ کریں۔ پھر اسی مجلس میں یہی حضرات اپنی صوابدید کے مطابق باتفاق آراء خالص مذہبی، اخلاقی، غیر سیاسی اتحاد ملی کا سنگ بنیاد رکھ دیں اور اعتماد باہمی کے ساتھ ماحول کے مطابق اپنی اخلاقی تنظیم کرلیں۔ اگر اس طریقہ سے اہل سنت کے مذہبی واخلاقی اتحاد وتنظیم کی تعمیر کی گئی تو ان شاء اللہ المولیٰ اس کو کوئی تخریبی عنصر متزلزل نہ کرسکے گا۔ واللہ ولی التوفیق

یقین فرمائیے ہماری تمام مشکلات کا حل اور ہر قسم کی دینی ودُنیوی ترقی وکامیابی کا راز صرف اسی طریقۂ کار میں مضمر ہے، وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے اور آنے والے دَور میں اس کے اَمکانات بھی ضعیف سے ضعیف تر ہوتے چلے جارہے ہیں اس لیے ہمارا فرض اوّلین ہے کہ ہم پہلی فرصت میں اس طریقۂ کار کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کریں۔ الحمد للہ اس فقیر نے پہلے ہی اپنی سعی میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اور اب بھی تمام وسائل وذرائع کے ساتھ ہر وقت حاضر ومستعد ہے۔ اگر قوم نے فقیر کی اس صدا پر لبیک کہی اور حضرات اکابر علماء ومشائخ کرام نے ہمت افزائی فرمائی تو ان شاء اللہ تعالیٰ برادرانِ اہل سنت دیکھیں گے کہ مدیر سواد اعظم نے جسے یاس وقنوط کا پتلا بنا کر نظر انداز کردیا ہے وہ رحمت ربّ کی غیر فانی اُمیدوں کے سہارے اہل سنت کے غیر سیاسی اتحاد وتنظیم کے لیے کس طرح اپنی خدمات پیش کرتا ہے؟

[چشم ماروشن دل ماشاد۔ غلام معین الدین نعیمی]

اگر حساس دل رکھنے والے سنّیوں نے عزم محکم کے ساتھ اس طریقۂ کار کو اختیار کرلیا تو ان شاء المولیٰ الکریم بہت جلد ہماری زبوں حالی خوش حالی اور نیک مآلی سے بدل جائے گی۔ واللہ علی کل شئی قدیر

اسباب ناکامی:

ہماری تنظیموں کے ناکام ہونے کی اصل وجہ میری ناقص رائے میں ہمارے اندر ایسے حضرات کا پایا جانا ہے جو اپنی نافہمی اور ناعاقبت اندیشی کے باوجود غلط نظریہ قائم کرکے اپنی ضد پر اَڑے رہتے ہیں، اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی بجائے دوسروں پر بہتان باندھتے اور اہل سنت

میں تشتت وافتراق پیدا کرتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ جب تک اپنا رویہ نہ بدلیں گے قوم کو اتحاد نصیب نہیں ہوسکتا۔

[براہ کرم ایسے لوگوں کے نام شائع فرمادیں تاکہ ان کے دھوکہ میں نہ آئیں اور آپ کو حق گوئی کا ثواب بھی مل جائے۔ غلام معین الدین نعیمی]

اس کے بعد اپنے کرم فرما مدیر سواد اعظم کی خدمت میں خصوصی گزارش کروں گا کہ اگر آپ میرے اس مضمون کو پڑھ کر کچھ ناگواری خاطر محسوس فرمائیں تو ازراہ کرم اسے کئی دفعہ غور سے پڑھیں، باربار پڑھنے سے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی ناگواری تدریجاً کم ہوتی جائے گی۔ جب مزاج گرامی کو حد اعتدال پر پائیں تو ایک مرتبہ تحقیق اور انصاف کی نظر سے راقم الحروف کے پیش کردہ بنیادی اُمور پر غور فرمالیں۔ اگر اس کے بعد بھی آپ احیاء خلافت کے نظریہ کو صحیح سمجھیں تو پھر راقم الحروف کے علاوہ ان تمام اکابر اہل سنت سے استفتاء فرمالیں جن کے نام آپ نے سواد اعظم میں اپیل شائع فرمائی ہے۔ ان اکابر کا متفقہ طور پر بتایا ہوا حکم شرعی یقیناً میرے اور آپ کے لیے واجب القبول ہوگا۔ یقین فرمائیے کہ حق کے سامنے ان شاء المولیٰ القدیر یہ فقیر ناکارہ کبھی سرکشی نہ کرے گا۔ ان ارید الا الاصلاح وماتوفیقی الا باللہ

فقیر احمد سعید کاظمی

(سواد اعظم، ۱۳۰کتوبر ۱۹۵۹ء)



تنظیم اہل سنت اور میرا موقف

میں نے ۱۸/۱۱؍ستمبر ۱۹۵۹ء کے سواد اعظم میں ایک جلی سُرخی ”انتخاب امیر ملت پر اجوبہ وآراء“ کے تحت یہی کہا تھا کہ

”۲۴/۱۷؍جولائی ۱۹۵۹ء کے سواد اعظم کی اشاعت میں ”اکابر اہل سنت کے نام“ مسلمانوں کی دینی ودُنیوی فلاح وبہبود کے لیے امارت علی منہاج الخلافۃ العثمانیۃ (رضی اللہ عنہ) کے لیے ایک معروف معنی میں غیر سیاسی محض اخلاقی ودینی

شعور کی بیداری کے لیے مروجہ قوانین کی پابندی کرتے ہوئے ایک اپیل شائع کی تھی۔" (ملاحظہ ہو ۱۸/۱۱ر ستمبر ص ۲۲)

اور ۲۵ر ستمبر ۱۹۵۹ء کے سواد اعظم میں جلی سرخی "اکابر اہل سنت کے جوابات پر ایک نظر" کے تحت لکھا تھا کہ؛

"ماہ جولائی کی ۲۴/۷ اکی اشاعت میں ہم نے ایک اپیل بدیں غرض شائع کی تھی کہ امت کے سواد اعظم کی تنظیم غیر سیاسی، محض اخلاقی و دینی شعور کی بیداری کے لیے مروجہ قوانین کی پابندی کرتے ہوئے ہو جائے۔" (ملاحظہ ہو ۲۵ر ستمبر ص ۲)

ان سطور سے یہ اُمور ظاہر ہیں کہ؛

۱۔ میں امیر ملت کے انتخاب کا داعی ہوں۔

۲۔ اس سے مسلمانوں کی دینی و دُنیوی فلاح و بہبود مطلوب ہے۔

۳۔ امارت کا یہ انتخاب خلافت عثمانیہ کے طریقہ پر ہوگا۔ واضح رہے میں نے خلافت یا خلیفہ کے لیے استدعا نہیں کی ہے۔ ہر نوعیت کا اختیار خلیفہ کے لیے ہے۔

سیدنا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خلیفہ کے انتخاب کے لیے چھ اصحاب کی جماعت تجویز فرمائی۔ مدعا یہ تھا کہ یہ چنیں،...... اپنے میں سے چنیں،...... ان کو چنا تھا خلیفہ...... میری گزارش امیر کے انتخاب کے لیے ہے۔

دونوں میں ملتی جلتی بات یہ ہے کہ ان چھ کو منتخب کرنا تھا ایک بزرگ کو اپنے میں سے...... میں نے گیارہ اکابر اہل سنت کے نام تحریر کیے کہ وہ چن لیں اپنے میں سے ایک کو......

بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل شود بس است

۴۔ میری تجویز کردہ امارت ہے معروف معنوں میں...... کئی ایک جماعتوں کے امیر ہیں، وہ حاکم نہیں ہیں۔ صاحب اختیار نہیں ہیں...... ان کی جماعتوں نے سپرد کر دیے ہیں چند غیر سیاسی اُمور ان کو۔ قانون رائج کے ماتحت...... میرا مدعا بھی یہ تھا کہ تنظیمی و تبلیغی و اخلاقی و تعلیمی اُمور میں امیر بنا لیا جائے کسی ایک کو...... اور وہ ہے معروف معنوں میں "صدر"...... میں بھی چاہتا ہوں معروف معنوں میں امیر تنظیم و تعلیم اہل سنت...... نہ کہ امیر مملکت پاکستان......

۵۔ میں نے لکھ دیا ہے وہ ہوگا غیر سیاسی......

۶۔ میں نے تحریر کر دیا یہ ہوگا سب کچھ مروجہ قوانین کے ماتحت۔ ان کی پابندی کرتے ہوئے۔

میں چوں کہ کم علم ہوں اس لیے میں سمجھ نہ سکا کہ اس سے یہ بھی سمجھ لیا جائے گا کہ میں "امیر اہل سنت" کے انتخاب کی جو دعوت دے رہا ہوں، وہ "امیر مملکت" یا "صدر مملکت" کے ہم معنی میں ہے۔

حضرت علامہ کاظمی صاحب مدظلہ کا علم بھی تسلیم کرتا ہے کہ بنارس میں جو سُنّی کانفرنس ہوئی تھی اس میں "کسی نہ کسی صورت میں احیاء خلافت و امارت کے لیے ماحول سازگار ہو سکتا تھا۔" میری جہالت یہ کہتی ہے کہ "کسی نہ کسی صورت امارت کے لیے پاکستان میں ماحول سازگار ہو سکتا ہے۔

...... میں اَثر پذیر ہوا تھا سُنّی کانفرنس سے...... اور اسی کا اَثر ہے میرے دل پر آج تک...... یہ اَثر پہنچ گیا ہے جنون کی حد تک...... اس لیے تنظیم اہل سنت کے لیے خواہاں ہوں امارت کا...... میرا جہل اس کا خواہاں ہے جس کو ممکن تصور فرما رہا ہے حضرت کاظمی صاحب کا تبحر علمی......

میں تنظیم کے لیے معافی نہیں مانگتا......

باقی ہر اَقدام کے لیے معافی کا خواستگار ہوں...... میری نیاز مندی کو اُمید ہے ٹھکرایا نہیں جائے گا......

میرے دل کو دیکھ کر طرز وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

خادم دین وملت

غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

۲۴ر اکتوبر ۱۹۵۹ء

(سواد اعظم، ۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۹ء)



سُنّیوں کا غیرسیاسی خالص مذہبی ''امیر'' اعلیٰ حضرت کے خاندان سے ہونا چاہیے

انتخاب امیر ملت کے لیے سواد اعظم کی پیش کش

اکابر اہل سنت کے نام

۲۴/۱۷ر جولائی ۱۹۵۹ء سے برابر سواد اعظم مسلمانانِ اہل سنت پاکستان کی دینی و دُنیوی اصلاح وفلاح کے لیے قانون مروجہ کی پابندی کرتے ہوئے خالص دینی و مذہبی غیرسیاسی تنظیم اور ''امیر ملت'' کے انتخاب کی دعوت دے رہا ہے۔ الحمدللہ معدودے چند کے سوا اس اتحاد و تنظیم کی دعوت کو اہل سنت و جماعت نے سراہا، جس کا کچھ حصہ نذر قارئین سواد اعظم کیا جاتا رہا ہے۔

اب اس سلسلہ میں ایک قدم اور آگے اٹھایا جاتا ہے وہ یہ کہ پاکستان کے سُنّی مسلمانوں کے جس قدر احزاب وشعوب ہیں تقریباً سب کے سب اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت قدس سرہٗ کی ذات ستودہ صفات سے والہانہ جذبہ وعقیدت رکھتے ہیں۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت قدس سرہٗ کے فرزند اکبر حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند جلیل اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا خان صاحب دامت برکاتہم کے داماد فاضل اجل، ضیغم اسلام حضرت علامہ مولانا الحاج مفتی محمد ابراہیم رضا خان صاحب دامت برکاتہم کی ذات والا صفات پاکستان میں موجود ہے...... بلاشبہ آپ کی ذات جامع الصفات ہے اور پاکستان کے تمام اہل سنت کے احزاب وشعوب آپ کی زیر قیادت وامارت آنے پر فخر محسوس کریں گے اور یہ صحیح اُمید کی جاسکے گی کہ آپ مسلمانانِ پاکستان کی دینی و دُنیوی فلاح و بہبود کی سرانجام دہی میں سب سے آگے ہوں گے اور استحکام پاکستان اور بفحوائے تعاونوا علی البر والتقوی ہر معاملۂ دینی وملکی میں معاون ومددگار بنیں گے۔

ضرورت ہے کہ سواد اعظم میں ذکر شدہ گیارہ اکابر اہل سنت جس قدر جلد ممکن ہو یک جا جمع ہوکر سُنّیوں میں ''اتحاد و تنظیم'' کا سنگ بنیاد رکھیں اور سب کے سب علی وجہ البصیرت وعلی رؤس

الاشہاد تمام غل وغش حسبۃً للہ دُور فرما کر آپ کی بیعت امارت (غیر سیاسی) فرمائیں گے اور سفینۂ امت مسلمہ کی ناخدائی کا فرض انجام دیں گے۔

مولیٰ تعالیٰ ہمیں، آپ کو، سب کو اتحاد و اتفاق محبت و وداد، نظم وضبط کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین

رضوی اکابر و برادران اہل سنت سے میں پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ آیئے میرے ساتھ ہم آواز ہوکر سواد اعظم اہل سنت و جماعت کو ایک سلک میں منسلک کرنے کی مسعود ومحمود کوشش کر کے دنیا کو دکھا دیجئے کہ ہم اپنے دین ومذہب کی اس طرح خدمت کرتے ہیں اور اپنے ملک و وطن (پاکستان) کے استحکام میں یوں معاون ومددگار ہوتے ہیں۔ اب تک پاکستانیوں کو ان ہی لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جو ایک نظریے کے حامل ہوئے، دوٹکڑے ہوکر ایک نے ہندوؤں کی غلامی کو فخر جانا، دوسرے نے لبادہ اوڑھ کر دھوکا دینا چاہا در حقیقت وہ ذیابٌ فی ثیابٍ ہیں۔ ثابت کر دیجئے کہ ہم ہی درحقیقت وہ ہیں جنھوں نے دل وجان سے نظریۂ پاکستان کی نہ صرف حمایت کی بل کہ اس کی تعمیر واستحکام میں سب سے آگے رہے ہیں۔

اے نعیمی برادران واکابر! میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ۔۔۔۔۔ کے دوش بدوش ہو کر کام کریں اور حسب سابق ان کی سیادت وامارت میں دین وملت اور خداداد مملکت پاکستان کے لیے ہر طرح کی قربانی وایثار سے کام لینے میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔

آیئے آیئے استحکام پاکستان اور خدمت دین وملت کے لیے کمر بستہ ہو جایئے اور عہد کر لیجئے کہ قانون مروجہ کی پابندی کرتے ہوئے انقلابی حکومت کے ساتھ ہر نیک واخلاص (کام) اور استحکام پاکستان کے لیے ان کے شانہ بشانہ ہر موقع پر معاون ومددگار رہوں گے۔

غلام معین الدین نعیمی

یکم نومبر ۱۹۵۹ء

(سواد اعظم، ۶ نومبر ۱۹۵۹ء)

☆

انتخاب امیر ملت (غیر سیاسی) پر علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری صاحب کا جواب گرامی

حضرت علامہ اجل مولانا مفتی محمد عبدالمصطفیٰ صاحب ازہری رضوی خلف الرشید حضرت علامہ صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا من درجہ ذیل مکتوب گرامی کراچی سے ہماری اپیل کے جواب میں موصول ہوا ہے۔ اُمید ہے کہ دیگر اکابر اہل سنت بالخصوص حضرت علامہ ابوالبرکات صاحب شیخ الحدیث دار العلوم مرکزی انجمن حزب الاحناف لاہور، حضرت علامہ ابوالفضل صاحب شیخ الحدیث جامعہ رضویہ لائل پور، حضرت علامہ اجل مولانا مفتی محمد نوراللہ صاحب نعیمی شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ بصیر پور، حضرت علامہ مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی دامت برکاتہم اور دیگر علماء کرام اور اکابر اہل سنت ''انتخاب امیر ملت'' اور تنظیم اہل سنت (غیر سیاسی) پر اپنی اپنی آراء خصوصیت سے مرحمت فرمائیں گے۔ جزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

والسلام، غلام معین الدین نعیمی

نقل مکتوب از کراچی

حضرت مولانا معین الدین صاحب سلمہٗ ربہ المنان المتین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج گرامی۔ آج آپ کا مضمون انتخاب پیش نظر ہے، سارے مالہ وماعلیہ کا مطالعہ کیا گیا اور اس تحریر پر خوب غور وخوض کے بعد چند باتیں معروض ہیں۔ حضرت مولانا جیلانی میاں صاحب پاکستانی باشندے نہیں، ہندوستانی ہیں اور وہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے کے لیے یہاں آتے ہیں۔ ہندوستان کے باشندے کو ''امیر ملت'' بنانا کیسے ممکن ہے اور اگر بنایا بھی گیا تو اُمور متنازعہ فی الہند والپاکستان میں کوئی صورت ان کے قائد ہونے کی متصور نہیں۔ (ادارہ کو اس حقیقت کا علم نہ تھا اس لیے نام لے دیا۔ اب معلوم ہونے کے بعد یہ تجویز واپس لی جاتی ہے۔ مدیر سواد اعظم)

......پھر یہ کہ اہل سنت وجماعت کے امیر کے لیے ایسے افراد کو منتخب کرنا چاہیے جو زیادہ سے زیادہ خدمت ہماری نوزائیدہ مملکت پاکستان کی کر چکے ہوں یا کرتے آئے ہیں۔

۱۔ حضرت علامہ ابوالبرکات قادری

۲۔ حضرت علامہ ابوالحسنات مدفیضہ

۳۔ حضرت۔۔۔۔

۴۔ حضرت مولانا سردار احمد صاحب

۔۔۔۔ جو قیادت وسیادت ورہنمائی کے لیے موزوں ترین ہیں اور پہلے سے بھی ملت پاکستان کی خدمت کر رہے ہیں۔ خاندان میں امارت کا سلسلہ یہ طریقۂ اہل اسلام واہل سنت تو نہیں ہوسکتا، قیصر وکسریٰ کی سنت ضرور ہوسکتا ہے۔ اس لیے آپ سے گزارش کروں گا کہ اگر آپ کی نظر میں اس زمانہ میں اس معاملہ کی کچھ بہت اہمیت بڑھ گئی ہے تو آپ انتخاب کے لیے موزوں افراد کو معنون کریں۔ والسلام

الازہری غفرلہٗ

۱۱/نومبر ۱۹۵۹ء

جواب:

جواباً عرض ہے کہ ادارہ نے ایک ایسی ذات گرامی کا نام پیش کیا تھا جو ہمارے علم کے مطابق پاکستانی تھے اور جن پر سب کا اتفاق ہوسکتا تھا اور ہر ایک فخر محسوس کرتا، لیکن سُوءِ اتفاق وہ تجویز ناقابل عمل نکلی، اس لیے موجودہ صورت حال میں ادارہ کا کسی اور کو معنون کرنا بے جا ہے۔ یہ کام تمام اکابر اہل سنت کا ہے، وہ ہی اس کو سرانجام دیں گے۔ ضرورت ہے کہ کسی مناسب جگہ ان کو یک جا مجتمع کیا جائے۔ مدیر سواد اعظم، لاہور

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۲۷/نومبر ۱۹۵۹ء)

☆

ابوالمقبول غلام رسول قادری خطیب سمندری

مکرمی سلام مسنون۔ آپ کے دلی ارادہ وتمنائے صادقہ کا اندازہ بندہ موضع مکارہ ضلع منٹگمری کے دوسرے سالانہ اجلاس کے موقع پر ہی کر چکا تھا۔ اب آپ کی تنظیمی اپیل کے متعلق بندہ ہمہ تن گوش ہو کر علماء واحباب اہل سنت کی رائے مبارک کو آپ کے موقر جریدہ کے ذریعہ سنتا رہتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج ہمارے اکابر کرام ذاتیات میں پڑ کر مخالف کو ترقی دے رہے ہیں اور خود کو قعر مذلت میں گرا رہے ہیں، ورنہ کیا وجہ ہے کہ اہل سنت کو ترقی نہ ہو۔ جس جماعت میں استاذی اکرم حضرت شیخ الحدیث صاحب لائل پوری دامت برکاتہم اور شیخ القرآن علامہ ہزاروی صاحب اور شہنشاہ سخن صاحب زادہ فیض الحسن صاحب جیسے فہمیدہ سخن وَر عالم موجود

ہوں، پھر وہ ترقی نہ کر سکے؟

لہٰذا بندہ آپ کی اپیل کی تائید میں پھر اکابر علماء ومشائخ اور احباب اہل سنت سے ملتجی ہے کہ خدارا غور فرمائیے اور اس اُجڑے گلشن کو از سر نو گلزار فرمائیے ورنہ وہ وقت قریب ہے کہ ہم سب مٹ کر رہ جائیں گے اور 'ہماری داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں'

بندہ آپ کی ہر آواز پر قلمے دامے سخنے لبیک کہتا ہوا حاضر ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

فقیر ابوالمقبول غلام رسول قادری

خطیب جامع مسجد سمندری ضلع لائل پور

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۲۷/نومبر ۱۹۵۹ء)

☆

(III)

مکتوبات بنام مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

شیخ الحدیث علامہ سردار احمد قادری رضوی:

عزیز محترم فاضل محتشم سلمہٗ

سلام مسنون، دعوات صالحہ، خیر وعافیت

متعدد روز ہوئے محبت نامہ ملا، کاشف اَحوال ہوا۔ آپ کا ارادہ مبارک ہے۔ ''سواد اعظم'' جاری کریں اور مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی تبلیغ و اشاعت اس میں کریں۔ حضور صدر الافاضل قدس سرہٗ نے سواد اعظم جاری فرمایا تھا جس سے بہت فائدہ و اِفادہ ہوا، مولیٰ عزوجل آپ کے اس نیک ارادہ میں کامیابی عطا فرمائے اور سواد اعظم کی اشاعت مزید سے مزید تر ہو۔

فقیر ابوالفضل غفرلہ

خادم اہل سنت و جماعت، لائل پور

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۱۳/مارچ ۱۹۵۹ء)

☆

علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری

نحمدہٗ ونصلی علی حبیبہ الکریم

محترم ذوالمجد والکرم مولانا الحاج مفتی مخدوم معین الدین صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقاۂ..... ہدیۂ سُنیہ کے بعد معروض کہ ''السواد الاعظم'' زمانۂ طالب علمی میں جب کہ فقیر حضرت صدر الافاضل دامت برکاتہم العالیہ و رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں مراد آباد میں مقیم تھا۔ السواد الاعظم کا اجرا ہوا تھا۔ سالہا سال بیش از بیش دینی وملی خدمت انجام دیتا رہا اور ہر

موضوع پر شاندار مضامین شائع ہوتے رہے، لیکن بعض حوادث زمانہ کی بنا پر عرصہ سے اس کی اشاعت بند رہی، یہ خبر سن کر کہ اب دوبارہ آپ اس رسالہ مبارکہ کو جاری فرما رہے ہیں- بے حد مسرت ہوئی۔

مولیٰ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ میں کامیاب فرمائے اور اس رسالہ کے ذریعہ احقاق حق و ابطال باطل کی توفیق عطا فرمائے۔ فقیر ان شاء اللہ العزیز اس کی اشاعت میں کوشش کرے گا۔

والسلام

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد غفرلہ

ناظم مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۵ر ستمبر ۱۹۵۸ء)

☆

علامہ فیض احمد اویسی (بہاول پور):

حضرت سراپا برکت علامہ سید غلام معین الدین صاحب مدظلہ العالی

ہدیہ سلام مسنون۔ آپ کی دینی خدمات اور اشاعت اسلام وترویج مسلک اہل سنت سے فقیر بہت متاثر ہے، خصوصاً اسلاف کے قدم بہ قدم چلنا آج کل ناپید ہو رہا ہے لیکن آپ کی ثابت قدمی قابل ستائش ہے۔ اللّٰھم زد فزد

صورت حال رویت ہلال سے بڑوں بڑوں کے قدم اُکھڑ گئے، مجھے تو حضرت مفتی سید ابوالبرکات صاحب مدظلہ کے مکتوب سے نہایت ہی صدمہ ہوا کہ خدایا ہمارے علماء کو کیا ہو گیا کہ روز بروز نقوش ماضی سے ہٹتے چلے جا رہے ہیں اور جنہیں ہم دین کا ستون سمجھتے تھے وہ بھی کھوکھلے نظر آ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عنایت فرمائے کہ آپ نے نہایت ہی جرات سے کام لیا۔

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۶۶ء)

☆

مولانا محمد فضل احمد (خطیب جامع مسجد تولھی رضوی اوقاف، خوشاب)

مکرمی حضرت مولانا صاحب۔ السلام علیکم۔

سواد اعظم شمارہ نمبر ۲۱ جلد نمبر ۹ موصول ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ۔ رویت ہلال کے بارے میں آپ کی رائے پڑھ کر بے حد مسرت ہوئی۔ مولا کریم موجودہ علماء اہل سنت کو اکابر کے مسلک پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۲۴ر مارچ ۱۹۶۶ء)

☆

علامہ سید احمد سعید کاظمی:

حضرت مکرم، زیدت محاسنکم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

علماء اہل سنت کا کوئی تذکرہ موجود نہیں۔ گویا آج کے اہل علم طبقہ کی نظر میں کوئی سُنّی عالم پیدا نہیں ہوا۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت حال کس قدر افسوس ناک ہے۔ آنے والی نسلیں کسے عالم سمجھیں گی اور کس کو اپنا مقتدا مانیں گی، انتہائی قابل غور مسئلہ ہے۔

بنابریں وقت کا اہم ترین تقاضا ہے کہ علماء اہل سنت کا مکمل تذکرہ جلد از جلد مرتب کر کے نہایت عمدگی کے ساتھ اسے شائع کیا جائے اور اس کی اشاعت میں بہت زیادہ کوشش کی جائے۔

آں جناب کی خدمت اَقدس میں مودبانہ التماس ہے کہ اَز راہِ کرم جن علماء اہل سنت کے صحیح حالات آپ کو معلوم ہوں، نہایت حزم واحتیاط کے ساتھ حسب ذیل ترتیب کے مطابق قلم بند فرما کر ارسال فرمائیں، اور ان میں تاخیر کو رَوا نہ رکھیں۔

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۳ر جولائی ۱۹۶۴ء)

☆

شیخ محمد سلیم، پنڈی گھیپ:

مکرمی جناب، سلام مسنون!

موجودہ زمانہ میں علمائے حق (اہل سنت و جماعت بریلوی) پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں۔ ان پر سبّ وشتم کیا جارہا ہے، ہر جگہ ان کو بُرے بُرے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ صرف ان ٹھگ اور بدمعاش مولویوں کی تعریفیں کی جارہی ہیں جنہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کیں، ان کے صحابہ کو برا کہا، ان کی عترت پاک کی شان میں بُرے الفاظ کہے، نیز انہوں نے قیام پاکستان کی مخالفت کی، کانگرس کا ساتھ دیا، انگریزوں کے ایجنٹ رہے، ان کے وظیفہ خوار رہے اور اب علماء حق کو بدنام کرنے میں کوشاں ہیں لیکن اس کے برعکس آپ سورہے ہیں۔ کیا آپ کی رگ غیرت کبھی نہ پھڑکے گی؟ کیا آپ علمائے حق کی حمایت نہیں کریں گے؟ کیا آپ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کے خلاف جہاد نہیں کریں گے؟ آپ یہ بتائیں کہ آپ خدا کو جا کر کیا جواب دیں گے؟ آپ کی تنظیمیں کس وقت کام آئیں گی؟ کیا آپ تب بیدار ہوں گے جب لشکر تاتار روند کے آگے بڑھ جائے گا؟ یہ الفاظ کسی بناوٹ کے تحت نہیں لکھ رہا ہوں بل کہ یہ الفاظ دل کی گہرائیوں سے نکال کر سپردقلم کررہا ہوں۔ اس لیے استدعا کرتا ہوں کہ آپ آئندہ دین حق کے مخالفوں کے خلاف جوابی کارروائی شروع کر دیں اور کسی معاہدہ کا خیال نہ کرتے ہوئے ان کے کچلنے کی کوشش کریں۔ والسلام

شیخ محمد سلیم از پنڈی گھیپ، ۷/مارچ ۱۹۶۳ء

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۲۲/مارچ، ۱۹۶۳ء)

☆

علامہ سید احمد سعید کاظمی، ملتان:

مکتوب ۱:

"بریلوی علماء کے نزدیک ان عبارات میں خدا تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین صریح پائی جاتی ہے اور دیوبندی علماء کے نزدیک ان میں کوئی توہین نہیں۔ میری یہ اپیل ہے کہ جب ہر دو فریق کے مابین مذہب ومسلک میں کوئی اُصولی وبنیادی اختلاف نہیں، تو کیا وجہ ہے کہ ان متنازعہ عبارات کا تصفیہ طرفین کے علماء باہمی گفت وشنید کے ذریعہ نہیں کر لیتے۔ موجودہ فرقہ وارانہ کشیدگی جو خوفناک صورت حال اختیار کر چکی ہے کسی سے مخفی نہیں ہے۔

ملک وملت کی بہبودی کا مقتضا یہ ہے کہ عبارات کے اُصولی اختلافات کو باہمی تصفیہ کے ذریعہ ختم کرنے کی سعی مشکور کی جائے۔ ہر دو مکتب فکر کے علماء وقت کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اتفاق واتحاد کی کوشش کریں اور ہمیشہ کے لیے ان بنیادی اختلافات کی خلیج کو پاٹ دیں۔"

بعض اخبارات میں میرے اس قسم کے بیانات الفاظ کے ردوبدل اور مضمون کی کمی بیشی کے ساتھ شائع ہوئے ہیں، جنہیں پڑھ کر بعض دینی حلقوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ میں نے دیوبندی بریلوی اختلافات کو مطلقاً فروعی قرار دیا ہے۔ یہ غلط ہے، مذہب ومسلک کے اختلافات فروعی ہیں اور علماء دیوبند کی عبارات کے بارے میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ قطعاً اُصولی اور بنیادی ہیں۔

میری دلی خواہش ہے کہ ان کا تصفیہ ہوجائے تا کہ امت مسلمہ کو ہمیشہ کے لیے امامت وخطابت اور مساجد وغیرہ کے جھگڑوں سے نجات حاصل ہو۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ

ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان ومہتمم مدرسہ انوار العلوم، ملتان

۲۱/اپریل ۱۹۶۳ء

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۳/مئی، ۱۹۶۳ء)

☆

مکتوب ۲:

حضرت محترم دام مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ حالیہ فرقہ وارانہ کشیدگی جو خوفناک صورت اختیار کر چکی ہے، اس کے پیش نظر عارضی محرکات کے استیصال کے لیے ضروری ہے کہ اصل منشاء اختلاف کو سامنے رکھ کر اُصولی اور بنیادی نزاع کو ختم کرنے کی کوشش کی جائے، وہ منشا اختلاف علماء دیوبند کی بعض مشہور ومعروف کتابوں کی متعدد عبارات ہیں۔ فقیر نے طرفین کے علماء سے اپیل کی ہے کہ متنازعہ عبارات کا تصفیہ باہمی گفت وشنید کے ذریعہ کرلیا جائے۔ ملتان کے ذمہ دار دیوبندی علماء نے اخبارات کے ذریعہ فقیر کے اس بیان کا خیر مقدم کرتے ہوئے تصفیہ کے لیے آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ نتیجہ جو کچھ بھی ہو اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کے قبضۂ قدرت میں ہے، لیکن ملک وملت کی بہبودی کے پیش نظر رفع نزاع کے لیے ہماری کوششیں بہر حال مبارک اور مستحسن ہوں گی۔

لہٰذا مودبانہ گزارش ہے کہ حضرت اس سلسلہ میں مناسب لائحۂ عمل مفید تجاویز اور اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں۔ فقیر کی ناقص رائے میں بہتر ہوگا کہ لاہور میں اپنے مخصوص علماء کی ایک مجلس مشاورت طلب کی جائے اور سب کے مشورہ سے جو بات طے ہو، اس کے مطابق ان کی پیشکش کا جواب دیا جائے اور باہمی گفت وشنید کے لیے ضروری اُمور طے کر لیے جائیں، تاکہ پورے اطمینان کے ساتھ علی وجہ البصیرت متنازعہ عبارات کا تصفیہ کرنے کے اقدامات عمل میں لائے جاسکیں۔ اس مضمون کا عریضہ حسب ذیل حضرات کے نام روانہ کر دیا گیا ہے۔ مہربانی فرما کر ۳۰/اپریل ۱۹۶۳ء تک اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

سید احمد سعید کاظمی

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۳/مئی، ۱۹۶۳ء)

☆

نثار احمد لالوکھیت، کراچی:

محترم القام مدیر صاحب سواد اعظم مدظلہ

السلام علیکم۔ مزاج شریف۔ معروض آنکہ آپ نے جو حال ہی میں اہل سنت وجماعت کی طرف سے دفاعی جنگ لڑی ہے، وہ لائق صد تحسین وآفرین ہے۔

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

مدیر چٹان کی عادات وخصائل سے میں خوب واقف ہوں۔ آپ کو شاید جلدی یا بدیر پھر ایک بار یہ قلمی جہاد کرنا پڑے۔ اس کے پیش نظر میں آپ کی خدمت میں ایک رسالہ روانہ کررہا ہوں، جس کا نام ہے "ایشیا کا جہاد"۔ اس رسالے میں "ایشیا" اور "چٹان" کا قلمی مناظرہ درج ہے۔ اسے مکتبہ ایشیا ایبٹ روڈ لاہور نے ۱۹۵۲ء میں شائع کیا تھا۔ خدانخواستہ اگر یہ لوگ پھر فتنہ پیدا کریں تو اس کتاب یعنی "ایشیا کا جہاد" کے بعض اہم ترین حصے سواد اعظم میں نقل کردیجیے گا۔ بس میدان آپ ہی کا ہوگا۔ یہ کتاب دستی روانہ کررہا ہوں، دو چار دن تک آپ کو مل جائے گی۔ سواد اعظم کی اشاعت کے لیے کوشاں ہوں۔ والسلام

نثار احمد لالوکھیت متصل فردوس سینما، کراچی

(سواد اعظم، لاہور مورخہ یکم فروری، ۱۹۶۳ء)

☆

مہر محمد شریف، دیال گڑھ چک نمبر ۱۱۵، ضلع لائل پور:

مکتوب نمبر ۱

مکرم محترم مفتی غلام معین الدین نعیمی صاحب مدظلہ العالی۔ جب سے پندرہ روزہ سواد اعظم نظر سے گزرا، دیکھ کر دل کو خوشی ہوئی۔ خیال تھا کہ ہفت روزہ کی بجائے اگر پندرہ روزہ ہو گیا

تو شاید کتنی کمی واقع ہو جائے گی لیکن مضامین میں دل کشی پائی گئی، صفحات زائد ہو گئے ہیں۔ یہ اہل سنت وجماعت کا خصوصی ترجمان اہل سنت وجماعت کی پوری پوری ترجمانی کر رہا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ یہ اخبار ہر سُنّی کے ہاتھ میں ہو، اگر ہر سُنّی کے ہاتھ میں نہ ہو تو ہر گھر میں ضرور ہو۔ دل میں یہ حسرت ہے کہ اہل سنت وجماعت کا ایک آدھ اخبار روزنامہ یا سہ روزہ ہو، تو کوائف و حالات سے جلد از جلد پتہ چلے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش کو اس پُر آشوب دَور میں کامیاب بنائے۔

(سواد اعظم، لاہور ۲۶ رجون ۱۹۶۴ء)

مکتوب نمبر۲

بخدمت اقدس مکرمی محترمی پاسبان ملت، مجاہد اہل سنت ماحی بدعت حامی سنت جناب حکیم سید غلام معین الدین صاحب مدظلہ مدیر پندرہ روزہ سواد اعظم لاہور۔ السلام علیکم!

آپ کے ہفت روزہ سواد اعظم لاہور جلد ۷ شمارہ نمبر ۱ مورخہ ۷ رمحرم الحرام ۱۳۸۳ھ میں یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی جو بہ عنوان ’’سوال و جواب‘‘ (از الجیب علامہ ابوالبرکات مدظلہ) کہ لاؤڈ سپیکر لگا کر نماز پڑھنا کیسا ہے؟ الجواب: لاؤڈ سپیکر، خطبہ، اذان، اقامت، تقریر وغیرہ میں استعمال کیا جائے اور نماز میں استعمال نہ چاہیے۔ قطع نظر اس کے نماز میں خشوع وخضوع اور یکسوئی نہیں ہوتی۔ جن نمازیوں کو محض لاؤڈ سپیکر کی آواز پہنچتی ہے اور امام ومقتدیوں کے افعال و حالات سے بے خبر ہیں وہ محض اس آواز کی اقتدا کرتے ہیں تو من لم یدخل فی الصلوٰۃ کی اقتدا ہوئی، اور یہ جائز نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب لاؤڈ سپیکر بند ہو جائے تو وہ کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں اور ان کو یہ خبر نہیں ہوتی کہ امام نے سلام بھی پھیر دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اور دوسرے عید کے متعلق رویت ہلال کے بارے میں سواد اعظم جلد ۷ شمارہ نمبر۔۔ مورخہ ۱۴ رشوال المکرم ۱۳۸۳ھ کے آخری صفحہ پر بعنوان ’’ایک عید نہیں انتشار انگیزی ہے‘‘ کے تحت کل سنیچر کو یہاں عید منائی گئی اور بفضلہ تعالیٰ رویت ہلال کا شرعی ثبوت ملا، ریڈیو نے ملک کے پابند لوگوں میں بہت اختلاف کا فتنہ پیدا کر رکھا ہے۔ افسوس ہے کہ اونچے طبقہ کے بعض لوگ جو اپنے احترام پر لوگوں کو مجبور کرتے ہیں مگر رمضان المبارک اور احکام الٰہی جل شانہ کی احترام شکنی کو تماشا بین کی صورت میں دیکھتے ہیں اور غیر اسلامی قوانین کی آڑ میں سب کچھ

جائز سمجھتے ہیں۔ وقت کی سخت ضرورت ہے کہ ملک وملت کے اتحاد کو مضبوط تر کیا جائے اور مسلم قوم کے مذہبی معاملات اور جمہوری حقوق میں مداخلت نہ کی جائے۔ خدا تعالیٰ ہی سب کو صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ دنیا جانتی ہے کہ ’خبر‘ اور ’شہادت دینی‘ میں بہت بڑا فرق ہے۔ ریڈیو کی خبروں کو ’خبر‘ کہا جاتا ہے نہ کہ ’شہادت‘ اور ریڈیو کی خبروں پر کوئی بھی جج، مجسٹریٹ اسے شہادت تسلیم کر کے فیصلہ نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کتنی ستم ظریفی ہے کہ عیدین کی رویت ہلال میں شرعی شہادت شرط ہے نہ خبر واطلاع۔ اگرچہ دنیا کے دوسرے معاملات میں ٹیلی فون، ٹیلی ویژن، ریڈیو، خطوط اور تار برقی واخباری اطلاعات کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر جہاں شہادت اور گواہی کا سوال پیدا ہوگا، وہاں ان چیزوں کا ہرگز ہرگز اعتبار نہیں ہے۔ کاش یہ لوگ دین متین کو ایک کھلونا سمجھ کر مذہبی معاملات میں مداخلت نہ فرمائیں تو بہت بہتر، اور عوام کے جذبات وخیالات کا احترام کرنا صحیح سیاست ہے۔ قوم کو زبان سے ’’اتحاد اتحاد‘‘ کا سبق دینا اور عمل سے قوم میں انتشار اور اختلاف پیدا کرنا کوئی نیک فال نہیں ہے۔ حق تعالیٰ ہم سب کو ہدایت فرمائے اور مضبوط ہدایت فرمائے۔

والسلام اولاً وآخراً دوم شوال المکرم ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۶ رفروری ۱۹۶۴ء

محمد صاحبداد خاں غفرلہ مفتی اعظم وشیخ الحدیث جامعہ راشدیہ پیر گوٹھ۔

اور اس کے علاوہ حضرت مفتی اعظم وشیخ الحدیث جناب محمد صاحبداد خاں مدظلہ العالیہ کا مشہور رسالہ **القول المقبول** جس میں لاؤڈ سپیکر پر نماز نہ ہونے پر شائع ہوا تھا، نظر سے گزرا۔ اس میں پوری وضاحت کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز نہیں ہوتی۔ اور رُویت ہلال کے بارے میں صاحب زادہ محمد جمیل احمد صاحب مدظلہ العالیہ شرقپور شریف کا ایک افطاری وسحری کے متعلق اشتہار دیکھا تھا، جس میں لکھا ہوا دیکھا گیا کہ ریڈیو کا اعلان خبر ہے، شہادت نہیں، اس لیے خبر پر عید نہیں ہونی چاہیے۔

ناچیز کا اس بات پر پورا پورا یقین ہے کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز نہیں ہوتی، اور ریڈیو کی خبر پر عید نہیں ہوتی۔ یہ یقین سب کچھ سواد اعظم کی مذکورہ بالا تحریروں سے پایا لیکن اتفاقیہ ماہنامہ الحبیب جلد ۲ شمارہ ۲ بابت ماہ اپریل ۱۹۶۴ء وجلد ۲ شمارہ ۳ بابت ماہ مئی نظر سے گزرے۔ معلوم ہوا کہ یہ ہمارا اپنا (اہل سنت وجماعت) کا ہی خصوصی وذمہ دار ترجمان ہے جو پیر طریقت پاسبان اہل سنت فخر ملت حضور مولانا مولوی محمد شریف نوری قصوری کی ادارت میں شائع ہوتا ہے۔ دیکھا ان

میں جو تحریر تھی اس کا مقصد مجھے تو یہی معلوم ہوا کہ لاؤڈ سپیکر پر نماز ہو سکتی ہے اور ریڈیو کے اعلان پر عید بھی ہو سکتی ہے۔ شاید ناچیز اپنی کم علمی کی وجہ سے الحبیب کے (مذکورہ) دونوں شمارہ جات کی تحریر کو نہ سمجھ سکا ہو، اگر میں نے کم علمی کی وجہ سے غلط سمجھا ہو تو اُمید ہے کہ محترم مکرم قبلہ مولانا محمد شریف صاحب مدظلہ العالیہ معاف فرمائیں گے۔ اگر واقعی عبارات میری سمجھ کے مطابق ہوں تو سواد اعظم اور ماہنامہ الحبیب میں تضاد معلوم ہوتا ہے۔ ناچیز محترم مدیر سواد اعظم سے عرض کرتا ہے کہ ماہنامہ الحبیب کے مذکورہ بالا دونوں شمارے مطالعہ فرما کر بندہ کی پریشانی دُور کریں۔ اگر عبارات اسی طرح ہوں جیسا کہ میں نے سمجھا ہے تو ناچیز کو کون سی راہ اختیار کرنی چاہیے؟ اس طرح تو قارئین کرام الحبیب-الحبیب والا مسئلہ اپنائیں گے اور قارئین کرام سواد اعظم-سواد اعظم والا مسئلہ اپنائیں گے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر پوری وضاحت فرمائیں تا کہ ناچیز پریشانی سے بچ جائے۔ اگر واقعی اختلاف کی شکل ہو تو متفقہ طور پر اعلان فرمائیں تا کہ قارئین کرام اس اُلجھن سے بچ جائیں اور انتشار کا موقع نہ ملے۔ امید ہے کہ آپ میرے ان خیالات کو اپنے پندرہ روزہ سواد اعظم میں شائع کر کے عوام کی ترجمانی فرمائیں گے۔ یہ مسائل بہ طور استفسار آپ سے پوچھے گئے ہیں۔ اخبار میں چھپنے سے کئی دوسرے دینی بھائیوں کو فائدہ بھی ہوگا۔

☆

الجواب:

ارادہ تو یہ تھا کہ لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ کو سواد اعظم میں دوبارہ نہ لایا جائے کیوں کہ یہ دَور حاضر کے علماء کرام میں اختلافی مسئلہ بن گیا ہے۔ اگرچہ ہمارے اکابر اسلاف کا عدم جواز پر متفقہ فتویٰ ہے اور سواد اعظم اکابر کے مسلک ہی کا ترجمان ہے اور آخر دم تک اسی پر قائم رہنے کا عزم ہے۔ مگر اب سواد اعظم کی شرعی حیثیت میں چوں کہ غلط فہمی کا شبہ پڑ رہا تھا اس لیے اس مراسلہ کو شائع کر دیا ہے۔ آئندہ اس سلسلہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ شائع نہیں کیا جائے گا۔ سواد اعظم کی تمنا ہے اور حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولائے کریم عہد حاضر کے علماء کرام میں اتفاق پیدا فرمائے اور اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

ہمارے اکابر رحمہم اللہ کے مسلک کے معلوم کے لیے ادارہ سواد اعظم کا شائع کردہ رسالہ

القول المقبول قیمت بارہ آنے طلب کر کے ملاحظہ فرمائیں۔ بایں ہمہ یہ مسئلہ خالص فروعی ہے محض اس مسئلہ کی بنیاد پر دھڑے بندی نہ کی جائے۔ آج سب سے زیادہ ضرورت اتفاق واتحاد کی ہے۔ نماز میں لاؤڈ سپیکر استعمال نہ کرنے کی تلقین میں سراسر فائدہ ہی فائدہ ہے اس لیے کہ لاؤڈ سپیکر کا استعمال ضروریات دین میں سے تو ہے نہیں جس کے بغیر نماز ہو ہی نہ سکے، البتہ نماز میں اس کے استعمال کرنے سے اکابر کے فتاوی کی رُو سے فساد یا کراہت لازم آتی ہے۔ اس لیے جو حضرات نماز میں اسے استعمال ہی نہیں کرتے، وہ ہر حال میں سلامتی واتفاق کی راہ پر ہیں، ان کو مورد طعن بنانا کسی طرح درست نہیں ہے۔ اسی طرح مجوزین کو بھی شدت کے ساتھ لائق مذمت نہ گردانا چاہیے کیوں کہ ان کے پاس بھی اپنی تحقیق ہے۔ وہ اپنی تحقیق پر اگر اصرار کریں تو اس کا انہیں حق ہے۔ البتہ دو مختلف راہوں میں شدت کو بالائے طاق رکھ کر باہم اتفاق واتحاد پیدا کرنا چاہیے اور ایک دوسرے پر طعن و تشنیع سے بچنا چاہیے۔ بلا شبہ یہ اختلاف ایسا ہی ہے جیسا کہ مذاہب اربعہ میں اختلاف ہے مثلاً جسم سے خون نکلنے سے ایک مذہب کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا اور احناف کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ کس طرح کہیں گے کہ ان کی نماز درست ہوگی؟ یقیناً ان کی نماز فاسد ہوگی، مگر پھر بھی ایسے فرعی مسئلہ میں ایک دوسرے کو طعن و تشنیع، ہر دو فریق مذموم جانتے ہیں، چوں کہ طرفین میں دلائل ہیں۔ نیک نیتی کے ساتھ اُصول میں متفق رہتے ہوئے فروع میں اختلاف ممکن ہے۔ اسی قسم کا یہ بھی مسئلہ ہے جس طرح خون نکلنے کے بعد دوبارہ وضو کر لینے سے ان کے مذہب کا کوئی نقصان نہیں ہوتا بل کہ دوسرے مذہب والے بھی ان کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں اسی طرح مجوزین اگر نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال پر اصرار نہ کریں تو دوسرے حضرات کی نمازوں میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ مقام غور وفکر ہے۔

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

مدیر سواد اعظم لاہور

(سواد اعظم، لاہور مورخہ ۲۶ رجون ۱۹۶۴ء)

☆

صابر براری (کراچی):

مکتوب اول

حضرت مکرم السلام علیکم! استاذ المعظم "شیخ الحدیث مفتی نعیمی صاحب" (۱۹۶۶ء) کے وصال پُر ملال پر "سانحۂ جانگداز راہی جنت" (۱۹۶۶ء) ارسال ہے۔ آہ "دنیائے علم وعرفان کا نمایاں چراغ بجھ گیا" (۱۹۶۶ء) اس پر جتنا بھی غم کیا جائے کم ہے اور اس کا نعم البدل تلاش کرنا بے سود۔ اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اگر مندرجہ ذیل قطعۂ تاریخ اور فقرے پسند ہوں تو سواد اعظم میں جگہ دے دیں اور ۲،۳ کاپیاں مجھے ارسال کر دیں تو نوازش ہوگی۔ فقط

کوئی اخبار "تاج العلماء نمبر" بھی شائع کرے۔ صابر براری عفی عنہ

تاریخ راہی فردوس عالم بے بدل (۱۹۶۶ء)

عالم حقانی زبدۂ آفاق شیخ اہل سنت (۱۹۶۶ء)

مفتی محمد عمر نعیمی اشرفی مراد آبادی (۱۹۶۶ء)

ہو کیوں نہ چشم حق بیں یوں اشکبار صابرؔ — عالم سے اُٹھ گیا ہے اک عالم قدیمی
تھا جس کا فیض جاری دنیائے علم دیں میں — تھی جس کی عطر پاشی خوشبوئے صد شمیمی
شیخ الحدیث تھے وہ اس دَور حاضرہ کے — اسلاف ذی شرف کے مجموعۂ سلیمی
پہنچا دے ان کو یا رب دربار مصطفیٰ میں — دے خلد انکو، تیری ہر شان ہے کریمی
سال وصال صابرؔ لکھ "فقیر" کو ملا کر — "ہادی اہل سنت مفتی عمر نعیمی"

۳۸۰ — ۱۵۸۶

۳۸۰+۱۵۸۶=۱۹۶۶ء

(سواد اعظم لاہور، ۱۵ر مئی ۱۹۶۶ء)

☆

مکتوب دوم

برادر دینی ویقینی مولانا نعیمی صاحب!

السلام علیکم ہفت روزہ سواد اعظم کے ذریعہ "گل باغ امانت ہادی مولوی عبدالسلام باندوی" [۱۹۶۸ء] کے وصال پُر ملال کی خبر ملی اور دل سے "آہ! خلد آشیاں سید عبدالسلام باندوی" [۱۳۸۷ھ] کی صدا بلند ہوئی۔ آپ نے صحیح فرمایا ہے بلاشبہ "مولانا محمد عبدالسلام قادری باندوی نور اللہ مرقدہٗ" [۱۳۸۷ھ] دین و مذہب کے بے مثل مبلغ تھے۔ یقیناً "شیخ طریقت عبدالسلام صاحب" [۱۹۶۸ء] کے وصال سے دنیائے سُنّیت میں عظیم خلا پیدا ہو گیا ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل انہیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا کرے اور "آرام گاہِ مولانا عبدالسلام قادری باندوی امانی ربانی" [۱۳۸۷ھ] کو نور سے معمور فرمائے۔ آمین

ممکن ہو تو اس قطعہ کو اپنے موقر اخبار میں جگہ عنایت کریں۔ صابر براری، کراچی

موج تاریخ وصال [۱۳۸۷ھ]

ناصر الاسلام الحاج مولانا سید محمد عبدالسلام قادری باندوی امانی علیہ الرحمہ [۱۹۶۸ء]

دارِ فانی سے ہیں راہی سُوئے گلزارِ بقا — ناصر الاسلام حضرت مولوی عبدالسلام
تھے محبِّ سُنّیت اور تھے عدوِّ نجدیت — عالمانِ دین حق کرتے تھے ان کا احترام
عاشقانِ مصطفیٰ کو دل سے رکھتے تھے عزیز — تھے عدوِّ مصطفیٰ کے حق میں تیغ بے نیام
یاد آتے ہی رہیں گے ان کے الطاف وکرم — فیض وشفقت سے نوازا آپ نے مجھ کو مُدام

یہ کہا رضواںؔ نے اُن کی سال رحلت کے لیے
لکھ اے صابرؔ ہیں وہ "مقبول خدا جنت مقام"

[۱۳۸۷ھ]

(سواد اعظم، یکم مارچ ۱۹۶۸ء)

☆

عبدالواحد میمن ابرو ٹریڈنگ کمپنی، کراچی:

بخدمت جناب مدیر اعلیٰ سواد اعظم

حضرت سیدی وسندی مولانا سید غلام معین الدین صاحب نعیمی دامت برکاتہم العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی بعد سلام عرض ہے کہ آپ کا نیاز مند عبدالواحد میمن ابرو ٹریڈنگ کمپنی' آپ کی خدمت عالی میں مبلغ چھتیس روپیہ روانہ کر رہا ہے بذریعہ منی آرڈر جو کہ چھ سواد اعظم کا سالانہ چندہ ہے۔ یہ مبارک اور قابل تحسین کام ہمارے معزز دوست جناب شبیر حسین میمن قادری کی نیک تجویز اور رائے سے ہوا ہے۔ جناب شبیر حسین میمن قادری سے عرصہ دراز سے ہماری ملاقات ہے اور اکثر وبیشتر ہمارے آفس میں مذہبی تبلیغی سلسلہ میں آتے رہتے ہیں اور یہ لائبریریوں والی تجاویز جو کہ اشاعت مسلک اہل سنت کا بہت ہی وسیع سلسلہ ہے۔ جناب شبیر حسین میمن قادری نے کئی عرصہ قبل ہم سے کہا تھا کہ کراچی کی لائبریریوں میں مسلک اہل سنت کے رسائل آنے چاہئیں۔ آپ کا نیاز مند عبدالواحد میمن جو کہ بزم قادریہ رضویہ کا صدر بھی ہے، آپ کے قدموں کی خاک کے طفیل سے بزم قادریہ رضویہ کی جانب سے شائع ہونے والی گجراتی کتابیں جو کہ مسلک اہل سنت وجماعت کی ترجمان ہیں' جناب شبیر حسین میمن قادری نے کراچی کی تمام لائبریریوں میں گجراتی کتابیں اکثر وبیشتر ہمارے یہاں سے لے کر رکھ آئے ہیں جس سے گجراتی جاننے والوں کو اکثر بل کہ کثیر فائدہ ہوا ہے اور ملک کے مشہور گجراتی اخبار ملت میں مولانا مفتی احمد یار خاں صاحب کی مشہور ومعروف تصنیف شان حبیب الرحمن کا گجراتی ترجمہ بھی ہر جمعہ کو شائع ہوتا ہے جس کو دیکھ کر سُنّی میمن حضرات کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ لہذا ان لائبریریوں میں ہمارا محبوب مذہبی اخلاقی اصلاحی اسلامی ترجمان اہل سنت سواد اعظم جاری کر دیا جائے۔ فقط نیاز مند عبدالواحد میمن ابرو ٹریڈنگ کمپنی، کراچی

(سواد اعظم، لاہور مورخہ یکم اکتوبر، ۱۹۶۷ء)



انور بھائی، لوکل ٹریڈنگ کمپنی کراچی:

مکرمی سیدی وسندی حضرت مولانا غلام معین الدین صاحب نعیمی مدیر اعلیٰ سواد اعظم

جناب عالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مکرمی بعد سلام عرض ہے کہ پندرہ روزہ سواد اعظم جس شان وشوکت وحقانیت کے ساتھ شائع ہو رہا ہے' اہل سنت کے لیے باعث مسرت ہے، باعث فخر ہے، باعث رحمت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ صحافت اسلامی سواد اعظم کو تا قیامت دائم وقائم رکھے۔ ہمیں یہ جان کر بہت ہی دُکھ ہوتا ہے کہ مسلک اہل سنت کی نشر واشاعت وعلماء اہل سنت کی تصانیف کی نشر واشاعت ہونے نہ ہونے کے برابر ہے، جب کہ مذاہب غیر کی نشر واشاعت پر تحقیقی نظر ڈالی جائے تو ہر جگہ گم راہ مذاہب کے لٹریچر کی بھرمار ہوتی ہے۔ ہمارے یہاں اہل سنت وجماعت کے مخلص کارکن جناب شبیر حسین صاحب میمن قادری اکثر وبیشتر آتے رہتے ہیں، ایک روز انہوں نے تجویز پیش کی کہ رسائل اہل سنت کی نشر واشاعت کی جائے تا کہ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے سواد اعظم کراچی کی مشہور ومعروف لائبریریوں میں جاری کرانا چاہتے ہیں۔

آپ کے نیاز مند انور بھائی، لوکل ٹریڈنگ کمپنی، کراچی

(سواد اعظم، لاہور مورخہ یکم اکتوبر، ۱۹۶۷ء)



صدر مملکت پاکستان جنرل ایوب خان:

مورخہ ۱۹/۱۱ اکتوبر ۱۹۶۷ء نمبر ڈی ۳۰۵۴۱ پریس/۶۷

مکرمی السلام علیکم! آپ کی مرسلہ کتاب بعنوان ''حیات صدر الافاضل'' صدر مملکت پاکستان کے نام موصول ہوئی۔ موصوف کی طرف سے شکریہ قبول کیجیے۔ والسلام

دستخط ڈپٹی سیکرٹری برائے صدر

(سواد اعظم، لاہور مورخہ یکم دسمبر، ۱۹۶۷ء)



شبیر حسین میمن قادری، کراچی:

بخدمت مدیراعلیٰ سواد اعظم۔ السلام علیکم۔ میرے ایک مخلص دوست اور محب اسلام رفیق اور مذہب اہل سنت کے سچے جاں نثار غلام نبی صاحب ہیں جو ایک مخلص اور بے لوث دینی جذبہ رکھنے والے شخص ہیں۔ غلام نبی صاحب نے ہمارا محبوب ومشہور اصلاحی پرچہ سواد اعظم کا مطالعہ کیا اور ان کا دل بہت ہی خوش ہوا، اور میرے کہنے سے انہوں نے کراچی کی مشہور و معروف بارہ لائبریریوں کے لیے بارہ عدد سواد اعظم کا سالانہ چندہ مبلغ بہتر روپے بذریعہ منی آرڈر روانہ کردیے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت میں سُرخ رُو کرے۔ آمین

غلام نبی صاحب سے کچھ عرصہ ہوا میرا تعارف ہوا تھا اور میری عادت ہے کہ میں اہل سنت وجماعت کے رسائل اور کتابوں کا پروپیگنڈا اور نشر واشاعت کا مجھے از حد شوق ہے، کیوں کہ ہمارا دین اسلام سچا ہے اور ہمارا سواد اعظم اہل سنت وجماعت سب سے سچا گروہ ہے اور باقی اہل سنت کے سوا تمام گم راہ اور بے دین ہیں۔ مجھے ایسے لوگوں سے مل کر بہت ہی خوشی ہوتی ہے جو مذہب اہل سنت کی بے لوث خدمت کرنا جانتے ہیں۔ فقط

آپ کا نیاز مند: شبیر حسین قادری میمن، کراچی

(سواد اعظم، لاہور مورخہ یکم دسمبر، ۱۹۶۷ء)



(IV)

غلام احمد پرویز کی علیت اور حافظ ریاض احمد اشرفی کا

رجوع الی الحق

جناب حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی لاہور کے ممتاز اور بااثر افراد میں سے ہیں۔ کچھ عرصہ سے منکرین حدیث (پرویزی) گروہ کے پھندے میں پھنس گئے تھے۔ ہمارے بزرگوں نے اس روش پر مقاطعہ کرکے سلام وکلام تک ناروا کردیا تھا لیکن خادم، حافظ صاحب سے کسی وقت بھی مایوس نہ تھا۔ خدا کے فضل اور حافظ صاحب کی نسلی اصلیت پر اعتماد تھا کہ ایک نہ ایک روز ضرور رجوع الی الحق کریں گے چناں چہ مسلسل اور پیہم دعوت الی الحق جاری رکھی اور خود خادم نے اپنے ہم عمر ''فاضلوں'' کی خشمگیں نظریں اور تیر ونشتر برداشت کیے۔ الحمد للہ وہ وقت بھی آ گیا کہ حافظ صاحب موصوف نے ۴ اگست کو میرے ایک عریضہ کے جواب میں مکتوب اول ارسال فرمایا۔ اس کے بعد ۷ اگست کو حضرت علامہ سیدی مولانا ابوالبرکات صاحب مدظلہ سے بالمشافہ رجعت اور رجوع الی الحق کی تحریر بنام غلام معین الدین نعیمی کا تذکرہ کیا۔ آپ کے فرمانے پر مکتوب دوم حضرت سید صاحب قبلہ کو تحریر فرمایا۔ پھر خادم نے چند سوالات قلم بند کرکے حافظ صاحب موصوف کو بھیجے اور انکشاف واقعہ کی پیش کش کی، چناں چہ حافظ صاحب موصوف نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ خادم کے چند سوالات کے جوابات مکتوب سوم میں ارسال کیے، جو اس لحاظ سے نہایت اہم ہیں کہ حجیت حدیث وسنت کے خلاف جو آج طرح طرح کی بولیاں بولی جارہی ہیں ان کے درون خانہ کی پردہ کشائی ہوتی ہے۔ بقیہ سوالات کے جوابات حسب وعدہ آئندہ کسی اشاعت میں ان شاء اللہ تعالیٰ شائع کردیے جائیں گے۔ قارئین سواد اعظم اور تمام احباب اہل سنت حافظ صاحب موصوف کے لیے دعائے استقامت فرمائیں۔ غلام معین الدین نعیمی غفرلہ

مکتوب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

بخدمت حضرت اقدس مولانا حکیم سید غلام معین الدین صاحب مخدوم مدظلکم العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی تسلی واطمینان کے لیے جواباً عرض ہے کہ

۱۔ میں بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ حنفی سُنی العقیدہ ہوں۔

۲۔ میرا متعارف گروہ اہل قرآن چکڑالوی یا پرویزی کسی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ پچھلے چند سالوں میں مجھ سے یقیناً ایسی باتیں سرزد ہوئیں جو متذکرہ بالا گروہ کی تائید میں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن وہ محض اس لیے تھیں کہ میں متلاشی حق ہو کر ان کے مذہب کا مطالعہ کر رہا تھا اور اس میں یہ نہایت ضروری تھا کہ میں ان کی کُنہ بھی معلوم کروں، سو یہ حقیقت ہے کہ میں نے ان لوگوں کو حق سے دُور پایا اور اُن سے قطع تعلق کر لیا۔

۴۔ میں پانچوں نمازوں کی فرضیت کا اسی طرح قائل ہوں جیسے تمام مسلمان اہل سنت و جماعت قائل ہیں۔ میں نے جو رسالہ دو نمازوں کے متعلق لکھا تھا وہ محض ان لوگوں کو جھنجھوڑنے کے لیے لکھا تھا جو قرآن مجید کے سوا حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حجت نہیں مانتے، اور عملاً وہ پانچ نمازیں پڑھتے ہیں اور اس معاملہ میں جب قرآن مجید سے دلیل مانگی جاتی ہے تو گول کر جاتے ہیں اور عمل متواتر کہہ کر اپنی جان چھڑاتے ہیں۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو تمام اہل سنت و جماعت قرآن مجید اور سنت نبوی کی روشنی میں رکھتے ہیں۔

میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ اب مطمئن ہوں گے اور میرے متعلق اُلجھنوں میں گرفتار نہ ہوں گے۔ نیز وہ لوگ جو میری وجہ سے آپ کو تنگ کرتے ہیں، وہ بھی مطمئن ہوں گے۔ واللہ علی ما اقول وکیل۔

والسلام مع الاکرام

حافظ ریاض احمد اشرفی عفا اللہ عنہ

۴؍اگست ۱۹۵۹ء

☆

مکتوب دوم

جناب حافظ ریاض احمد صاحب اشرفی نے درج ذیل مکتوب حضرت علامہ مولانا ابو البرکات سید احمد صاحب کے نام ارسال کیا؛

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ حسب الارشاد یہ چند سطور آپ کی خدمت اقدس میں ارسال ہیں؛

۱۔ میں بحمدہٖ تبارک وتعالیٰ حنفی سُنّی صحیح العقیدہ ہوں۔

۲۔ میں نے جو رسالہ دو نمازوں کے متعلق لکھا تھا وہ یقیناً میری غلطی تھی، میں جناب باری تعالیٰ میں اس کے لیے توبہ کرتا ہوں، آپ بھی میرے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔ آمین

۳۔ میں پانچوں نمازوں کی فرضیت کا سنت نبوی اور حکم خداوندی سمجھتے ہوئے قائل اور عامل ہوں۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش اور رفع کے متعلق وہی عقیدہ رکھتا ہوں جو قرآن وسنت کی روشنی میں حضرات اہل سنت و جماعت کا ہے۔

۵۔ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ادنیٰ توہین اور انبیاء کرام وعلمائے عظام شکر اللہ سعیہم کے ادنیٰ استخفاف کے مرتکب کو اسی طرح بے ایمان سمجھتا ہوں، جس طرح تمام اہل سنت و جماعت سمجھتے ہیں۔

۶۔ ان تمام افراد اور جماعتوں سے قطعاً بیزاری کا اظہار کرتا ہوں جو مسلک حقہ اہل سنت و جماعت سے رُوگردانی کرتے ہیں۔

۷۔ میں چکڑالوی (جنہیں آج کی اصطلاح میں اہل قرآن کہا جاتا ہے) سے قطعاً کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

۸۔ آج سے پہلے کی میری وہ تمام باتیں یا تحریریں کالعدم تصور کی جائیں جو مسلک اہل سنت و جماعت سے ہٹی ہوئی ہیں، میں ان باتوں سے قطعاً بیزاری کا اظہار کرتا ہوں۔ واللہ علی ما اقول وکیل

احقر الانام ریاض احمد اشرفی عفا اللہ عنہ

۷؍اگست ۱۹۵۹ء

☆

مکتوب سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بخدمت برادر محترم مولانا حکیم سید غلام معین الدین صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اُمید ہے کہ مزاج گرامی مع الخیر ہوگا۔ میں کوشش کرتا ہوں

کہ آپ کے سوالات کا جواب نمبر وار عرض کروں، اور سب کا جواب تو اس مجلس میں ممکن نہیں۔ مجھے آج کل بہت زیادہ مصروفیت ہے تاہم میں ضروری ضروری باتیں آپ کی خدمت میں عرض کیے دیتا ہوں۔ سہولت کے لیے آپ کے سوالات بھی لکھے دیتا ہوں، ممکن ہے آپ کے پاس اس خط کی نقل نہ ہو اور زحمت سے بچ جائیں۔

س: پرویز صاحب کے آپ پہلے کیوں معتقد ہو گئے تھے؟

ج: عرض ہے کہ پرویز صاحب کا انداز تحریر اور طرز خطابت مجھ سے "جہلا" جو ذہنی طور پر طبعاً "وراثتی پسند" ہوں-کو موہ لیتا ہے۔ ان کی تحریر کا انداز اور خطابت میں تقسیم جزئیات ا ر مضامین پر عبور ایسا نہیں کہ اس سے کوئی بھی منصف مزاج انکار کر سکے۔ **لا یجرمنکم شنئان قوم علیٰ ان لا تعدلوا اعدلوا ہو اقرب للتقویٰ**

س: پرویز صاحب کو اب کیوں چھوڑ دیا؟ ذرا تفصیل سے لکھیے کہ کوئی جزو باقی نہ رہے۔

ج: برادر محترم! اس کا جواب نہایت تفصیل طلب ہے جس کے لیے میرے پاس اتنا وقت نہیں کہ میں اس کی تمام تفصیلات مع جزئیات آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

۱۔ پہلی بات جو میرے دل میں پرویز صاحب کے متعلق کھٹک بنی وہ ان کا قرآن مجید کی آیات کو اکثر اوقات غلط پڑھنا تھا لیکن میں اپنے آپ کو یہ کہہ کر دھوکہ دے لیتا تھا کہ پرویز صاحب حافظ تھوڑا ہی ہیں، بڑے بڑے علماء سے آیت پڑھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ پرویز صاحب تو بے چارے "بابو" سے "خطیب" بنے ہیں۔

۲۔ عربی الفاظ کا تلفظ ہمیشہ میرے لیے سوہانِ رُوح رہا مثلاً پرویز صاحب ہمیشہ "اِطاعت" کو "اَطایت" کہتے ہیں۔ اگر اعتبار نہ ہو تو کسی ان کے معتقد سے کہہ کر ان کی ریکارڈ کی ہوئی تقاریر دوبارہ سن لیجیے۔ آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی۔ اس سال کنونشن کے موقع پر پرویز صاحب نے دو تین مرتبہ "مِنْ جَانِبِ اللّٰہ" کو "مِنْ جَانِبُ اللّٰہ" (بضم الباء) ہی کہا۔ **ھل جزاء الاحسان الا الاحسان** کو دار القرآن (گیتا بھون، نسبت روڈ لاہور) کی ایک تقریر میں چار مرتبہ "**جزاء الاحسانَ**" (بفتح نون) پڑھا۔ اس اجلاس میں جمعہ کے دن میرے ساتھ ایک سُنّی عالم دین بھی تھے، میں ان کا نام نہیں لینا چاہتا اور آپ بھی انہیں بخوبی جانتے ہیں۔ میں نے انہیں جمعہ کی امامت کے لیے بھی کھڑا کر دیا تھا۔ میں ان کے سامنے سخت

شرمندہ ہوا کہ یہ اپنے دل میں کہیں گے کہ واہ میاں! جسے مضاف اور مضاف الیہ کے اعراب کی خبر نہیں، وہ قرآن مجید کیا سمجھے گا، اور اپنے پیچھے چلنے والوں کو نہ معلوم "عربی مبین" کیسے سمجھائے گا؟ حالاں کہ یہ باتیں وہ ہیں جو ہر اس شخص کو بھی معلوم ہیں جو میٹرک تک عربی پڑھا ہوا ہو، یا درسی کتب نہ سہی بل کہ انگریزی خواں بابوؤں کے لیے لکھی گئی **کتاب الصرف و کتاب النحو** (مولفہ حافظ عبدالرحمٰن امرتسری مرحوم) بھی جس نے پڑھی ہو، وہ کم از کم یہ بات تو جانتا ہے کہ **مــن** حرف جر ہے اور اس کا عمل کیا ہے، مبتدی یا وہ دفتری بابو جو شوقیہ عربی زبان کی گرامر پڑھنا شروع کرے۔ بھی جانتا ہے **نسلاً بعد نسلٍ** ہی آئے گا اور **طبقاً عن طبقاً** کبھی نہیں آ سکتا۔ **عــن** کے بعد مجرور آنا چاہیے۔ آپ ہی غور فرمائیے کہ ایسی چھوٹی چھوٹی غلطیاں اگر مفہوم القرآن اور لغات القرآن کی چار ضخیم جلدیں لکھنے والے سے سرزد ہوں تو مجھ سے جہلا کا اللہ ہی حافظ ہے۔

کہاں تک گناؤں، آپ نے خواہ مخواہ ایک بات چھیڑ دی ہے مجھے اس قسم کے ذکر سے تکلیف ہوتی ہے۔ کئی ایسے دوست جو میری وجہ سے اس جال میں پھنس چکے ہیں ان کے لیے میری جناب باری میں ہر وقت دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی وہ تعبیر سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے جو سلف صالحین اور ائمہ دین نے سمجھی اور جس کے لیے انہیں بڑے بڑے مصائب بھی برداشت کرنا پڑے۔ میں آپ سے بھی اُمید رکھتا ہوں کہ آپ بھی میرے ساتھ آمین کہنے میں شریک ہوں گے۔ محترم پرویز صاحب کے لیے بھی دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھی ہوائے نفس اور مکائد شیطانی سے بچائے اور سنت رسول اللہ پر چلائے۔ آمین

پرویز صاحب کے عدم صحت تلفظ پر میں نے اکثر و بیشتر ان کے قریبی لوگوں سے تذکرہ کیا، لیکن بعض نے تو میرے ساتھ ہاں کی اور بعض بات کو ٹال گئے اور یوں کہہ دیا کہ حافظ صاحب آپ میں "مولویت کے جراثیم" موجود ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ آہستہ آہستہ انجکشن لگتے رہے تو یہ جراثیم مر جائیں گے۔

اور بھی بہت سی باتیں کہنے کی ہیں لیکن عدیم الفرصتی مانع ہے اور آپ کے بہت سے سوالات کا جواب باقی ہے۔ میں آپ کو ان کی کتاب کا ایک حوالہ بھی عرض کیے دیتا ہوں۔ "نظام ربوبیت" کے صفحہ ۲۸۶ پر محترم پرویز صاحب نے آیہ قرآنی یوں لکھی ہے:

لِیَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ الآیہ ۔ ل کو بالکسرہ لکھا ہے، حالاں کہ قرآن مجید میں یہ ل بالفتحہ ہے۔ "ل" بالکسرہ کے بعد "ن" نہیں آسکتا۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ بالکل ٹھیک ہے کتابت کی غلطی ہی مانی جاتی، اگر ترجمہ میں "ل" بالفتحہ کی رعایت کی جاتی۔ مگر افسوس ہے کہ بات اس کے برخلاف ہے اور ترجمہ یوں ہے" تاکہ عوام کی محنت کی کمائی کھاتے رہیں اور تخریبی نتائج پیدا کرتے رہیں۔"

اب آپ ہی غور فرمایئے ان حالات میں مجھ سے "جہلا" ان کی عربی دانی کے کس طرح معتقد ہو سکتے ہیں۔ انگریزی سے ناواقف، انگلش لٹریچر پر جو "سیر حاصل" تبصرہ کر سکتا ہے وہی حال اس شخص کا ہے جو عربی کے ابتدائی قواعد سے ناواقف ہوتے ہوئے اس کتاب کا مفسر و مترجم ہونے کا مدعی ہو جو "عربی مبین" میں لکھی گئی ہے۔

س: آپ کا "بزم طلوع اسلام" یا مرکزی ادارہ سے کیا تعلق تھا؟ کیا پرویزی پابند صوم و صلوٰۃ ہیں؟

ج: اوائل میں میں "بزم طلوع اسلام" لاہور کا ممبر تھا جس کا چندہ باقاعدگی سے کبھی بھی ادا نہ کر سکا۔ اس زمانہ میں بزم کا دفتر دار القرآن، گیتا بھون (سابقہ امت مسلمہ امرتسر) لاہور میں واقع تھا۔ حیرانگی ہوتی ہے کہ حافظ سردار بیگ صاحب خطیب دار القرآن، اور ان کے دیگر ہم خیال پانچ وقت نماز پڑھنے کے قرآن مجید کے حکم کے تحت (بزعم خویش) منکر اور محترم پرویز صاحب پانچ نمازوں کے قائل ہی نہیں، بل کہ دعویدار۔ (پرویز صاحب کی کتاب "قرآنی فیصلے" ملاحظہ فرمایئے) ایک "عمل متواتر" صلوٰۃ خمسہ کے مسئلہ کو جوں کا توں رکھتے ہوئے، دوسرے "عمل متواتر" قربانی کا انکار کرنا ایک ایسی منطق ہے کہ اس کا حل شاید ملا محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھی نہ ہو۔ لیکن محترم پرویز صاحب ہیں کہ جب بھی اس طرف توجہ کرائی گئی، انہوں نے متواتر اور متوارث کہہ کر جان چھڑالی، لیکن ان کے خاص معتقدین تو بجز چند "صلحاء" اور "مردان قلندر" اب "صلوٰۃ دائمی" میں مشغول رہتے ہیں۔ چناں چہ "صلوٰۃ مؤقتہ" کی پابندی پہلے بھی ان پر نہ تھی، بعد کا سوال ہی کہاں۔ ویسے پرویز صاحب کا جذبۂ "خدمت قرآن" اور "دعوائے عشق و محبت رسول" نے مجھے ذہنی طور پر ان کے قریب کر دیا۔ پرویز صاحب جب بھی حضور علیہ السلام کے منصب جلیلہ اور پاک ترین زندگی کا تذکرہ کرتے،

ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں شروع ہو جاتیں۔ دلوں کا حال تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور فتویٰ حضرات علماء کرام کا کام ہے۔ میں اس بات سے ہمیشہ متاثر رہا لیکن ایک بات بڑی کھٹکی کہ اگر واقعی ان کا یہ حال ہے تو کیوں نہیں یہ حضور اقدس صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہ کے روضۂ اطہر کی زیارت کو جاتے۔ سنت رسول پر عامل کیوں نہیں ہوتے؟ ظاہری طور پر بھی حضور کی شکل و صورت سے کوسوں دور۔ یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟...... یہ ایسا معمہ ہے جسے عام انسانوں کو حل کرنے میں بڑی دقتیں پیش آتی ہیں، مجھے یہ باتیں لکھتے ہوئے سخت شرم محسوس ہو رہی ہے اور اپنے جی کے خلاف محض امتثالاً للامر چند سطور قلم بند کر رہا ہوں، لیکن برادر مکرم مولانا! میں پرویز صاحب کے لیے بالخصوص اور ان کے دیگر ہم نواؤں کے لیے بالعموم دل کی گہرائیوں سے جناب باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ رب العزۃ انہیں کتاب وسنت اور سلف صالحین کے مسلک پر گامزن فرمائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین

و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المومنین نوله ما تولی و نصله جهنم و ساء ت مصیرا

س: "اہل قرآن" اور پرویز صاحب میں کیا فرق ہے؟

ج: یہ سوال بہتر ہو کہ آپ کسی "اہل قرآن" یا محترم پرویز صاحب سے کریں۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ "قرآن مجید" کو بایں معنی کافی ووافی کہنے والے کہ اس میں ہر ہر جزئیہ موجود ہے، اور اس سے باہر جو کچھ بھی ہے وہ ماننے کے قابل نہیں۔ کوئی بھی اس دنیا میں موجود نہیں۔ محترم عبداللہ صاحب چکڑالوی، محترم محمد رمضان صاحب گوجرانوالوی، خواجہ احمد الدین صاحب امرتسری، محترم پرویز صاحب سب کے سب اپنی ضرورت کے لیے "غیر قرآنی شواہد" کا سہارا لیتے ہیں، ایک لغت وادب کا ذکر کرتا ہے تو دوسرا فطرت کے قوانین کی آڑ لیتا ہے اور کوئی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کو اس قابل بھی نہیں سمجھتا کہ اسے ان کے نام لیواؤں کے مجمع میں پڑھ دے، لیکن اس کے مقابلہ میں علامہ اقبال کے فلسفہ اور ان کے اشعار کی اس طرح اشاعت کرتا ہے گویا وہ غیر قرآن ہیں ہی نہیں۔

عدیم الفرصتی کے باعث آپ کے بقیہ سوالات کا جواب فی الحال دینے سے معذور ہوں۔ باقی ان شاء اللہ العزیز پھر کبھی زبانی یا تحریری جیسے آپ فرمائیں گے عرض کر دوں گا۔ امید

رکھتا ہوں کہ آپ میری مجبوری کے پیش نظر میرا عذر قبول فرمائیں گے۔ **والعذر عند کرام الناس مقبول**

ہاں ایک بات رہ گئی جو آپ کے سوالات میں سب سے آخری ہے لیکن میں اس کا جواب مجملاً یہاں عرض کیے دیتا ہوں کہ میرا عقیدہ وہی ہے اور اس بات کے دہرانے کی شاید ضرورت نہیں کہ حنفی العقیدہ سنّی ہوں اور بزرگان دین (ائمہ دین، فقہاء کرام اور اولیاء عظام) رحمہم اللہ تعالیٰ کا کم ترین خادم ہوں۔

احب الصلحین و لست منهم
لعل اللّٰه یرزقنی صلاحا

میں اپنے کرم فرما دوستوں اور شفیق علماء بالخصوص آپ اور مفتی محمد حسین صاحب نعیمی کا ممنون ہوں، جنھوں نے پچھلے تین سال سے مسلسل اور پیہم کوششیں جاری رکھیں، لیکن کہیں بھی اخلاق اور متانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آپ کا اور مفتی صاحب کا انداز تخاطب اور طرز شواہد میری ناقص رائے میں ایسا نہیں کہ کوئی بھی حق پرست اس کے سامنے کسی قسم کی رکاوٹ محسوس کر سکے۔

نیز صاحبزادہ مولانا محبوب الرحمٰن صاحب نقشبندی مدظلہ راول پنڈی والوں کا بھی بہت ممنون ہوں کہ ان کی قوت روحانیہ نے بھی میرے لیے بہت کام کیا۔ والسلام مع الاکرام

احقر الانام

حافظ ریاض احمد اشرفی عفا اللہ عنہ

۲۳؍اگست ۱۹۵۹ء

(سواد اعظم ۱۱؍ستمبر ۱۹۵۹ء)

☆

ضمیمہ الف:

دستور اسلامی اور جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کے سلسلہ میں
مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی جدوجہد

از

مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی جدوجہد

برادرانِ ملت! ۱۹۴۷ء کے قیامت خیز اور ہوش رُبا ہنگامہ پرور حالات و واقعات سے کون حساس مسلمان ناواقف ہوگا۔ ہر وہ شخص جو دردِ ملت رکھتا ہو کیسے بے خبر ہوسکتا ہے۔ یہ ملت مسلمہ کے لیے ایک ایسا استیلائے اَمراض تھا کہ اگر اس کے بروقت معالجہ کی طرف مکمل توجہ نہ کی جاتی اور مرض سے لا پروائی کی جاتی تو لازمی تھا کہ وہ مرض لا علاج ہو جاتا۔ اور ملت طاہرہ کا شیرازہ ایسا منتشر ہوتا کہ پھر کچھ بنائے نہ بنتا۔ لہٰذا ہر حساس مسلم کا فرض تھا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ اس کے ازالہ کی طرف متوجہ ہوتا۔ تو پھر وہ مامور طبقہ جس کو قدرت کاملہ نے ہر زخم پر مرہم رکھنے کا اہل بنایا یعنی علماء دین متین - وہ کیوں کر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے۔ انہیں دربارِ دُربارِ سرکار اَبد قرار خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے انبیاء بنی اسرائیل کی نیابت کا عہدہ سپرد ہوا، اور کاف انبیاء بنی اسرائیل تسوسھم (مشکوٰۃ ونسائی) میں ان کا سیاسی دستور العمل بھی متعین فرمادیا تو پھر وہ اگر ایسے نازک حالات میں اپنے خلوت کدۂ امن اور کنج خمولی سے خیر باد کہہ کر غفلت وجمود کی تاریکیوں میں سے آپ کو نہ نکالتے تو جس دن یوم تبلی السرائر کا منظر ہوگا اس دن وہ کیا جواب دیتے اور اس دربار عالی وقار میں جہاں علماء کو ماتقول فی حق ھذا الرجل کا مخاطب ٹھہرایا جاتا کیا منہ دکھاتے!!!

یہی ترہیب وترغیب ہماری بیداری کا سبب بنی اور چند دردِ دل رکھنے والے علماء وافاضل اُٹھے اور انہوں نے قیام پاکستان کے چھ ماہ بعد مارچ ۱۹۴۸ء میں بمقام ملتان مدرسہ انوار العلوم کے جلسہ میں آپ کی اس جمعیۃ کی بنیاد رکھی اور اس کی دعوت عام اور تنظیم خاص کا صور پھونکا۔ وہ روحیں جو عشق نبی امین اور محبت دین متین میں سرشار تھیں - اس آواز پر لبیک کہتی ہوئی دوڑیں اور تمام پاکستان میں قلیل سی مدت میں شاخیں قائم کر کے اس مرکزی تنظیم جمعیۃ العلماء پاکستان

کے تحت خدمت دین وملک میں سرگرم عمل ہوگئیں۔

اس تنظیم کے قائم ہونے کے فوراً بعد ہی جہاد کشمیر، دستوری مہم، تحریک تحفظ تاج ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اہم مسائل درپیش آتے چلے گئے۔ ہر ایک تحریک میں آپ کی اس مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان اور اس کی تمام شاخوں نے جو کارہائے نمایاں انجام دیے وہ سب پر عیاں ہیں۔ اگرچہ ان کی تفاصیل بھی جمعیۃ کی شائع شدہ رپورٹوں میں ملاحظہ فرماسکتے ہیں لیکن دستور پاکستان کی مہم ایسی تھی کہ یہ تمام تحریکوں پر فائق تھی اسی ایک مسئلہ میں نہ صرف ملت مسلمہ کی موت وحیات کا راز مضمر تھا بلکہ پاکستان کے وجود وبقا اور اس کے استحکام کی بنیاد پوشیدہ تھی۔

پس منظر:

غیر منقسم ہندوستان میں خالص اہل سنت و جماعت کی یہی ایک جماعت تھی جس نے ملت کو ہمیشہ دین متین اور مذہب حنیف کی طرف کامل ذوق وشوق کے ساتھ منسلک رکھا اور اس نے کبھی اغیار کے ساتھ اختلاط کو روا نہ رکھا اور نہ کبھی کسی وقتی بظاہر دل کش مسائل میں ان کے ساتھ ہم نوائی کی۔ خلافت کمیٹی کا عالم شباب ہوا جو ہندوؤں کی گود میں پرورش پاکر اُٹھی بالآخر وہ کانگریس میں مدغم ہوگئی۔ مسلم لیگ بھی ابتدا میں مخلوط نظریہ کی حامی اور کانگریس میں شامل تھی۔ رہی جمعیۃ العلماء ہند اور دیگر جماعتیں جو اسلام کا لیبل لگائے ہوئے تھیں ان کو تو مسلمانوں کی پشت پر چھرا مارنے کے مترادف کانگریس نے ہی جنم دیا تھا وہ بھلا اختلاط کو کیوں نہ چاہتیں۔ یہی (جمعیۃ العلماء پاکستان) وہ جماعت مبارکہ ہے جس نے ہمیشہ اپنے دامن کو سیاہ ترین داغ دھبوں سے محفوظ رکھا اور آج تک اسی کا دامن مصفّی اور ہر ایک غل وغش سے محفوظ رہا۔

جب مسلم لیگ کانگریس کی اسٹیج سے نقائص محسوس کرتے ہوئے مجتنب ہوئی اور اس نے اپنی علاحدہ تنظیم کی طرح ڈالی اور جداگانہ انتخاب کا نعرہ لگایا اور ملت مسلمہ کے لیے ۱۹۴۰ء میں پاکستان کی تحریک اٹھائی تو سب سے پہلے جس نے مسلم لیگ کی مخالفت کی وہ کانگریس تھی اور جو کانگریس کے حمایتی تھے انہوں نے بھی اس مخالفت میں کافی سے زیادہ حصہ لیا اور لیگ کی حمایت میں جو پیش پیش رہے وہ بحد شریعت اہل سنت و جماعت ہی کا طبقہ تھا اور مسلم لیگ میں شرکت کرنے والے بھی اسی طبقہ کے افراد تھے اور انہوں نے شجر مسلم لیگ کو ہر قسم کی بادِ صرصر اور ریح عقیم سے محفوظ رکھا اور اس کی حمایت میں ہر پہلو سے پیش پیش رہے اور مخالفین کے حملوں کے

دفاع میں نمایاں حصہ لیا۔ چناں چہ علماء بریلی سے لے کر علماء مرادآباد، علماء رام پور، علماء بدایوں، علماء فرنگی محل، علماء کان پور، علماء میرٹھ اور ملک کے مشائخ اور خانقاہیں سب پاکستان کی حمایت میں ہم آہنگ ہوئے اور پنجاب کے مشائخ وعلماء کو پاکستانی نظریہ کا حامی بنانے کے لیے حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان مدظلہ نے طوفانی دورے کیے اور چشتیاں شریف سے لے کر علی پور شریف، چورہ شریف، سیال شریف، چاچڑاں شریف، گولڑہ شریف، مٹھن شریف غرض یہ کہ سجادگان چشتیہ، قادریہ، نقش بندیہ، سب کو ہم نوا بنا کر حمایت پاکستان کے لیے کھڑا کیا اور تمام مشائخ عظام خصوصاً امیر ملت قبلہ عالم حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری قدس سرہٗ کی قیادت میں اس تحریک کو مستحکم اور مضبوط بنایا۔ حضرت قبلہ عالم مرحوم ومغفور کی قیادت میں حمایت پاکستان کے لیے لاہور میں ایک جلوس بھی مرتب ہوا جو تین میل عریض تھا اور پھر ہر شہر وقصبہ، ہر قریہ میں باوجود پیرانہ سالی کے اس خدمت کو ایک ملی خدمت اور ایک دینی استحیاء تصور فرما کر اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے جس وقت کہ رات کے بارہ بجے ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۲۷؍رمضان المبارک کو پاکستان کا اعلان نہ ہو گیا۔

جمعیۃ علماء ہند اور ان کے ہم نوا افراد نے گاندھی کے مشورہ سے پاکستان کے نظریہ کو مٹانے کے لیے ایک نہایت باریک چال اختیار کی جس کے ماتحت ''وطن'' اور ''ملت'' کا فرق دکھایا اور عامۃ المسلمین کو دھوکہ دیا کہ مقدم وطنیت ہے اور ملت اس کے بعد۔ چناں چہ بڑے بڑے شیخ الحدیث اور بڑے بڑے وہ علماء جو اپنے آپ کو ''مدنی'' یا ''مُدنی'' کہتے تھے گلی کوچوں میں آواز بلند کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور عامۃ الناس کو دھوکہ دیا اور کہا کہ مذہب وملت یہ چیزیں موخر ہیں۔ ان لوگوں کو چاہیے کہ پہلے وطنیت قائم کریں اور مردم شماری میں اپنے آپ کو ہندوستانی بتائیں۔ اس آواز کی شہرت جب قائداعظم تک پہنچی تو انہوں نے بے چینی کے ساتھ قوم کو مطلع کیا کہ خبردار اس دھوکہ میں زنہار نہ آنا۔ تم مردم شماری میں اپنے آپ کو مسلمان لکھانا اور ہندوستانی بتانے سے اجتناب کرنا۔ ادھر علامہ اقبال مرحوم جو اس وقت صاحب فراش تھے یہ اعلان سن کر جوش میں آئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ یہ دو دھاری چھری گاندھی ومدنی کی مسلمانوں کو کہیں ہلاک نہ کر دے تو بستر پر پڑے پڑے انہوں نے ایک رباعی لکھی جو کروڑوں کی تعداد میں چھپی اور لوگوں کے دلوں میں گھسی اور گاندھی فتنے کا شجر جڑ سے اُکھڑ گیا اور مسلمان

بیدار ہو گئے، وہ رباعی یہ تھی؛

عجم ہنوز نداند رُموز دیں ورنہ
ز دیوبند حسین احمد چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی است

یہ رباعی کیا تھی ایک تیر تھا۔ یہ اشعار کیا تھے دو دھارا چھرا تھا جس نے کانگریسی مہاسبھائی اور ان کے ہم نواؤں کی زبانیں کاٹ دیں، دلوں کو مجروح کر دیا اور مسلمان ہوش میں آ گیا اور جوش کے ساتھ ''اسلام زندہ باد'' کے نعرے لگانے لگا۔ کسی طرف سے ''پاکستان لے کے رہیں گے'' کی آوازیں اُٹھیں۔ اس کے بعد کانگریسی حامیوں نے پاکستان اور ہندوستان کے نظریہ پر کچھ اعتراضات اخبارات میں دیے اس پر حضرت علامہ ابوالحسنات قادری صدر مرکزی جمعیۃ العلمائے پاکستان نے روزنامہ اخبار ''شہباز'' میں پانچ قسطوں کے اندر مسلسل ایک مضمون دیا جس میں ان کے اعتراضات کی جڑی بوٹیاں بیخ برکندہ کر دیں اور پھر ڈیرہ غازی خاں سے لے کر ڈیرہ اسمٰعیل خاں، پشاور، سرحدی علاقوں میں دورے کیے اور پاکستان کے نظریہ کو قبول کرایا۔

مختصر یہ کہ پاکستان بن گیا اور ایسا بنا کہ آج مستحکم قلعہ کی صورت اختیار کر گیا اگرچہ اب بھی پٹاس کی گولیاں اور کنکریاں پھینکنے والے موجود ہیں۔ کوئی جمہوریہ اسلامیہ کے خلاف آواز اٹھا بیٹھتا ہے کوئی مخلوط انتخاب کے پردے میں ہندوستان کے مسلمانوں کی حمایت کا برقعہ اوڑھے ہوئے سامنے آ جاتا ہے مگر جس محمد علی کی مساعی جمیلہ سے پاکستان بن گیا اسی شان سے محمد علی ثالث وزیراعظم کی مساعی نے ان کے تمام سنگ ریزے ہباءً منثورا بنا دیے۔ اور آج بحمدہٖ تعالیٰ پاکستان کا نام ''جمہوریہ اسلامیہ'' ہو کر رہا اور ہر قانون کو کتاب وسنت کی روشنی میں مرتب کرنا جز ولاینفک ہو گیا، اگرچہ کسریٰ کی نسل پرویزی صورت میں آج بھی رو رہی ہے اور ہاتھ مل رہی ہے کہ یہ کیا ہو گیا مگر جو ہونا تھا ہو کر رہا۔

اسی سلسلہ میں جمعیۃ علماء ہند کے چند اجزا نے بھی جب یہ محسوس کیا کہ اس معاملہ میں تو علمائے بریلی وبدایوں، لکھنؤ، مرادآباد گوئے سبقت لے گئے تو انہوں نے بھی حمایت پاکستان کا چولا بدلا اور پاکستان میں آگھسے اور بہی خواہِ پاکستان بن کر ''مکالمۃ الصدرین'' چھاپ کر اپنے آپ کو سچا بہی خواہ دکھایا۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ یہ دوکشتیوں میں پاؤں رکھ کر چلنا کیا معنی رکھتا تھا۔ بہر حال حضرت صدر الافاضل استاذ العلماء مولانا الحاج حافظ مفتی سید محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی قدس سرہ العزیز اور حضرت فقیہ اعظم محدث صاحب کچھوچھوی مدظلہ العالی نے اس برقعہ کی نقاب چاک کرنے کے لیے بنارس میں ایک آل انڈیا سُنّی کانفرنس منعقد کی جس میں تقریباً بیرون جات سے پانچ ہزار مندوبین کی شرکت کے علاوہ اجلاس ہائے عامہ میں بلا مبالغہ سوا لاکھ سے زیادہ اجتماع ہوتا تھا۔ اس کانفرنس میں بہار، اڑیسہ، بنگال، آسام اور مضافات پنجاب وسرحد، سندھ، بلوچستان، سی پی، بمبئی، میسور اور ریاست ہائے ہند کے ڈیڑھ ہزار سے زائد تعداد میں صرف علماء ومشائخ کی تھی۔

یہ تمام واقعات اس اَمر کے آئینہ دار ہیں کہ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان اور اس کے ہم نوا تمام علماء ہر قسم کی غل وغش سے اپنا دامن صاف رکھتے آج تک چلے آرہے ہیں اور حمایت پاکستان کو اپنا فریضۂ ملی سمجھتے ہیں وہ نہ کتاب وسنت کے خلاف کچھ بول سکتے ہیں اور نہ مخلوط انتخاب کی حمایت کرسکتے ہیں۔

ہنگامۂ رست خیز:

پاکستان بن جانے کے بعد دستوریہ پاکستان میں یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ پاکستان کا دستور کیسا ہونا چاہیے؟ ظاہر بات تھی کہ دستور ویسا ہی ہونا چاہیے تھا جیسا کہ ہمارے مسلم لیگی رہنماؤں نے عموماً اور قائد اعظم نے خصوصاً قیام پاکستان کے وقت اور اس سے پہلے تحریک پاکستان کے دوران میں مسلمانانِ ہندوستان کے سامنے نہیں بل کہ تمام عالم اسلام اور تمام دنیا کے سامنے اعلان اور وعدہ کیا تھا کہ؛

''ہم مسلمان ہیں اکثریت کے لحاظ سے ہمارا دستور وآئین ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' میں اجمالاً اور قرآن وسنت میں تفصیلاً موجود ومدوّن ہے۔''

یہی وہ نظریہ تھا جس نے مطالبۂ پاکستان کو معقول ومدلل ہی نہیں بنایا بل کہ مخالفین پاکستان کو اپنے سامنے جھکنے پر مجبور کردیا تھا لیکن ہماری دستور ساز اسمبلی کے ارکان کی اکثریت جو مغرب زدہ ہی نہیں بل کہ انگریز کی آغوش تربیت میں پروان چڑھی تھی اس کی سمجھ میں مغربی زندگی کی چکا چوند نور نما ظلمت کے دیکھتے ہوئے کسی طرح یہ بات آہی نہیں سکتی تھی۔ بھلا قرآن اور اس کا قانون موجودہ زمانہ میں چلایا جائے کیوں کر ممکن ہے۔

وہ اس تخیل کو مجذوبوں کی بڑ سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے اور تمام مواعید ماضیہ کو داستان پارینہ، اساطیر الاولین اور اپنی دانش مندانہ عیاری قرار دینے پر مُصر تھے مگر تائید ایزدی شامل حال ہوئی۔ حضرت علامہ غازیٔ کشمیر مولانا ابوالحسنات قادری صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کراچی تشریف لے گئے۔ بار بار قائد ملت جناب لیاقت علی خاں مرحوم سے ملاقاتیں کیں، نشیب وفراز سمجھائے۔ چناں چہ قائد ملت مرحوم کو صدر موصوف (ابوالحسنات سید احمد قادری) سے اقرار کرنا پڑا کہ؛

''حضرت آپ جیسے بزرگ مخلص آئے ہیں آپ کی بات رد کرتے شرم محسوس ہوتی ہے ورنہ دوسروں کو میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ در پردہ کیا اغراض رکھتے ہیں اور ان کی کیا نیتیں ہیں اور ان کے ماضی کا کیا حال ہے۔''

بہر حال مخلصانہ مساعی وجدوجہد بار آور ہوئیں اور قرارداد مقاصد پاس ہوئی۔ قرارداد مقاصد پاس ہوجانے سے مسلمانانِ پاکستان ہی مطمئن نہ ہوئے بل کہ تمام عالم اسلام کو پاکستان میں اپنی اسلامی خوابوں کی تعبیر نظر آنے لگی اور انہوں نے بھی اُمیدیں اسی مملکت کے مستقبل سے وابستہ کردیں۔

پہلا دستور:

لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد ترقی یافتہ کہلانے والا قعر مذلت وتنزل میں پڑا ہوا گروہ بھی اپنی ناکامی کے احساس سے غافل نہ تھا۔ یہ لوگ بھی دراندازیوں میں مصروف رہے اور ایک ایسا دستوری خاکہ مرتب کرکے پیش کیا جو اسلامی ذہن وفکر رکھنے والی قوم کے لیے کسی حال میں قابل قبول نہ تھا اور تمام پاکستانی مسلم جماعتوں نے اسے متفقہ طور پر رد کردیا اور یہ اپنی موت خود ہی مر

کرفتا ہوگیا۔

دوسرا دستور:

دسمبر ۱۹۵۲ء میں دوبارہ ایک اور دستوری خاکہ (بی پی سی رپورٹ) خواجہ ناظم الدین صاحب کی وزارت عظمیٰ کے عہد میں پیش ہوا جو بظاہر اسلامی تھا۔ جنوری ۱۹۵۳ء میں کراچی میں پاکستان کے مختلف مکاتب فکر کے ۳۳ علماء کی مجلس مشاورت منعقد ہوئی جس میں صدر معظم (ابوالحسنات سید احمد قادری) دامت برکاتہم نے بھی بنفس نفیس شمولیت فرمائی۔ متفقہ طور پر غیر اسلامی شقوں اور دفعات کی اصلاح کے لیے ترامیم پیش کی گئیں جن میں صدر گرامی کی رائے عالی زیادہ اثر انداز تھی۔ چند اُمور ایسے تھے جن پر سب کا اتفاق نہ ہو سکا اس پر صدر معظم مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان نے مع حضرت مولانا عبدالحامد صاحب بدایونی سابق صدر شعبۂ سندھ و کراچی اختلافی نوٹ لکھا۔

ڈکٹیٹر شپ:

ان ترامیم پر دستور یہ کوئی قدم تو نہ اُٹھانے پائی تھی لیکن ان سے متاثر ہو کر آئین کی تدوین و تکمیل جاری تھی اور دسمبر ۱۹۵۴ء میں آئین ہذا کے نافذ العمل ہونے کا اعلان ہونے والا تھا کہ گورنر جنرل پاکستان نے اکتوبر ۱۹۵۴ء میں دستور یہ پر ہی ہاتھ صاف کر دیا؛

اُڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہو گئے

گورنر جنرل کے اس اُقدام پر کیا کچھ شور مچا۔ معزول شدہ دستور یہ کے ارکان نے دعاوی کیے سندھ چیف کورٹ نے گورنر جنرل کے اس اُقدام کو ناجائز و خلاف قانون قرار دیا پھر فیڈرل کورٹ نے سندھ کے فیصلہ کو کالعدم قرار دیتے ہوئے گورنر جنرل کے ہاتھ کو مضبوط سے مضبوط تر کر دیا یہ سب باتیں اظہر من الشّمس ہیں۔

جدید دستور یہ:

اس صورت حال نے بالکل مایوسی کی لہر دوڑا دی تھی اور اندیشہ محسوس ہونے لگا تھا کہ خدانخواستہ یہ ڈکٹیٹر شپ کہیں دائمی قائم نہ ہو جائے مگر ملک کی پکار نے اس وقت نامسعود کو جلد ہی ختم کر دیا اور جدید دستور ساز اسمبلی منتخب ہو کر عالم وجود میں آ گئی اور اس نے کام شروع کر

دیا۔ لیکن حالات اس اَمر کی غمازی کر رہے تھے کہ یہ دستور بی پی سی رپورٹ تو کیا قرارداد مقاصد کو بھی فنا کے گھاٹ اُتارنے کی کوشش میں ہے۔ چناں چہ اس سلسلہ میں طرح طرح کی افواہیں برسر عام پھیلیں اور ہم سب حیرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے، عجیب مخمصہ میں مبتلا تھے۔ اگر خدانخواستہ پاکستان کے دستور میں ایک شوشہ بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ترتیب دے کر قوم پر ٹھونسا گیا تو یہ اتنا بڑا تشدد ہوگا کہ تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر رہے گی اور قوم اس ظلم عظیم کو اپنے حواس بجا رکھتے ہوئے کسی حال میں بھی برداشت نہیں کر سکے گی۔

دستوری مہم:

ان خیالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان نے اس مسئلہ کے حل کرنے کے لیے اپنی تمام کوششیں وقف کر دیں اور برابر جدوجہد جاری رکھی اور ہر اس مخالف آواز کو جس نے سیکولر اسٹیٹ یا لادینی دستور کی آواز اٹھانے کی مذموم کوشش کی دندان شکن جواب دیتی رہی۔ جیسا کہ سابق وزیر قانون کمار دتہ سے لے کر مسٹر سہروردی صاحب تک اوچھے ہتھیار لیے نعرہ زن ہوئے حتی کہ مسٹر سہروردی صاحب نے ۱۹۵۵ء میں جدید دستور ساز اسمبلی کے وقوع کے بعد اپنا وہی پرانا نعرہ پھر بلند فرمایا (جیسا کہ بی پی سی رپورٹ کے نافذ ہونے کے وقت اسلامی دفعات سے چیں بجبیں ہو کر نعرہ لگایا تھا) کہ دستور یہ کو توڑ دو اور ایکٹ ۱۹۳۵ء کو بحال و برقرار رکھو۔

جہاں تک ہمارے فرائض کا تعلق تھا ہم برابر فرض منصبی کی ادائیگی میں کسی حال میں غافل نہ رہے اور مسلمانوں میں برابر تلقین و ترغیب کرتے رہے اور اپنی بساط کے مطابق تحریک دستور اسلامی کو پوری قوت کے ساتھ جاری رکھتے رہے۔

اچانک ماہ نومبر ۱۹۵۵ء میں اس قسم کی آوازیں پورے زور شور کے ساتھ آنے لگیں کہ

۱۔ پاکستان کا دستور ''جمہوریہ اسلامی'' بنانے کی بجائے صرف جمہوریہ پاکستان بنایا جائے اور

۲۔ کہ رئیس مملکت غیر مسلم بھی ہو سکتا ہے وغیرہ

چناں چہ ۱۱ر نومبر ۱۹۵۵ء کو مرکزی مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا گیا اور دستور پاکستان کے متعلق آمدہ خبروں پر پورے طور پر غور و خوض کیا گیا اور طے پایا کہ اب نہایت ضروری ہو گیا ہے

کہ پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کو چلایا جائے اور حکومت کو مجبور کیا جائے کہ دستور اسلامی کے سوا کوئی اور قسم کا دستور ٹھونسنے کی سعی بے حاصل نہ کرے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ آل پاکستان جمعیۃ العلماء کانفرنس بلائی جائے۔ اگرچہ پانچ مہینہ پیشتر جمعیۃ کی تنظیمی ضرورت کے ماتحت کانفرنس طلب کرنے کی تجویز منظور ہو چکی تھی مگر اس صورت حال میں التوا معتذر ہے فوری طلب کرنا ناگزیر ہے لہٰذا اس اجلاس میں ۱۰، ۱۱، ۱۲ر دسمبر ۱۹۵۵ء کانفرنس کے انعقاد کی تاریخیں بھی مقرر کردیں۔

غرض کہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ر دسمبر کو آل پاکستان جمعیۃ العلماء سُنّی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے ۱۱ اجلاسوں میں دستور پر تجاویز و تقاریر ہوئیں۔ وزراء و حکام کو مدعو کیا گیا۔ وزیراعظم چودھری محمد علی صاحب اور عالی جناب سردار عبدالحمید صاحب دستی وزیر تعلیم وصحت مغربی پاکستان کو خاص طور پر مدعو کیا۔ اول الذکر اپنی گوناگوں مصروفیتوں کے باعث شریک نہ ہوسکے مگر موخر الذکر نے کانفرنس کے ایک جلسہ کی صدارت کی اور آخر میں دستور پر تقریر کی جو کانفرنس کی رپورٹ میں چھپ چکی ہے اور اخبارات میں بھی شائع ہو چکی ہے۔

اس کانفرنس میں خاص طور پر دستور پر دو مقالے ایک حضرت مولانا احمد سعید صاحب کاظمی (ناظم اعلیٰ) اور دوسرا حضرت مولانا ترنم صاحب کا طبع کرا کر پڑھا گیا جس کو تمام اراکین دستور یہ وغیرہ کو بھی بھیجا گیا۔

۲۱ر دسمبر کو عزت مآب وزیراعظم پاکستان لاہور تشریف فرما ہوئے۔ حضرت صدر معظم نے فوراً ملاقات کا وقت لیا چناں چہ بعد مغرب صدر معظم کی قیادت میں مولانا غلام محمد ترنم، مولانا حکیم خلیل احمد (قادری)، عالی جناب میاں غلام قادر صاحب سرپرست مرکزی جمعیۃ اور غلام معین الدین نعیمی پر مشتمل ایک وفد دستور کے سلسلہ میں ملا۔ وزیراعظم کی خدمت میں جمعیۃ کا نظریہ پیش کیا۔ چالیس منٹ تک مفصل گفتگو ہوئی وزیراعظم نے اطمینان دلایا۔

۲۵ر دسمبر ۱۹۵۵ء کو دستور کے سلسلہ میں قائداعظم کے یوم ولادت کے موقع پر جمعیۃ نے مسجد وزیر خاں میں ایک عام جلسہ زیر صدارت عالی جناب میاں غلام قادر صاحب سرپرست مرکزی جمعیۃ العلمائے پاکستان منعقد کیا جس میں مستقل ایک کتابچہ کی شکل میں اسلامی دستور کا خاکہ مع ضروری تشریحات ضبط تحریر میں لا کر پاس کرایا اور اس کو شائع کر کے وزیراعظم، گورنر

جنرل، وزیر قانون کو بذریعہ رجسٹری بھیجا اور اخبارات میں شائع کرایا۔

۲۳ر دسمبر ۱۹۵۵ء سے ۹ر جنوری ۱۹۵۶ء تک سارے پاکستان کے اہم مقامات پر حسب ذیل شکل کا بیج تقریباً ساٹھ لاکھ کی تعداد میں سبز و سرخ رنگ کے طبع کرا کر لگوائے اور تقریباً پچیس ہزار تار و خطوط اور قرار دادیں ہماری شاخوں اور اراکین نے حکومت کو بھیجیں۔



دستور اسلامی:

بحمد اللہ وہ وقت سعید آیا کہ حکومت نے اعلان کیا کہ ۹ر جنوری ۱۹۵۶ء کو دستور ساز اسمبلی میں وزیراعظم اور وزیر قانون دستور پاکستان کو پیش کریں گے چوں کہ دستوری خاکہ ابھی تک صیغۂ راز میں تھا اور ہم کوئی فیصلہ نہیں کر پائے کہ کس قسم کا دستور منصۂ شہود میں آئے گا۔ افواہیں تو عجیب عجیب قسم کی اُڑ رہی تھیں ہم بے چینی سے گھڑیاں گنتے رہے۔

بالآخر ۸ر جنوری ۱۹۵۶ء کو ریڈیو پاکستان نے دستور کی چند مقتبس عبارتیں اور اہم دفعات سنائیں۔ ہمیں اس سے ایک گونہ مسرت حاصل ہوئی اگرچہ حتمی فیصلہ کرنے کے مجاز تو ابھی نہیں تھے کیوں کہ پورا خاکہ ہماری نظر میں نہ تھا لیکن جتنا کہ ریڈیو سے سنا تھا اس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ کم از کم ۷۵ فیصدی یہ دستور اسلامی حیثیت کا ہوگا، لہٰذا اسی وقت حضرت صدر معظم دامت برکاتہم نے مبارک بادی کا تار وزیراعظم کی خدمت میں بھیجا۔ دوسرے روز اخبارات میں دستوری رپورٹ آئی چناں چہ مرکزی جمعیۃ نے ایک سب کمیٹی مرتب کر کے دستور پر ترمیمات و اصلاحات اور سفارشات کا کام سپرد کیا۔ اس سب کمیٹی نے ۹ر جنوری سے ۱۸ر جنوری ۱۹۵۶ء تک مسلسل ساڑھے بارہ بجے دوپہر سے ۸ر بجے شب تک ۱۰ر اجلاس میں کامل غور و خوض کرنے کے بعد اپنی سفارشات صدر معظم (ابوالحسنات سید احمد قادری) مدظلہ کی خدمت میں

پیش کردیں۔

عالی جناب میاں غلام قادر صاحب نے تجویز پیش کی کہ یہ ترمیمات چھاپ کر تمام اراکین دستور یہ کو بھیجی جائیں۔ میاں صاحب کی یہ تجویز منظور کی گئی اور سارے ملک میں اس کی اشاعت عام ہوئی۔

سب کمیٹی میں جس محنت و مشقت کا مظاہرہ عالی جناب میاں غلام قادر صاحب سرپرست جمعیۃ مرکزیہ اور جناب سید امیر الدین صاحب قدوائی ایڈووکیٹ نے کیا ہے۔ لائق تبریک وتحسین ہے۔

غرض کہ ۲۱ر جنوری کو تمام اراکین دستور یہ اور حکام مملکت کی خدمت میں وہ ترمیمات بھیج دی گئیں جس کو اسلام پسند تمام طبقہ نے نہ صرف پسند کیا بل کہ جزوی ترمیم و اضافہ کے ساتھ سب نے دستخط کر کے پنج دینی جماعتوں کے نام سے موسوم ہو کر شائع ہوا۔

آپ کی مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان نے دستور کے ہر مرحلہ پر بروقت نہایت بیداری کا ثبوت دیا اور ہر ایسی تجویز پر عمل کیا جو دستور اسلامی کے حق میں مفید و موثر ہو اور ہر اس آواز کی پُر زور مذمت و مخالفت کی جو کسی نہ کسی طرح دستور اسلامی پر اثر انداز ہو سکے۔

مسٹر سہروردی کی اسلام بیزاری:

چناں چہ اس سلسلہ میں جب کہ دستور کی دوسری خواندگی دستور یہ میں ہو رہی تھی۔ مسٹر سہروردی نے ۳۱ر جنوری کو دستور یہ میں ایک ایسی تقریر کی جس پر ہمیں سخت حیرت ہوئی کہ ایک مسلمان کا دماغ بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ مسلمان کہلاتے ہوئے قرآن کے حتمی و قطعی احکام کی نہ صرف مخالفت پر کمر بستہ ہو بل کہ نشانۂ تمسخر و استہزاء بنائے۔ اگر غیر مسلم اپنے عناد میں ایسا کرے تو خیر اگر چہ اس کو بھی یہ حق نہیں کہ اسلام پر ایسے انداز میں مخالفت ایک نظریہ کی مخالفت کی حد تک تھی اگر چہ اسلام اس کو بھی گوارہ نہیں کرتا اور شریعت اسلامیہ اس کی صاف اور غیر مبہم الفاظ میں تردید کر رہی تھی مگر اسلام کے بنیادی احکام کے ساتھ تمسخر و استہزاء اور مُلّا اِزم کی پھبتی کے ساتھ دستور یہ اور عوام کو مرعوب کرنے کی مذموم کوشش کسی طرح گوارہ نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا ۲۱ر فروری کی مرکزی ایوان خاص (مجلس عاملہ) نے حسب ذیل قرارداد مذمت پاس کر کے اخبارات و حکام مملکت کے نام بذریعہ تار بھیجی۔

''مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی مجلس عاملہ کا یہ ہنگامی اجلاس مسٹر سہروردی کے ان منافی اسلام خیالات کی پُر زور مذمت کرتا ہے جس کا اظہار مجلس دستور ساز میں اپنی تقریر مورخہ یکم فروری میں کیا۔ ہم ان کی اس ملت آزار تصریحات کے خلاف سخت صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔''

اس قرارداد کے شائع ہونے کے بعد اخبارات سے معلوم ہوا کہ مسٹر سہروردی صاحب نے عذر لنگ کرتے ہوئے معافی مانگی ہے اور کہا ہے کہ اس روز مجھے بخار تھا اور میری تقریر رپورٹر نے غلط لکھی وغیرہ۔ تعجب ہے مسٹر سہروردی کا بخار اسلام کے خلاف ہی نکلنے کو تھا۔ اپنے مذموم خیالات و نظریات کے خلاف بخار کیوں نہ اُترا۔ ماسوا اس کے اگر واقعۃً ان سے اس روز غلطی ہو گئی تھی اور جان بُوجھ کر یہ کچھ نہ کیا گیا تھا اور رپورٹر نے ان کی تقریر کو غلط رپورٹ کی تھی تو آئندہ کے طرز عمل کا کیا جواب ہے جب کہ دستور یہ نے مملکت کے ساتھ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' پر ووٹنگ کی تھی اور جناب والا نے پوری شدت کے ساتھ لفظ ''اسلامی'' کی مخالفت کی تھی۔ پھر اسی پر اکتفا نہیں کیا آپ نے مع رفقا و احباب کے مجلس سے واک آؤٹ کیا تھا۔ کیا اس وقت بھی بخار میں مبتلا تھے۔ بخار کی حالت میں لفظ ''اسلامی'' ڈنگ مار رہا تھا اور بحران پیدا کر رہا تھا۔ پھر آخر میں جب دستور پر دستخط کا وقت آیا، آپ نے اور آپ کے بارہ ساتھیوں نے اس پر دستخط نہ کیے۔ اس وقت کیا حالت تھی!!!

کیا ہم ان شواہد کی روشنی میں یہ کہنے میں حق بجانب نہ ہوں گے کہ حضرت آپ کو اسلام کے احکام سے ہی ضد اور کد نہیں ہے بل کہ اسلامی لیبل سے بھی عناد ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو سرکار والا پھر خواہ مخواہ اسلامی طبقہ و ملت کے ساتھ منسلک رہ کر کیوں اپنی ہستی داغ دار فرما رہے ہیں۔ آپ کو ویسا ہی ہو جانا چاہیے جن کی مرضی و اشارہ پر آپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ ہم آپ کو مجبور نہیں کرتے اگر آپ کا دل اسلام سے مطمئن نہیں اور خواہش کسی اور طرف ہے تو آپ شوق سے اپنا وہی موقف اختیار کریں جو آپ کا پسندیدہ و مرغوب ہے مگر برائے خدا اسلام پر تو رحم فرمائیں۔ اسلام موم کی ناک نہیں ہے جس طرف چاہے موڑ دیا جائے اور اپنے مذعومات کے ماتحت اسلام کو توڑ مروڑ کر موافق بنانے کی سعی کی جائے۔ ایسے اشخاص کا مقام کم از کم حدود اسلام میں تو نہیں باہر ہو سکتا ہے۔

اسی اثنا میں مسٹر سہروردی کا گزر لاہور میں ہوا، ان کی جماعت نے برکت علی محمڈن ہال میں ایک جلسہ رکھا۔ مسٹر سہروردی صاحب نے وہاں ایک زہر آلود تقریر کی۔ طبقۂ علماء اور اسلام پسند عناصر کے خلاف جی کھول کر دل کا بخار نکالا اور مخلوط انتخاب کی مخالفت کرنے والوں کو مذہبی مجنون سے خطاب کیا جس پر ہمارے صدر معظم (ابوالحسنات سید احمد قادری) دامت برکاتہم نے فی الفور اخبارات کو ایک بیان دیا جس نے تمام غلط فہمی رَفع کر دی۔

اس کے بعد غلام معین الدین نائب ناظم اعلیٰ نے حسب ذیل بیان دیا:

مسٹر سہروردی کا اسلام اور مخلوط انتخاب کا جنون- لاہور۔ ۲۵ر فروری: آج سہروردی صاحب کا اعلان پڑھ کر تعجب ہوا کہ آخر وہ کون سا اسلام ہے جس پر ان کا ایمان ہے اور کون سے اسلامی اُصول ہیں جن کو اپنانا قابل فخر سمجھتے ہیں۔ کیا اسلامی اُصول میں **و ما یستوی الاعمیٰ والبصیر ......و لا الظلمت ولا النور ...... و لا الظل و لا الحرور** نہیں آیا۔ اور کیا یہ مسلم غیر مسلم امتیاز کے لیے قرآن کریم نے نہیں فرمایا؟ کیا نظریہ پاکستان دوقومی نظریہ کے ماتحت نہیں قائم ہوا تھا؟

کیا علماء نے پاکستان کو مخلوط نظریہ کے ماتحت منظور کیا تھا؟

کیا علماء نے قائد اعظم کی آواز پر اسی لیے لبیک کہا تھا کہ وہ ہندو مسلم نظریہ میں متحدہ کر مخلوط انتخاب میں شریک ہو کر پاکستان کو اپنا رہے ہیں؟

سہروردی صاحب کو اپنے الفاظ پر غور کرنا چاہیے، غلط بات کہہ کر عوام کی آنکھوں میں دُھول جھونکنا زیبا نہیں وہ ایک سمجھ دار پڑھے لکھے لیڈر ہیں۔ کیا اسی دن کے لیے ہائی کورٹ میں پوری فیس لے کر دو تین روز انکوائری کے اجلاس میں خاموش بیٹھ کر تشریف لے گئے تھے کہ آج ایسی غیر اسلامی بات کہنے پر ان کا اسلام صحیح مان لیا جائے۔ سہروردی صاحب کو سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمان اب وہ مسلمان نہیں رہا ہے جو ہر جا بے جا آواز پر لبیک کہہ دے۔ اب بفضلہ تعالیٰ پاکستان کا مسلمان اپنے بُرے بھلے کی تمیز کر سکتا ہے۔ وہ کسی طرح کسی لیڈر کی آواز پر مخلوط انتخاب کا حامی نہیں ہو سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ قرآن کریم نے **اعبدوا اللّٰہ واتقوہ** فرما کر زبان ابراہیم علیہ

السلام سے **انما تعبدون من دون اللّٰہ اوثانا و تخلقون افکا** فرمایا ہے اور مسلمانوں کو **واعبدوہ واشکروا لہ** ارشاد ہے اور مشرکین کو **و ان تکذبوا فقد کذب امم من قبلکم** فرمایا گیا۔ کیا ان کی روشنی میں واضح دلائل نہیں کہ مشرک مشرک ہے اور مسلمان مسلمان۔ یہ کسی انتخاب میں کسی پہلو میں کسی صورت میں ایک نہیں ہو سکتے۔ مجھے یقین ہے کہ سہروردی صاحب احساس اسلام فرماتے ہوئے اس نظریہ کی تائید سے دست بردار ہوں گے یا اس تائید کے پس پردہ جو مصالح ہیں انہیں شرعی روشنی میں پبلک کے آگے رکھیں گے۔"

قصہ مختصر آپ کی جمعیۃ ایسے تمام خارزار سے گزرتی ہوئی ملک وملت کی صحیح رہبری کرتی ہوئی۔ شاہراہِ عمل پر تیز گامی کے ساتھ مصروف عمل رہی۔ اُمید وبیم کی حالت میں دستوری راہ کو دیکھتی رہی جہاں غلطی محسوس ہوئی بتاتی رہی مگر ہمیں اس کا قلق ہے کہ دستوریہ نے ہماری ترمیمات و اصلاحات اور گزارشات کو مکمل طریقہ سے درخور اعتنا نہ سمجھا کہیں کہیں جزوی ترمیمات کو قبول کیا اور اکثر کو ردی کی ٹوکری کی نذر کیا۔ غرض کہ جو کچھ بھی ہوا جیسا کچھ بھی ہوا جتنا بھی ہوا، وہ اس قابل نہ تھا کہ ہم اس کو سرے سے مسترد کر کے ملک وملت کو نئی امتحان گاہ میں لا کھڑا کرتے۔ ہم نے اسی کو غنیمت جانا اور آئندہ کی اصلاح کی اُمید پر کچھ نہ ہونے سے اسی کچھ کو قابل قبول قرار دیا۔

دستور اسلامی کا نفاذ:

۲۹ر فروری کی رات کے گیارہ بج کر ۵۹ منٹ پر دستوریہ نے نعرۂ تکبیر کے ساتھ اس دستور کو پاس کر لیا اور یکم مارچ کو گورنر جنرل کے قانونی دستخط بھی ثبت ہو گئے اور اعلان کر دیا گیا کہ ۲۳ر مارچ ۱۹۵۶ء کو یوم جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کا جشن مناتے ہوئے اس دستور کو نافذ کر دیا جائے گا۔

اس فرحت انگیز مسرت افزا اعلان سے ہمارے جسم نیم جاں میں ایک تازگی اور زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ مرکزی جمعیۃ العلمائے پاکستان نے فوراً فیصلہ کیا کہ ۲۳ر مارچ کو ہماری تمام شاخیں نہایت شان وشوکت کے ساتھ یوم جمہوریہ کا جشن منائیں۔ چناں چہ ریڈیو پاکستان اور

اخبارات میں اس کا اعلان کرا دیا گیا اور ۲۳ رمارچ ہی کو لاہور میں مرکز کی جانب سے ایک جلسہ منعقد کرنے کا فیصلہ کیا گیا چناں چہ ایک شان دار پوسٹر شائع کیا گیا اور پاکستان میں تمام شاخوں کو سرکلر (Circular) کے ذریعہ اس کی اطلاع کر دی گئی۔

۲۱ رمارچ کو صدر معظم حضرت علامہ ابوالحسنات قادری دامت برکاتہم نے دستور پر حسب ذیل بیان دیا:

''**جمہوریہ اسلامیہ پاکستان**- دستور کے متعلق مَیں یہ سُقم ضرور محسوس کرتا ہوں کہ من کل الوجوہ وہ اسلامی نہیں مگر مسترد کرنے کے قابل بھی نہیں۔ ہم قائد اعظم اور شہید ملت کی رُوح کو ایصال ثواب کرتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی غلط کاریاں معاف فرمائے اور انہیں اس خدمت ملی کے طفیل بخش دے جس کی بنیاد نے آج آٹھ سال کے بعد دستور پاکستان کی صورت دکھائی اور ماحول کی صداؤں سے جتنی مایوسی تھی، اُتنی اُمید افزا صورت نظر آئی۔ اگر چہ دستور وہ دستور تو نہیں جس کو خالص اسلامی کہا جاسکے مگر اس میں وزیر اعظم چوہدری محمد علی صاحب کا وجود قابل تحسین ہے کہ ان کی مساعی جمیلہ کے ماتحت دستور کچھ اسلامی خدوخال میں نظر آ گیا۔

جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کا نام یہ جتنا بعض افراد کو ناگوار تھا آج جذبات مسلمین کے ماتحت اتنا ہی خوش گوار ہو گیا۔

جمعیۃ نے نہایت سیدھا سادہ مطالبہ کیا تھا کہ دستور کا قانون بہ اعتبار اکثریت کے فقہ حنفی پر رکھا جائے اور جو مکتب خیال غیر حنفی ہیں وہ اپنے فرقہ اور مذہب کے مطابق فیصلہ حاصل کر سکیں گے مگر یہ آواز بھی ہمارے بعض ارکان دستور یہ کو پسند نہ آئی تاہم غنیمت ہے کہ قرار داد مقاصد کی روشنی میں قانون کتاب وسنت کے ماتحت بنا پاس ہو گیا۔

ہمیں اس کی بھی اُمید نہ تھی مگر الحمد للہ پاس ہوا، اور نہایت شان کے ساتھ منظر عام پر آیا۔ رہا انتخاب کا مسئلہ اس کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جو مخلوط انتخاب کے حامی ہیں ان کی خدمت میں اتنا عرض کروں گا کہ وہ نظریہ

پاکستان کے حامی تھے یا نہیں اور نظریۂ پاکستان کی حمایت کیا مخلوط انتخاب کی راہ دیتی ہے۔ اگر وہ غیر مبہم الفاظ میں یہ کہہ دیں کہ ہم سرے سے پاکستان کے حامی نہیں تھے اور نہ اب ہیں تو ہمیں ان کے مطالبۂ مخلوط انتخاب پر کوئی شکوہ نہ ہوگا اور اگر وہ پاکستان کے وجود کے حامی ہیں تو ہمیں ان سے یہ سوال کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے کہ آپ کے نظریہ میں اگر مخلوط انتخاب ہے تو کیا قائد اعظم اور شہید ملت نے بھی اسی نظریہ کے ماتحت پاکستان کی حمایت کی تھی۔ دو اسٹیٹ ایک ہندو۔ ایک مسلم کا نظریہ خود اس اَمر کا آئینہ دار ہے کہ قائد اعظم اور شہید ملت مخلوط انتخاب کو زہریلا سمجھتے ہوئے پاکستان اور بھارت کو علاحدہ علاحدہ چاہتے تھے اور اگر وہ ایسا نہیں چاہتے تھے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قوم کو دھوکہ دے رہے تھے مخلوط انتخاب تو برطانیہ کے دَور میں بدستور تھا۔ اس سے اپنے کو علاحدہ رکھنے کے لیے ہی پاکستان کا نظریہ ظاہر ہوا۔

میں اپنی رائے کے ماتحت اپنے ان ممبروں کو مشورہ دوں گا کہ وہ خدارا قوم پر رحم کریں اور بنے بنائے پاکستان کو مخلوط کر کے پھر ''بھارت ستاں'' نہ بنائیں۔ اور **مایستوی الاعمیٰ والبصیر ...... ولا الظل ولا الحرور** کے خلاف نہ جائیں اور **لا تتخذوا الکافرین اولیاء من دون المومنین** کی مخالفت کر کے **و من یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شئی** کا مقابلہ نہ کریں۔ اسلام اول سے ہی مخلوط انتخاب کا مخالف رہا اور اسی مخالفت کی بنا پر جہاد فرض ہوا۔ اسی مخالفت کی بنا پر مکہ سے حبشہ اور مدینہ کی ہجرت ہوئی۔ اسی مخلوط نظریہ کے خلاف اسلام نے فرمایا: **ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ و جادلھم بالتی ھی احسن** اور **انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامھم ھذا** حکم آیا اور نہ اسلامی اسمبلی حربہ تھا۔ اس میں مشرک اور مومن اگر رہ سکتے تو مخلوط صورت میں جہاد کا اختیار ہی نہ ہوتا مگر چوں کہ مسلمان کو ایک مسلم اسٹیٹ اور مسلم اسمبلی قائم کرنی تھی اس لیے **فلا یقربوا المسجد الحرام** حکم دیا گیا اور آج

تک حدودِ حرم میں مشرک یہودی عیسائی نصرانی صابی کا داخلہ ممنوع ہے۔ ہم تو اس پر بھی عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پاکستان میں کفرستان کا باشندہ کیوں رہے اس کو ہندوستان کیا کافی نہیں۔

بہرحال اسلام میں مخلوط انتخاب، مخلوط رہائش، مخلوط نماز، مخلوط عبادت اور مخلوط احکام اور مخلوط قانون کوئی بھی جائز نہیں۔ پھر مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ غیر مسلم ممبر کے ہاتھ میں اسلام کیوں کر گوارہ کرسکتا ہے۔ ہونا تو وہی ہے جو حکومت اور افراد حکومت چاہیں گے لیکن ہمیں اپنی آواز پہنچانے پر اپنا احتجاج پیش کرنے پر کوئی قانون مانع نہیں۔ لہذا ہم یہی کہیں گے کہ؛

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

آخر میں بارگاہِ تعالیٰ میں دست بہ دعا ہوں کہ جہاں اس نے اپنی قوت کاملہ سے پاکستان عطا فرمایا وہاں خفیہ دشمنوں کی دست بُرد سے اسے محفوظ رکھے اور اسلامی روشنی میں شجرۂ اسلام کے سایہ میں پاکستان اور پاکستانیوں کو پھلنے پُھولنے کی توفیق رفیق فرمائے۔

میں کوئی سیاسی نظریات کا انسان نہیں ایک مذہبی فرد ہوں اپنے حسیات مذہب کے ماتحت اپنے جذبات پیش کر رہا ہوں۔ باقی حکومت اور اربابِ حکومت سمجھ سکتے ہیں میں تو یہی دعا کروں گا کہ معطی حقیقی ہمیں اور پاکستان کو دشمن کے ہر حملے اور ہر کیادی سے محفوظ ومصئون رکھے۔ بحرمۃ النبی الامین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم یا رب العالمین۔"

یومِ جمہوریہ اسلامیہ پاکستان:

خدا کا ہزار شکر ہے کہ وہ مبارک دن آیا اور اسلامی دستور کے نفاذ کا مژدہ لایا۔ ۲۳/ مارچ ۱۹۵۶ء تاریخ عالم میں ایک یادگار دن ہے اس دن کا سورج عجب رنگ میں طلوع ہوا۔ لوگوں کے چہرے فرحت وانبساط میں چمک رہے تھے یہ دن عید کے دن سے فزوں تھا لوگوں کے انبوہ

کے انبوہ مسرت وشادمانی کے شادیانے بجا رہے تھے۔ یہ مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان کی اَن تھک مساعی جمیلہ کی کامیابی وکامرانی کا دن تھا۔ چوک اکبری دروازہ لاہور مقابل دفتر مرکزی اس کا جلسہ تھا۔ اراکین نے دلی خوشی ومسرت کے ساتھ جلسہ کا انتظام شروع کیا۔ ٹھیک ۹ ربجے جلسہ کی ابتدائی کارروائی کا آغاز ہوا اور دس بجے جلسہ کا باقاعدہ اجلاس زیرِ صدارت عالی جناب میاں غلام قادر صاحب سرپرست مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان شروع ہوگیا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد سب سے پہلے صدر جلسہ نے ایک اہم جامع مانع تقریر فرمائی اور جلسہ کے انعقاد کی غرض و غایت بتائی۔ آپ کے بعد حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات قادری صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان نے دستور جمہوریہ اسلامیہ پاکستان پر مفصل تقریر فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں آج آپ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آٹھ سال کے بعد آج رات بارہ بجے آپ مکمل آزاد ہوگئے اور یہ آزادی اس آزادی سے کہیں زیادہ اہم ہے جو پاکستان بننے سے آپ کو حاصل ہوئی تھی۔ اس ساعت اور اس گھڑی کے انتظار میں کتنی غیر معمولی تعویق وتاخیر ہوئی کہ ہمارے آپ کے اوپر مایوسی میں یہ مصرع صادق آتا تھا۔

مریض مذہب سسک رہا ہے
اَجل سرہانے ٹہل رہی ہے

لیکن الحمدللہ ہمیں عین مایوسی میں آپ کے وزیراعظم کی ہمتوں نے دستور کی صورت دکھائی اور ایسی دکھائی کہ مخالفوں کی آوازیں درخوراعتنا نہ رہیں۔ آپ کے بھیجے ہوئے نمائندے جو مسلمان کہلاتے تھے انہوں نے "جمہوریہ" مانتے ہوئے "اسلامیہ" کے لفظ کو گوارہ نہ کیا اور وہ صرف اور صرف "جمہوریہ پاکستان" چاہتے تھے مگر یہاں وزیراعظم چوہدری محمد علی کی ہمت قابل تحسین ہے کہ انہوں نے ۳۲ دانتوں میں گھر کر بھی "اسلامیہ" کو مقدم رکھا یہ انہیں کی مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ آج آپ کے سامنے "جمہوریہ اسلامیہ پاکستان" آگیا ہے پھر اس میں قرارداد مقاصد سے لے کر کتاب وسنت کی روشنی تک آپ کے دستور میں آگئی ہے اور یہ شرط ہے کہ ہر قانون کتاب وسنت کے ماتحت مرتب ہوگا۔ اگرچہ یہ ایک بتی چارراستہ کی فلم ہے مگر کم از کم یہ ماننا پڑے گا کہ حکومت نے دستور پیش کر کے اپنے کو سبک دوش کرلیا۔ اب جیسے حکومت اپنے فرض سے سبک دوش ہوئی ہے آپ کو بھی اپنے فرائض کا احساس کرنا ضروری ہے۔ اب انتخاب آرہا

ہے اس میں آپ کو ایسے نمائندے بھیجنے ہیں جو آپ کی صحیح ترجمانی کر سکیں اور دستور اسلامی کے سانچے میں پوری طرح فٹ (Fit) آسکیں۔ جہاں آپ کو انتخاب کے وقت اس کا لحاظ رکھنا ضروری ہے وہاں آپ کو بسنت کی گڈیاں، شب برات کی آتش بازی، رمضان مبارک کی روزہ خوری ان سے بچنے کے لیے اپنے برادرانہ نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ میری رائے میں اس کے لیے ہمارے ینگ مین (نوجوان) سوسائٹیاں تیار ہونی چاہئیں تا کہ وہ اپنے بھائیوں کو آتش بازی سے روکیں، پتنگ اُڑانے سے باز رکھیں، رمضان کی بے حرمتی سے مانع ہوں اس میں ہمیں حکومت پر دباؤ ڈالنے کی حاجت نہیں یہ ہمارا اپنا کام ہے اگر ہم اپنے بھائیوں کو مذہبیات کے خلاف اَقدام کرنے سے روک نہیں سکتے اور قدم قدم پر حکومت پر ہی جبر کرنا کہ یہ انتظام کرے یہ انتظام کرے-غلط ہے۔ اب آپ کو سمجھنا چاہیے کہ حکومت اپنا فرض ادا کر چکی اور دستور دے چکی، اب اس کا احترام کرنے میں آپ پر بھی یہ فرض عاید ہوتا ہے کہ آپ مذہبی احترام کے لیے اپنے بھائیوں کو مجبور کریں اور ان کو احساس دلائیں کہ وہ شعائرِ اسلام کا احترام کریں۔ رمضان میں علانیہ سگریٹ پینے، خوانچوں پر کھانا کھانے، ہوٹلوں میں چادریں ڈال کر رمضان کو محدود بنانے سے باز رہیں۔ اس پر مجمع عام میں اتفاق کی آوازیں اُٹھیں۔

اس کے بعد صدر مرکزیہ کی تقریر کی تائید میں علامہ غلام محمد صاحب ترنم نائب صدر جمعیۃ مرکزیہ نے اور مولانا ابوالمظفر محمد اکرام حسین صاحب اور مولانا مسلم صاحب، مولانا غلام دین صاحب، مولانا الٰہی بخش صاحب، مولانا حافظ خادم حسین صاحب نے تقریریں فرمائیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب نعیمی نے صدر معظم دامت برکاتہم کی تقریر کی تائید فرماتے ہوئے فرمایا کہ اب خدا کے فضل سے ہمارا ملک آزاد ہو کر اسلامی جمہوریہ بن چکا ہے۔ اب بے معنی دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ کسی طرح اسلامی جمہوری روح کے مطابق نہیں ہے، حکومت اب ایسے حربے استعمال کرنے سے باز رہے۔

اس جلسۂ عام میں حسب ذیل ریزولوشن حضرت مولانا سید محمود احمد قادری مدیر رضوان نائب ناظم مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان نے پیش کر کے باتفاق پاس کرائے۔

۱۔ بھارتی جارحانہ حملے-اہل لاہور کا یہ اجتماع حالیہ بھارت کے متشددانہ و جارحانہ حملوں کو جو پاکستانی سرحدوں پر ہو رہے ہیں-سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتا

ہے اور حکومت پاکستان سے پُر زور مطالبہ کرتا ہے کہ بھارت کی اس غیر آئینی چپقلشوں کا منہ توڑ جواب دے اس قسم کے حملوں سے پہلو تہی کرتے رہنا یا کاغذی اور رسمی احتجاج تک منحصر رکھنا کسی طرح کافی نہیں ہے۔ حکومت جب تک اینٹ کا جواب پتھر سے نہیں دے گی بھارت کی حکومت ہرگز اپنی رَوِش سے باز نہیں آسکتی۔

۲۔ مرکزی جمعیۃ العلمائے پاکستان کا یہ اجلاس عوام الناس سے پُر خلوص اپیل کرتا ہے کہ اب آپ کو اپنے تمام افعال و کردار میں اسلامی رنگ پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور زیادہ سے زیادہ اسلامی احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔"

باہر کی رپورٹوں سے معلوم ہوا ہے کہ جمعیۃ کے شعبوں نے بھی خاطر خواہ انتظام کیا اور جشن منایا خصوصاً شعبۂ ملتان کے صدر جناب مولانا محمد منظور علی صاحب مفتی مدرسہ انوار العلوم اور کامونکی، سیال کوٹ، سلانوالی، ملاکنڈ، رحیم یار خاں، سکھر خصوصیت سے قابل تحسین اور ستائش ہیں۔

یہ ہیں وہ ہماری سرگرمیاں جن کو ہم نے مختصر طریقہ پر عرض کیا۔ مولا تعالیٰ ہماری آپ کی سب کی خدمات قبول فرمائے اور ہمارے کاموں میں برکت وخلوص عطا کرے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی الہ و اصحابہ اجمعین یا ارحم الراحمین. ایاک نستعین حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر

غلام معین الدین نعیمی

۲۴/مارچ ۱۹۵۶ء



ضمیمہ دوم:

حضرت صدرالافاضل کا تحریر کردہ دستور پاکستان کا گیارہ نکاتی مسودہ

'پاکستان' کی تعریف:

آل انڈیا سُنّی کانفرنس کی تصریحات کے مطابق پاکستان سے وہ آزاد اسلامی حکومت مراد ہے، جو ہندوستان کے اندر شریعت مطہرہ کے مطابق فقہی اُصول پر قائم کی جائے گی۔

۱۔اس حکومت کا فرماں رَوا، ایک سُنّی امیر ہوگا۔

۲۔اس امیر کو مسلمانانِ اہل سنت کی اکثریت منتخب کرے گی۔

۳۔وہ امیر دین دار اور مدبّر اہل اسلام کی ایک جماعت کو شوریٰ کے لیے منتخب کرے گا۔

۴۔جماعتِ شوریٰ امیر کے ماتحت ہوگی۔

۵۔جماعت شوریٰ کی تجاویز، امیر کی منظوری کے بعد مکمل سمجھی جائیں گی۔

۶۔امیر، جماعت شوریٰ کے مشورہ سے ایک وزیر اعظم کا انتخاب کرے گا۔

۷۔یہ وزیر جملہ اُمور داخلہ وخارجہ کے نظم ونگرانی کا کفیل ہوگا۔

۸۔وزیر اعظم، محکمہ جات سلطنت کے لیے جدا جدا وزیر نامزد کر کے امیر سے منظوری حاصل کرے گا۔

۹۔امیر کی منظوری کے بعد یہ وزراء اپنے اپنے محکمہ کا کام ہاتھ میں لیں گے اور حسب

ضرورت عہدہ دار اور محکمے مقرر کریں گے۔

۱۰۔محصولات، شرع کے مطابق فقہ کی رہنمائی سے مقرر کیے جائیں گے۔

۱۱۔غیر مسلم رعایا کو معاہد بنایا جائے گا اور انہیں امن دیا جائے گا اور ان کے جان ومال کی حفاظت حکومت کے ذمہ ہوگی۔ر

حضرت صدرالافاضل قدس سرہٗ پاکستان کے لیے اسلامی دستور کے سلسلہ میں مذکورہ گیارہ دفعات ہی لکھنے پائے تھے کہ علالت نے غلبہ کیا، یہاں تک کہ ماہِ اکتوبر ۱۹۴۸ء میں اس جہانِ فانی سے عالم بقا کی جانب رحلت فرما ہوگئے اور یہ دستوری خاکہ مرتب نہ فرما سکے۔

(حیات صدرالافاضل، ص۱۹۵،۱۹۶)

مناسب ہوگا کہ یہاں سُنّی کی تعریف بھی نقل کردی جائے جو کہ قبلہ صدرالافاضل نے آل انڈیا سُنّی کانفرنس کے تاسیسی اجلاس میں پیش کی تھی۔ملاحظہ کیجیے:

"سُنّی وہ ہے جو ما انا علیه و اصحابی کا مصداق ہو۔یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین، خلفاء راشدین، مسلّم مشائخ طریقت اور متاخرین علماء میں سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت ملک العلماء مولانا بحرالعلوم فرنگی محلّی، حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، حضرت مولانا شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت مولانا مفتی ارشادی حسین رام پوری اور حضرت مولانا مفتی شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمہم المولیٰ تعالیٰ کے مسلک پر ہو۔" (حیات صدرالافاضل، ص۱۸۲)



ضمیمہ سوم:

ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت

[ہفت روزہ جمعیت (لاہور) اور سواد اعظم (لاہور) کے شماروں سے]

اس سے قبل راقم ''ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت'' کی سیریز کی تین جلدیں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر چکا ہے۔ جب کہ جلد چہارم ابھی ترتیب کے مرحلہ میں ہے۔ پیشِ نظر کتاب کی ترتیب وتدوین کے دوران ہفت روزہ جمعیت اور سواد اعظم کے شماروں سے قادیانیت کے رد میں چند اہم مضامین دست یاب ہوئے جنہیں یہاں بطور ضمیمہ پیش کیا جارہا ہے۔

جمعیت، ۱۴؍جنوری ۱۹۵۸ء:

مرزائیوں کی فتنہ انگیزی (مراسلہ)

مرزا بشیر الدین کے تازہ اعلان کے مطابق مرزائی پورے مشن کے ساتھ لوگوں کو گم راہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں چناں چہ بروز اتوار ۲۹؍دسمبر کو بعد نماز صبح ایک آدمی مرکزی جامع مسجد لالہ موسیٰ میں تقریر کے لیے کھڑا ہو گیا اور تقریر شروع کر دی، اور دوران تقریر نمرود اور فرعون کو مسلمان کہا۔ اور کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی دی گئی اور وہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ خطیب جامع مسجد نے اسے روک کر سوال کیا کہ کیا یہ قرآن میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سُولی دی گئی؟ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔ پھر ظہور مہدی کا انکار کیا اور ملائکہ کا بھی انکار کیا اور مہدی کے متعلق اس نے کہا کہ وہ آچکے ہیں۔ اب کوئی مہدی نہیں آئے گا۔ اس پر اُس سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ تو خطیب جامع مسجد کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ یہ ہیں۔ اسی طرح اور بھی بحث ہوئی۔ لہٰذا مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے بچیں، یہ لوگ اپنے آپ کو غیر احمدی بتا کر مسلمانوں کو گم راہ کرتے ہیں۔

مولوی محمد یونس

اسلامیہ ہائی سکول، لالہ موسیٰ



جمعیت، ۷؍فروری ۱۹۵۸ء

قادیانی جماعت کی سرگرمیاں

(ترجمہ از پاکستان ٹائمز، ۲۷؍دسمبر ۱۹۵۷ء)

حال ہی میں صوبائی حکومت نے ایک سرکلر کے ذریعہ تمام افسران کو قادیانی سرکاری ملازمین کی خفیہ سرگرمیوں سے آگاہ کیا ہے۔ اس سے قبل قادیانیوں نے حکومت پاکستان سے بالجبر یہ حکم نافذ کرایا تھا کہ کوئی سرکاری ملازم کسی مذہبی یا سیاسی جماعت میں حصہ نہیں لے سکتا۔ حالاں کہ قادیانی خود ایک زبردست سیاسی تنظیم ہے، مگر انہوں نے مذہبی لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ قادیانی تحریک کا تاریخی پس منظر یہ ہے کہ یہ جماعت برطانوی شہنشاہیت کی پیداوار ہے، جس کا مقصد مہدی سوڈان کی مذہبی تحریک اور اسی کے ساتھ ہی ان سرفروشانِ اسلام کی تحریک جہاد کو جو نجد اور افغان قبائل میں زور پکڑ رہی تھی۔ یکسر ختم کرنا تھا۔

انیسویں صدی کے اواخر میں مسلمانوں میں جہاد کے خلاف منافرت پھیلانا، اور اسلامی اخوت کے ہمہ گیر فلسفے کے مقابلہ میں ملکہ وکٹوریہ اور اس کی ''پُرشکوہ روحانی برکات'' کا پروپیگنڈا قادیانیوں کا اہم فریضہ تھا۔

قادیانی ہمارے جسد سیاسی کے لیے ایک طفیلی سماج کی حیثیت رکھتے ہیں جن کی پرورش و ارتقاء میں برطانیہ کا سرمایہ، ترکوں کی شکست، تقسیم ہند کی مخالفت، بلوچستان کو کالونی بنانے کی حمایت، اور پاکستان میں عسکری اور دیوانی عملے کا ادغام سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس جتھے کا روایتی دستور ہے کہ یہ ملت اسلامیہ کے فرقہ وارانہ اختلافات میں اپنا وار کرتا ہے، یہ

بھولے بھالے مسلمانوں کی توجہ صرف اختلافات کی طرف دلاتا ہے اور پھر جب مخالفت شدت اختیار کر لیتی ہے تو یہ جتھا دوسرا روپ دھار لیتا ہے اور ملت کی یک جہتی کا ڈھونگ رچا کر اسلامی معاشرے کی تنظیم کا نیا پروگرام پیش کر دیتا ہے۔ قادیانیوں کا یہ حربہ بارہا کامیاب ہو چکا ہے مگر اب کئی بار کے استعمال سے یہ حربہ اتنا موثر نہیں رہا۔

یہ اَمر حقیقت ہے کہ عقائد وفقہ میں شیعہ اور سُنّی فرقے کا باہم اختلاف تو ہے مگر تکریم قرآنی میں دونوں فرقے متفق ہیں، مگر شیعہ حضرات تاویل قرآنی کا حق محض اماموں تک ہی محدود رکھتے ہیں، مگر سُنّی فرقہ تاویل قرآنی کے لیے اجماع کا قائل ہے۔ نظریات کا یہ اختلاف محض طریق کار پر ہے، اُصولی نہیں۔ مگر اس کے برعکس قادیانیوں اور بہائی فرقہ کے اختلاف مسلم معاشرہ کے ساتھ اُصولی اور بنیادی ہے، کیوں کہ یہ دونوں فرقے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ شریعت کے علاوہ دوسرے جعلی نبیوں کے قائل ہیں۔

یہاں پر میرا مقصد محض دینی اختلافات کا بیان کرنا نہیں، بل کہ یہ واضح کرنا ہے کہ یہ جتھا ملت اسلامیہ کے لیے مارِ آستیں سے کم نہیں، جو ہمارے اندر رہ کر ہماری ہی بیخ کنی کے دَرپے ہے۔ یہ مسئلہ ایک سیاسی اہمیت کا حامل ہے۔ حکومت پاکستان کے اندر ایک اور نظام حکومت کی تشکیل اور وہ ان لوگوں کی سرکردگی میں جو ایک ایسے نبی کی امت کہلاتے ہیں جس پر نزول قرآن نہیں ہوا، اور وہ ایسی سنت کے حامل ہیں جو ہماری سنت سے الگ اور دستور پاکستان کے منافی ہے۔ ہمارے لیے ناقابل برداشت ہے، ہم علامہ مشرقی کو بھارت سے اپنی جماعتی جنگ جاری رکھنے سے کیوں روکتے ہیں؟ ہم سرکاری ملازمین کو ''جماعت اسلامی'' کی رکنیت سے کیوں روکتے ہیں؟ اور پھر ہم نے ''مجلس احرار'' کو کیوں غیر قانونی جماعت قرار دیا ہے؟ جب کہ ہم نے غیر ممالک میں پاکستانی سفارت خانوں کو جعلی نبی کی امت کے حوالے کر دیا ہے۔

جب کبھی ان حقائق پر روشنی ڈالی جاتی ہے تو قادیانی رواداری، جمہوریت اور حقوق العباد کے جھوٹے نعرے بلند کر کے ہمارے منہ بند کر دیتے ہیں، مگر اب ''حقیقت پسند پارٹی'' کے حالیہ انکشاف کے بعد کوئی گنجائش نہیں رہی کہ ہم سب اس نیم مذہبی اور نیم سیاسی جتھ کو جو ہر قسم کے جَور وستم اور اخلاق سوز حرکات کے لیے تیار ہے زیادہ دیر تک من مانی کارروائیاں کرنے دیں۔

ہمیں ڈر تھا کہ کہیں اس فرقہ کے پیرو اسلامی مذاکرہ میں شرکت کر کے ہمارے ملّی وقار پر ایک اور ضرب کاری نہ لگائیں۔ لہٰذا پچھلے دنوں مقتدر شہریوں اور سرکردہ علماء کا ایک وفد حکام سے ملا تھا تاکہ وہ اس اَمر کی تسلی کر لیں، حالاں کہ اور قانون کا احترام کرنے والے غیر مسلموں کے لیے مذاکرہ میں شرکت کے دروازے کھلے تھے۔ اس تجویز کی مخالفت میں ایک آواز بھی بلند نہیں ہوئی اور اس تجویز کو ۲۰ دسمبر کے اخبارات میں شائع بھی کر دیا گیا تھا۔

عبدالستار خاں نیازی

صدر مجلس تحفظ اسلام، لاہور



قادیانیوں کی فتنہ انگیزی (مراسلہ)

حضرت مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ سے ملاقات ہوئے ایک عرصہ ہو گیا ہے۔ لاہور گیارہ روز قیام کر کے آج (۹ر جنوری) کو اوکاڑہ آیا ہوں۔ رات دن ایک کر کے میں نے تمام مندوبین کو پاکستانی تحریک ختم نبوت سے کماحقہٗ واقف کر دیا۔ علامہ اقبال کا رسالہ بزبان انگریزی ردمرزائیت میں سب کو تقسیم کیا۔ بہت سے نمائندوں نے مجھے یہ خبر دی کہ پاکستانی سفارت خانے ممالک غیر میں قادیانیت کی تبلیغ کے لیے استعمال ہو رہے ہیں۔ ہر سفارت خانہ میں قادیانی بڑی تعداد میں موجود ہیں اور وہ بانگ دُہل کہتے پھرتے ہیں کہ پاکستان کے تمام بڑے بڑے لوگ قادیانی جماعت اور قادیانیت کے حامی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مہربانی فرما کر اس کے خلاف عوام پاکستان سے پُرزور احتجاج کرائیں اور خداوندان پاکستان کو قادیانیت کی سرپرستی ترک کرنے پر مجبور کریں۔ بل کہ حکومت کو مجبور کیا جائے کہ ہمارے سفارت خانوں کے ذریعہ اسلام اور عقیدۂ ختم نبوت کی تبلیغ کی جائے۔

عراق کے ڈاکٹر عبدالستار الفوزی نے مجھے بتایا کہ ان کی حکومت نے تمام قادیانی مبلغین کو نکال باہر کیا ہے۔ ان کی سرگرمیوں کو ناپسندیدہ اور خلاف اسلام قرار دیا گیا ہے۔ قادیانی

مبلغین کے اخراج کے آرڈر کو منسوخ کرنے کے لیے پاکستانی سفارت خانہ نے پُرزور سفارش کی، مگر شنوائی نہ ہوئی۔ کیا یہ حقائق افسوس ناک اور تکلیف دہ نہیں ہیں کہ مسلمانوں کے خون پسینہ کی کمائی سے باطل کی تبلیغ ہو رہی ہے۔ مجھے نمائندوں نے بتایا ہے کہ پاکستانی علماء اپنے ذرائع سے بھی ان خبروں کی تصدیق کرتے ہیں۔

☆

جمعیت، ۲۸؍مارچ ۱۹۵۸ء (اداریہ)

وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کی مرزائیت نواز پالیسی کا اثر

شعبہ کمیٹری میں بھی مرزائیوں کی بھرتی شروع ہوگئی

روزنامہ مغربی پاکستان اپنے اشاعیہ ۹؍مارچ میں رقم طراز ہے کہ؛

”پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر میاں افضل حسین کی مرزائیت نوازی کا یہ نتیجہ ہے کہ اب کوئی نئی آسامی نکلتی ہے تو اس پر قابلیت اور اہلیت کو نظر انداز کر کے مرزائی کو مقرر کر دیا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں پنجاب یونیورسٹی پریس کے لیے ایک مینیجر کی ضرورت تھی، چانسلر کمیٹی نے اس کے لیے ایک تجربہ کار شخص کی سفارش کی لیکن وائس چانسلر کو یہ سفارش ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے اس جگہ ایک مرزائی کو مقرر کر دیا ہے۔

اس طرح یونیورسٹی کے شعبۂ کمیٹری میں مرزائیت نوازی بڑھتی جا رہی ہے۔ پچھلے دنوں دوا ایگزامینروں کا تقرر عمل میں آرہا تھا لیکن اس جگہ بھی نگاہِ انتخاب دو مرزائیوں پر پڑی، اور انہیں اس کام پر مقرر کر دیا گیا۔ اگر مرزائیوں کے تقرر کی رفتار کا یہی عالم رہا تو وہ دن دُور نہیں جب یونیورسٹی مرزائیوں کا گڑھ اور اڈا بن جائے۔ زیادہ دل چسپ بات یہ ہے کہ شعبوں بل کہ مقرر کرنے میں بھی مرزائیوں کو ترجیح دی جاتی ہے۔“

ہماری معلومات کے بموجب یونیورسٹی کے زیر اہتمام ایک شعبہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام

(معارف اسلامیہ) ہے، اس میں اب طباعت کا کام شروع ہونے والا ہے جس میں انتظام طباعت کے لیے عملہ کا انچارج مرزا البشیر الدین محمود خلیفہ ربوہ کے لڑکے مرزا عبدالمنان کو پانچ سو روپیہ ماہ وار پر پبلیکیشن آفیسر کی حیثیت سے مقرر کیا ہے، اس کے علاوہ جو آسامی بھی کلرکوں، پروفیسروں وغیرہ کی خالی ہوتی ہے بغیر قابلیت و معیار کے اندھا دُھند مرزائیوں کو بھرتی کیا جاتا ہے۔

ابھی تک ہماری حکومت ۱۹۵۳ء کے اضطرابات پنجاب سے عہدہ برآ نہیں ہو پائی ہے کہ اب یہ مغربیت نواز انگریزوں کے روحی فرزند، فرنگی تعلیم یافتہ طبقہ، افعی صفت مرزائیوں کو گود میں پالنے کی سعی مذموم کر رہا ہے، اور اب یہ لوگ فتنۂ مرزائیت کو بالواسطہ مسلمانوں کے بچوں کی تعلیم میں دخل انداز کر کے ان کے ناپاک جراثیم پھیلانے کے خواب دیکھ رہا ہے۔

ہم حکومت پاکستان اور وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی کو خاص طور پر آگاہ کیے دیتے ہیں کہ وہ اپنی مرزائیت نواز پالیسی سے باز رہیں، اور مسلمانوں کے زخم ہائے قلوب پر نمک پاشی کرنے کی کوشش نہ کرے، مسلمان کسی حال میں مرزائیت کو پنپتا نہیں دیکھ سکتے۔

☆

جمعیت، ۲۲؍اگست ۱۹۵۸ء/ سواد اعظم ۵؍ستمبر ۱۹۵۸ء

قادیانیوں کو شام میں غیر قانونی جماعت قرار دے دیا گیا

یہی مضمون مدیر سواد اعظم مفتی غلام معین الدین نعیمی نے سواد اعظم کے شمارہ مورخہ ۵؍ستمبر ۱۹۵۸ء میں اپنے ادارتی نوٹ کے ساتھ شائع کیا۔ مدیر سواد اعظم کا تحریر کردہ ادارتی نوٹ ہم یہاں نقل کر رہے ہیں:

”**حکومت جمہوریہ اسلامیہ پاکستان اس سے سبق حاصل کرے۔۔** مفتی اعظم جمہوریہ شام نے قادیانیوں پر جو کفر و ارتداد کا فتوی دے کر ان کے اَملاک جو ضبط کیے ہیں، اس کی پوری تفصیل درج ذیل ہے۔ اس خبر سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ۱۹۵۳ء کے اضطرابات پنجاب کے وقت جو برسر اقتدار طبقہ نے بے محابا گولیوں کا نشانہ عام مسلمانوں کو بناتے ہوئے یہ دلیل دی تھی کہ ہم قادیانیوں کو غیر مسلم کس طرح کہہ سکتے ہیں، بین الاقوامی حالات اس کے جواز کے حق میں نہیں ہیں، لیکن اب ایک چھوٹی سی مسلم ریاست شام نے علی الاعلان فتوی دے کر پاکستان جو اسلامیہ جمہوریہ ہے کے لیے سبق دے دیا ہے۔ چوں کہ قادیانی مسئلہ شام سے زیادہ پاکستان کے

لیے اہم ہے اس لیے کہ اس کا مرکز پاکستان میں ہے۔ کاش اسلامیہ جمہوریہ پاکستان اس واقعہ سے درس لے کر اس فرنگی جرثومہ کی پرورش سے باز آکر ملت اسلامیہ پاکستان کے زخموں کو مندمل کر سکے اور ان کا شمار مرتدوں کا سا کر کے قرار واقعی کارروائی کرے۔'' مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

مفتی اعظم جمہوریہ شام شیخ ابوالیسیر عابدین کا فتوی

ضروری کارروائی کے لیے گورنمنٹ شام کو چٹھی

الحمدللہ تعالیٰ---

''چوں کہ فرقۂ قادیانیہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا جس سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''خاتم النبیین'' کی مخالفت لازمی آتی ہے نیز دین اسلام کے بیشتر عقائد کا منکر ہے، لہذا جو شخص بھی ان کے عقائد اختیار کرے گا میں اس کے کفر کا فتوی دیتا ہوں۔''

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

مشق ۱،۲،۳،۱۳۷۷ھ

دستخط مفتی اعظم

وزارت داخلہ کے نام خط کی نقل

''اس سے پہلے ہم وزارت داخلہ سے بتاریخ ۲۸ راگست ۱۹۵۶ء بموجب عریضہ نمبر ۳۵۲۰۳۸۹۰ جس کی کاپی مع اس مراسلے کے جو ہمارے اور عدالت کے درمیان ہوئی تھی-منسلک ہذا ہے-مطالبہ کر چکے ہیں کہ چوں کہ قادیانی فرقہ دین اسلام کے اَحکام کے خلاف شعائر سرانجام دیتا ہے، اس لیے قبل اس کے معاملہ ہاتھ سے نکل جائے اس فرقہ کی سرگرمیوں پر پابندی عاید کی جائے اور ان کے تمام زاویوں، مراکز کو محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا جائے۔

قادیانیوں کے عقائد وافکار کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان کے عقائد سراسر باطل ہیں لہذا ہم ہمراہ عریضہ قادیانیوں کے متعلق اپنا

شرعی فتوی ارسال کر رہے ہیں۔

ہم متوقع ہیں کہ یہ عریضہ متعلقہ بااختیار اداروں تک پہنچا کر اس بارے میں ضروری قانون کا نفاذ عمل میں لایا جائے گا۔ نیز ہمیں اس کارروائی کے نتیجہ سے آگاہ کیا جائے گا۔''

دستخط مفتی اعظم جمہوریہ شام

گورنمنٹ شام کی انسپکٹر پولیس کو ہدایت

وزارت داخلہ کی ضروری کارروائی کے بعد حکومت شام نے انسپکٹر جنزل پولیس کو بذریعہ تار اپنے فیصلے سے مطلع کیا جس کی بنا پر انسپکٹر جنزل پولیس نے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا جس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

''یہ اعلامیہ دمشق سے ۲۷ ر مارچ ۱۹۵۸ء کو جاری کیا گیا۔

حوالہ ۱۲۱۔ نوٹیفکیشن نمبر ۱۷/۵۶۸ بموجب تعمیل برقیہ نمبر ۳۳ الف ب س بتاریخ ۲۵ ر مارچ ۱۹۵۸ء

بروئے نوٹس ہذا لازم ہے کہ فرقہ احمدیہ قادیان کی سرگرمیوں پر قدغن لگائی جائے، ان کے مراکز اور دفاتر پر چھاپے مار کر ان کی تمام اَملاک قبضہ میں کر لی جائیں اور انہیں اوقاف اسلامیہ کے محکمہ کی تحویل میں دے دیا جائے اور ان کے قبضہ سے جو ایسے کاغذات برآمد ہوں جو فتوی شرعی کے صدور اور ہمارے اعلامیہ کے اجرا کے بعد کی سرگرمیوں کی نشان دہی کرتے ہوں وہ ہم تک پہنچائے جائیں۔''

دمشق

العقید محمد الجراح انسپکٹر جنزل پولیس

اخبارات میں اعلان

پولیس کی کارروائی سے قبل وزارت داخلہ کے احکام کے تحت محکمہ اوقاف نے جو کارروائی کی وہ اخبار النصر شمارہ ۳۹۲۸ مورخہ ۴ رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۴ ر مارچ ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی درج ذیل ہے؛

"قادیانی مرکز کو سربمہر کر دیا گیا---گذشتہ جمعرات کو محکمہ اوقاف نے قادیانی زاویہ کو، جو محلّہ شاغور گلی العزاز میں واقع ہے، بند کر دیا ہے اور وزارت داخلہ کے فرمان کے بموجب اس کی تمام اَملاک کو ضبط کر لیا ہے۔ اس زاویے کا انچارج ایک قادیانی مبلغ میزا الحسنی ہے۔ زاویے میں قادیانی جماعت کے پیروا پنے اجتماعات منعقد کرتے تھے اور اپنی مخصوص نمازیں ادا کرتے تھے۔ اب اس زاویہ کی جو اَملاک ضبط کر کے انہیں محکمہ اوقاف کی تحویل میں دے دیا جائے گا۔

قادیانیوں کی سرگرمیوں پر قدغن لگانے کے لیے دمشق کے بعض علماء نے عدالت میں متعدد درخواستیں دائر کی تھیں جن میں اس جماعت کے بطلان اور اس کی مفسدانہ سرگرمیوں کی طرف توجہ دلائی گئی تھیں۔

مفتی اعظم شام کا اظہار اطمینان

قادیانیوں پر اس پابندی کے بعد مفتی اعظم شام نے پریس کے نام ایک بیان جاری کیا جو اخبار الانشا مورخہ ۱۳؍جون ۱۹۵۸ء شمارہ ۵۰۱۱ میں بھی شائع ہوا۔ جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:

"ابوالیسیر عابدین مفتی اعظم جمہوریہ شام نے مندرجہ ذیل بیان جاری کیا ہے:

احمدی مرکز واقع محلّہ شاغوز کو بند کر دینے کے بعد اب شام میں تمام ایسے مذاہب کی جو دراصل اسلام سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے مگر اپنے اوپر اسلام کا لیبل لگا کر اس کے اندر گھس آئے ہیں، کلیۃً بیخ کنی کی جا چکی ہے۔ مقام ۔۔۔ میں طہ ابوالورد کا مذہب اور اسی طرح حرمتا اور زبدانی کے ذیلی دیہات میں شیخ طعمہ کے مذہب کا بھی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔

مفتی اعظم نے اس اَقدام کی توجیہہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ مذاہب محض اسلام کو منہدم کرنے اور مسلمانوں کو وحدت و اجماع کو پارہ پارہ کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں علاوہ ازیں موخر الذکر دونوں مذاہب کے پیروا ایسی نازیبا حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں جن کی اسلام میں صریح حرمت ہے مثلاً عورتوں کے ساتھ کھلم کھلا

اختلاط رکھتے ہیں اور ننگ دھڑنگ پھرتے رہتے ہیں چناں چہ ان کے بعض پیرو اپنی انہی فحش حرکات کی بنا پر جیلوں میں بھی جا چکے ہیں۔"

☆

جمعیت، ۲۹؍اگست ۱۹۵۸ء: (اداریہ)

لاہور میں قادیانیوں کی الگ بستی

جمعیت کے گزشتہ شمارے میں آپ پڑھ چکے ہوں گے کہ جمہوریہ عراق نے قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے دیا ہے اور اس کے جملہ تبلیغی مراکز پر قبضہ کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں قادیانیوں کے تمام املاک بھی ضبط کر لیے ہیں۔

مفتی اعظم جمہوریہ عراق نے قادیانیوں کے متعلق فتویٰ کفر صادر فرما کر حکومت عراق کو ایسا کرنے کی سفارش کی تھی۔ حکومت عراق نے مفتی اعظم کی سفارشات کو عملی جامہ پہنا کر اس کی اطلاع مفتی اعظم کو دے دی ہے۔

اب تازہ اطلاعات جنہیں روزنامہ زمیندار (لاہور) نے نہایت ذمہ داری سے شائع کیا ہے، حسب ذیل ہیں:

"صدر جمہوریہ مصر جمال عبدالناصر نے اپنے ایک حالیہ اعلان میں کہا ہے کہ مرزائیوں کے لیے اس ملک میں کوئی جگہ نہیں۔ مصر کے مقتدر علماء دین نے فتویٰ جاری کیا ہے کہ مرزائیت قبول کرنے والا مرتد ہے اور اس کی سزا قتل و رجم ہے۔ یہ فتویٰ ساٹھ اکابر علماء کے دستخطوں سے کیا گیا ہے۔

یمن میں بھی سرکاری طور پر اسی قسم کا اعلان ہوا ہے اور وہاں کے علماء نے قادیانیت کو خطرناک مذہب قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ مرزائی لوگ دوسرے کفار سے بھی زیادہ فتنہ انگیز ہیں۔

سعودی عرب کے سلطان نے کہا ہے کہ میرے ملک میں کوئی مرزائی موجود نہیں اور نہ کوئی عرب مسلمان ارتداد پر مائل ہو سکتا ہے۔ اگر ہو تو اس کی شرعی سزا

موت ہے۔

افغانستان میں مرزائیت قبول کرنے والے کی سزا سنگساری ہے۔ حال ہی میں کابل کے سرکاری مرکز تحفظ دین سے اعلان کیا گیا ہے کہ افغانستان میں نہ کوئی مرزائی مبلغ داخل ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مسلمان اس مذہب کو قبول کر سکتا ہے۔

ایرانی علما نے بھی اپنے ایک تازہ فتوی میں مرزائیت کو خارج از اسلام اور مرزائیوں کو کافر مطلق قرار دے کر ایرانی مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے کہ کوئی مسلمان ان سے سروکار نہ رکھے۔

گویا مسلمانانِ عالم نے متفقہ طور پر اعلان کر دیا ہے کہ قادیانی کافر ہیں اور وہ مسلمان ممالک میں اپنے کفر کی تبلیغ نہیں کر سکتے۔

حکومت پاکستان مسلمانوں کے جذبات سے بے خبر نہیں اور گزشتہ ایجی ٹیشن مسلمانانِ پاکستان کے قلبی احساسات کا ترجمان ہے جس میں ہمارے صدر محترم مولانا ابوالحسنات قادری بمعہ اپنے دوستوں کے قید و بند و دیگر صعوبتوں سے دوچار ہوئے اور اسی ایجی ٹیشن سے متاثر ہو کر مسلمانانِ عالم نے قادیانیوں کے متعلق قطعی رویے قائم کرنے پر مجبور ہوئے۔

لیکن ہماری حکومت خدا معلوم کسی ایسی مجبوری سے دوچار ہے کہ وہ برابر اپنی ضد پر اَڑی ہوئی ہے اور مرزائیوں کو دوسرے مسلمانوں سے زیادہ سہولتیں دینے کے لیے مجبور ہے۔

فیض پاشیاں

ابتداء حکومت پاکستان نے دریائے چناب کے کنارے برائے نام قیمت پر ایک وسیع و عریض قطعہ زمین مرزا محمود کو الاٹ کیا تھا جہاں اب قادیانیوں کی بستی ربوہ آباد ہے۔ یہ زمین حکومت نے مرزا محمود کو برائے نام قیمت پر الاٹ کی تھی جس کی اوسط چھ پیسہ دو آنہ کنال سے زیادہ نہیں ہے اور وہی زمین مرزا محمود نے ۱۰۰ روپیہ کنال سے لے کر۔۔۔ کنال پر فروخت کر کے ایک ایسی قادیانی بستی آباد کی ہے جہاں ان کے سرشتہ راز و سازشوں کا پتہ لگانا گورنمنٹ کے لیے بھی ممکن نہیں۔ اخبارات میں ربوہ کے نظام کے متعلق شائع ہونے والی اطلاعات سے پتہ چلتا ہے کہ ربوہ پاکستانی قانون و آئین سے گویا اپنے آپ کو آزاد سمجھتا ہے اور گورنمنٹ اس پر کنٹرول کرنے سے معذور ہے۔

۸۰ کنال

اب تازہ اطلاعات سے معلوم ہوا ہے کہ امپرومنٹ ٹرسٹ نے مرزا محمود کو لاہور میں ایک اسی کنال کا قطعۂ زمین نہایت ارزاں قیمت پر الاٹ کیا ہے اور مرزا محمود اس قطعہ پر لاہور میں ایک الگ قادیانی بستی آباد کرنا چاہتے ہیں۔

ہم یہ تو نہیں کہتے کہ دوسرے ممالک اسلامیہ کی طرح حکومت پاکستان قادیانیوں کو ملک بدر کر دے اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ انہیں جائز ضروریات زندگی سے محروم کرے۔

لیکن دوسرے مسلمانوں کے مقابل ان سے نمایاں رعایات،۔۔۔، جود و سخا کا مظاہرہ کسی صورت بھی قابل برداشت نہیں۔ حکومت کو اپنے ذرائع سے معلوم نہیں ہوا کہ مسلمانانِ پاکستان نے اس خبر کو کن جذبات سے سنا ہے اور کیا گورنمنٹ کو اس اَمر کا علم نہیں کہ ایسی قادیانی بستیوں کو بسانے میں کیا کیا فتنے برپا ہو سکتے ہیں۔

پاکستان میں یہ امتیازی۔۔۔کا معاملہ کسی فرشتہ خصلت مقبول عام جماعت سے رَوا رکھا جاتا تب بھی ہم اس کی تائید نہ کرتے کیوں کہ حکومت کا فرض اولین یہ ہوتا ہے کہ رعایا کی تمام جماعتوں یا افراد کو ایک نظر سے دیکھے اور کسی بھی فرد یا جماعت کے ساتھ کوئی ترجیحی سلوک نہ کرے جو عوام کی نظروں میں کھٹکتا ہو۔

اور یہاں تو معاملہ بھی اُلٹ ہے قادیانی جماعت صحیح معنوں میں پاکستان کی وفادار نہیں اور نہ ہی کوئی شخص قادیانی مذہب پر قائم رہتے ہوئے پاکستان کا وفادار بن سکتا ہے۔ ابھی کل کی بات ہے چوہدری ظفر اللہ نے کھلم کھلا اعلان کیا تھا کہ میری اول وفاداری مرزا محمود سے ہے اور گورنمنٹ پاکستان کی وفاداری ایک ثانوی درجہ رکھتی ہے تو آپ معلوم کر سکتے ہیں کہ ایسے خیالات رکھنے والی جماعت کی قوت کو ایک جگہ جمع کر دینے سے کتنے فتنوں کو شہ مل سکتی ہے۔

علاوہ ازیں مرزا محمود پندرہ صد روپیہ میں حاصل شدہ زمین کے ٹکڑے پانچ پانچ ہزار میں فروخت کرے گا اور یہ قادیانی جماعت کو لاکھوں روپیہ کی مالی امداد دینے کے مترادف ہے۔

کیا گورنمنٹ سے مخفی ہے کہ ہزاروں لاکھوں کنبے پاکستان میں ایسے موجود ہیں جن کے لیے سر چھپانے کو بھی کوئی جھونپڑا نہیں۔ کیا یہ مناسب نہ تھا کہ گورنمنٹ اس قطعۂ زمین کے

چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنا کر ان مستحق لوگوں پر جائز قیمت پر فروخت کرتی جن کے لیے سر چھپانے کو کوئی جگہ نہیں۔

ہم اپنی گورنمنٹ کو مسلمانانِ پاکستان کے قلبی جذبات سے آگاہ کر دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ اور گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ مسلمانانِ پاکستان میں اس خبر کو نہایت دُکھ بھرے جذبات سے سنا ہے اور وہ گورنمنٹ کے اس ترجیحی سلوک سے سخت ناراض ہیں اور رعایا کا گورنمنٹ سے ناراض ہونا کوئی نیک فال نہیں ہے۔

سید خلیل احمد قادری، مدیر جمعیت (لاہور)

☆

سوادِ اعظم، ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۸ء (اداریہ)

مجلس اَحرار اور تحریک تحفظ ختم نبوت

حکومت مغربی پاکستان نے اَحرار پارٹی پر عاید کردہ سابق حکومت کی تمام پابندیاں اُٹھا دی ہیں۔ ہمیں اس سے بحث نہیں کہ اس کے در پردہ کیا راز ہے، اور اب موجودہ حکومت احرار کو کھلا چھوڑ کر کیا سیاسی شعبدہ بازی کراتی ہے اور اپنے کس حریف کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتی ہے۔ یوں تو اخبارات میں یہ خبر بھی آئی تھی کہ ری پبلکن پارٹی اور اَحرار لیڈروں میں کوئی سمجھوتہ مخلوط انتخاب کی حمایت اور مسلم لیگ کو ذلیل ورُسوا کرنے کے لیے ہوا ہے۔ واللہ العلم عنداللہ۔

مگر ہم جانتے ہیں کہ احرار کو آزاد کرنا معنی خیز ضرور ہے۔ قطع نظر ان کی سیاسی چالا کیوں اور ملکی شعبدہ بازیوں کے احرار ایک خائن اور غادر پارٹی ہے۔ بڑے بڑے نعروں اور بلند بانگ ڈینگوں کے ساتھ متعدد تحریکیں اُٹھائیں اور سربراہی کی اور قوم وملت کی آنکھوں میں دُھول جھونک کر خوب خوب چندہ جمع کیا اور دل کھول کر مل بانٹ کر کھایا پیا اور جب قوم نے کسی وقت میں مطالبہ کیا تو ان کے بڑے بڑے جگادریوں نے علی الاعلان کہا کہ ''ہاں ہم نے کھایا اور خوب کھایا، مگر قید و بند کی لعنت بھی تو جھیلی ہے۔'' غرض کہ ہر تحریک میں جس طرح چندہ جمع کرنے کا ریکارڈ قائم کیا اسی طرح اس چندہ کو ہضم کر کے ڈکار تک نہ لینے کا بھی ریکارڈ قائم کر دیا

ہے۔

۱۹۵۲ء میں ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' جیسے مقدس نام سے تحریک اُٹھائی، یہ نعرہ ہی ایسا تھا کہ مسلمان بہ حیثیت مسلم اس نعرہ کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔ قوم نے اس تحریک کی ہم نوائی کی، دل کھول کر رقمیں دیں، ہزاروں نہیں لاکھوں روپیہ جمع ہوا۔ ٹکٹوں کے ذریعہ ہی نہیں، اجلاسوں میں عام چندے بھی ہوئے۔ احرار کے رضا کاروں نے جس طرح بروقت شیر مادر سمجھ کر ہضم کیا ......اس کے علاوہ بے شمار روپیہ جمع ہوا۔ تقریباً ایک لاکھ صرف احرار کے لیڈر جس کو وہ ''امیر شریعت'' سے خطاب کرتے ہیں یعنی عطاء اللہ شاہ بخاری کے پاس جمع تھا۔ جب بخاری صاحب جیل میں ٹھونس دیے گئے تو ان کے فرزند اس لاکھ روپے کو لے کر گھر سے اچانک غائب ہو گئے اور مجلس احرار کے مضبوط ترین قلعہ یعنی ''عوامی لیگ'' کے معتمد رہنما رانا نصر اللہ خاں صاحب کے یہاں پناہ گزیں ہو گئے اور جب تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں مارشل لاء وغیرہ جیسے قابل مذمت ونفرت حربے استعمال کیے گئے تو پولیس اور فوج ماخوذ ومشتبہ افراد کی تلاش میں پھرنے لگی اس وقت اس مطلوبہ رقم کی بازیابی کے لیے بے حد کوشش کی گئی، جگہ جگہ چھاپے مارے گئے مگر مطلوبہ رقم کی درآمد میں پولیس ناکام رہی۔ جب یہ خبر جیل میں بخاری صاحب کو پہنچی تو اپنے خونِ جگر کی گمشدگی میں روتے رہے اور کئی مرتبہ معافی مانگ کر جیل سے باہر نکلنے کی کوشش کی۔ بالآخر ''مخصوص ذرائع'' سے بخاری صاحب کو یہ خبر پہنچائی گئی کہ ''آپ کے فرزند مع ایک لاکھ روپے کے ہر طرح بخیریت ہیں'' جب کہیں جا کر بخاری صاحب کو اطمینان نصیب ہوا۔

جب سابق پنجاب میں امن قائم ہوا، اور اپنے وقت پر حکومت نے اپنے مخصوص مفاد کی خاطر بعض ہمدردوں کو رِہا کیا تو بعض حضرات عام قانونی وضاحت کی بنا پر آل پارٹیز کنونشن کی مجلس عمل کے صدر اور بقول بخاری صاحب ''صبر وتحمل کے پہاڑ'' یعنی مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب قادری بھی جیل سے باہر تشریف لائے۔ صدر مجلس عمل مولانا موصوف نے اپنی رِہائی کے بعد اپنی ضعیفی اور پیرانہ سالی اور بیماری کی بنا پر عام ہمدردی ہونے کے باوجود ہر قربانی دینے کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے وقتی سکون چاہا اور اراکین مجلس عمل سے خواہش ظاہر کی کہ مجلس کا تمام روپیہ جو مختلف پارٹیوں یا لیبلوں کے ذریعہ جمع کیا گیا ہے، یک جا اکٹھا کر کے تمام روپیہ شہداء ختم نبوت کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ تا کہ آج تک جو کچھ ہم زبانی طور پر ان سے

ہمدردی کا اظہار کرتے رہے ہیں، اب اس کو عملی طور پر بھی کر کے دکھایا جائے، مگر صدر مجلس عمل کی اس خواہش پر تقریباً تمام ان لوگوں نے جو کہ پرانے چندہ خور اور چندہ اکٹھا کرنے کے ماہر تھے، چپ سادھ لی اور پھر اس طرف رُخ تک نہ کیا۔ اور صدر صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے سے بھی اپنے آپ کو معذور سمجھا۔ اس طرح وہ تمام روپیہ شیر مادر کی طرح ہضم کرلیا۔ ان میں سے ایک بڑی رقم جس کا اوپر ذکر کیا جاچکا ہے تقریباً ایک لاکھ روپے کی ہے جس میں چند ہزار ہی کم ہیں۔ اس رقم کا جب ان سے مطالبہ کیا گیا تو جواب دیا کہ یہ رقم تو ''مجلس ختم نبوت'' (جو اَحرار کی ذیلی پارٹی تھی) کے نام سے جمع کی گئی تھی۔ آل پارٹیز کنونشن یا مجلس عمل کے نام سے یہ رقم نہیں ہے۔ اس طرح اس لفظی آڑ اور گورکھ دھندے کے ذریعہ صدر مجلس عمل کو جواب دے دیا۔ ان کے اس جواب پر صدر مجلس عمل نے خدا اور رسول کا واسطہ دے کر ان سب سے کہا کہ میں اس روپیہ کو ہاتھ تک لگانا حرام جانتا ہوں، آپ تمام رقم کو خود ہی ان لوگوں پر جنہوں نے خدا ورسول کے نام پر اپنی جانیں قربان کی ہیں، جن عورتوں کے سہاگ لٹے ہیں، جن کے بچے یتیم ہوئے ہیں، جو بے وارث رہ گئے ہیں تقسیم کر کے ان کی جہاں تک زیادہ سے زیادہ مدد ہوسکے مدد کرو لیکن؛

زمیں جنبد سماء جنبد ولے احرار از جانمی جنبد

اب جب کہ مجلس احرار قانونی حیثیت سے آزاد ہوچکی ہے، ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ ختم نبوت کی تحریک کے تمام روپے کا حساب دے اور شہداء ختم نبوت کے ورثا کے ساتھ عملی ہمدردی کا ثبوت دے۔

مجلس اَحرار کی سیاسی دھوکہ بازیاں اور اس کی دسیسہ کاریاں آئندہ کسی اشاعت میں منظر عام پر لائی جائیں گی اور مجلس اَحرار کو جو ''منیر رپورٹ'' نے تمغہ دیا ہے اس کو بھی بتایا جائے گا۔

آخر میں ہم اپنے سُنّی بھائیوں کو آگاہ و باخبر کردینا چاہتے ہیں کہ ''احرار'' وہی ٹولہ ہے جو خدا ورسول کا تو شروع ہی سے باغی تھا کیوں کہ بالعموم احرار موہن و گستاخ رسول...... مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں مگر ملت مسلمہ کے ساتھ بھی غداری کرنے سے باز نہیں رہا ہے۔ ہندو اور کانگریس کا بذلہ خوار، ان کی دھوتی کو چاٹنا، ان کے اشارۂ ابرو پر ناچنا، اس کا ہمیشہ وطیرہ رہا ہے۔ یہ پاکستان کا پرانا دشمن ہے۔

یہ وہی پارٹی ہے کہ اس کے سب سے بڑے لیڈر سُور مانے کہا تھا کہ ''پاکستان ہماری لاشوں پر بن سکتا ہے اور اگر بن گیا تو جلد ہی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔''

مسلمانو! تم اپنی یادداشت کو تازہ کرو اور اس پُرفریب اور عیار پارٹی سے ہوشیار رہو۔ ۱۹۵۲ء میں اس سے زبردست دھوکہ کھا چکے ہو، اب پھر ان کے چکموں اور سیاسی چالوں اور دیرینہ شعبدہ بازیوں میں نہ آجانا، چکنی چپڑی اور جذباتی باتیں کرنے کی یہ پرانی عادی اور مشاق ہے۔ وماعلینا الا البلاغ

سید غلام معین الدین نعیمی



سوادِ اعظم، جنوری ۱۹۶۴ء

قادیانیوں کے بعض دلائل کا علمی جائزہ

از: قاضی عبدالنبی کوکب

انکار ختم نبوت کے فتنے کو تقویت دینے کے لیے قادیانیوں کی طرف سے آئے دن تازہ لٹریچر شائع ہوتا رہتا ہے مگر اس کی تازگی محض طباعتی زیبائش کی جدّت تک ہی محدود ہوتی ہے۔ اندر سے مواد وہی نکلتا ہے جس کے تکرار و اعادہ کا سلسلہ برسوں سے جاری ہے۔ قادیانیت کے آغاز ہی سے لوگ دیکھتے چلے آئے ہیں کہ اس کے علم بردار کتاب وسنت کی بیّن اور روشن تصریحات سے ہٹ کر بس چند اَقوال وعبارات کی اَوٹ میں اپنی کمین گاہ تیار کرتے ہیں۔

پھر جن اقوال وعبارات کو یہ لوگ پیش کرتے ہیں ان کی بھی یہ حیثیت ہرگز نہیں ہوتی کہ ان میں مولفین نے مسئلہ ختم نبوت سے مستقلاً بحث کی ہو بلکہ وہ دوسرے مباحث کی جزوی اور ضمنی حیثیت کی عبارات ہوتی ہیں، جنہیں اکثر و بیشتر سیاق وسباق سے بڑی بے رحمی کے ساتھ کاٹ کر سامان دلیل بنالیا جاتا ہے۔

جن انہیں انکار ختم نبوت کی گنجائش پیدا کرنے کے لیے آیات قرآنی تو درکنار احادیث و

آثار کے ذخیرے سے بھی کوئی واضح اور مستند چیز ہاتھ میں نہیں آتی تو غیر مستند آثار اور مجروح الاسناد و روایات میں سے ہی استدلال کے لیے کوئی سہارا ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ حدیث و روایت کے نام سے بھی کچھ نہ کچھ پیش کیا ہی جائے۔ چناں چہ اس سلسلے میں یہ لوگ عموماً وہ روایت پیش کرتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند) کے متعلق یہ الفاظ ملتے ہیں: **لو عاش لكان صديقا نبيا**

ہم اس مضمون میں مذکورہ روایت کی اصل حقیقت سے بھی بحث کریں گے اور علاوہ ازیں قادیانیوں کی طرف سے پیش کیے جانے والے بعض ان دوسرے دلائل کا بھی جائزہ لیں گے جو اقوال کی غلط توجیہات اور بعض صورتوں میں عبارات کی کتر بیونت کی پیداوار ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے ''لو عاش'' کی مذکورہ روایت کو لیجیے۔ قادیانی اس روایت کو کسی شد و مد کے ساتھ پیش کرتے ہیں اور پھر اس پر استدلال کا قلعہ کس طرح اُستوار کرتے ہیں، اس کا اندازہ قادیانیوں کے ایک تازہ پمفلٹ ''ختم نبوت اور بزرگانِ امت'' کے اس اقتباس سے ہوسکتا ہے:

''سرور کائنات بنفس نفیس آیت خاتم النبیین کے نزول کے پانچ سال بعد فرزند ارجمند حضرت ابراہیم کی وفات پر فرماتے ہیں: ''**لو عاش لكان صديقا نبيا**'' کہ اگر میرا بیٹا (ابراہیم) زندہ رہتا تو ضرور صدیق نبی بنتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے واضح ہے اگر آپ خاتم النبیین (۱) کا مطلب یہ سمجھتے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو آپ فرماتے کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تب بھی نہ ہوتا، کیوں کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ گویا آیت خاتم النبیین صاحب زادہ ابراہیم کے نبی بننے میں روک نہ تھی، محض ان کا وفات پا جانا ان کے نبی بننے میں روک تھا۔ (۲)

(ختم نبوت اور بزرگان امت، صفحہ۲)

لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جن الفاظ (لو عاش.....الخ) پر اس ''پُر زور'' استدلال کی بنیاد رکھی گئی ہے، کیا ان الفاظ کا حدیث ہونا بھی ثابت ہے؟ اور کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ روایت سند صحیح کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے؟ اس سوال کا جواب آپ کو ائمہ حدیث کے فیصلے سے معلوم ہو جائے گا جو انہوں نے اس روایت کی سند کے بارے میں کیا ہے۔

امام قسطلانی جنھوں نے بخاری کی شرح لکھی ہے اپنی شرح بخاری میں اس روایت کے اسناد پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و عند ابن ماجة لما مات ابراهيم ...... قال النبى صلى الله عليه وسلم : لو عاش لكان صديقا نبيا . و فى اسناده ابوشيبة ابراهيم بن عثمان الواسطى و هو ضعيف.

(بہ اختصار۔ قسطلانی ج ۱، ص: ۴۷۰ مطبوعہ مصر، مطبع میمنیہ)

''اور ابن ماجہ کے ہاں یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرزند ابراہیم کے انتقال پر **لو عاش لكان صديقا نبيا** فرمایا تھا۔ مگر اس روایت کی سند میں ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان واسطی آتا ہے اور وہ ضعیف ہے۔''

یہ زیر بحث روایت جن راویوں کے ذریعے سے ہوئی ہے ان کا مکمل سلسلہ یہ ہے:

حدثنا عبدالقدوس ابن محمد داؤد بن شبيب الباهلى، ثنا ابراهيم بن عثمان، ثنا حكم بن عتيبة، عن مقسم، عن ابن عباس ...... (ابن ماجہ، الجنائز)

''ابن ماجہ نے عبدالقدوس بن محمد سے روایت کی۔ عبدالقدوس نے داؤد بن شبیب باہلی سے۔ داؤد نے ابراہیم بن عثمان سے۔ ابراہیم نے حکم بن عتیبہ سے۔ حکم نے مقسم سے اور مقسم نے عبداللہ بن عباس سے۔''

اس سلسلہ رواۃ میں تیسرے نمبر پر ابراہیم بن عثمان (کنیت: ابوشیبہ) واقع ہے جس کے متعلق امام قسطلانی کی رائے اوپر بیان ہو چکی ہے۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی، جن کی سنن ترمذی حدیث کی صحاح ستہ میں شامل ہے اسی راوی کے متعلق اپنا فیصلہ ان الفاظ میں دیتے ہیں:

حديث ابن عباس حديث ليس اسناده بذالك القوى.

ابراهيم بن عثمان هو ابوشيبة الواسطى منكر الحديث. (ترمذی، ص ۱۴۲۔ الجنائز)

''ابن عباس والی حدیث کا یہ اسناد قوی نہیں۔ یہ ابراہیم بن عثمان وہی ابوشیبہ

واسطی ہے جس کی روایت قابل قبول نہیں ہوتی۔"

تقریب التہذیب میں اس راوی کو متروک الحدیث قرار دیا گیا ہے۔

ابراهيم بن عثمان......ابو شيبة......مشهور بكنية متروك الحديث. (تقریب التہذیب، ص۲۵ مطبع نول کشور)

پھر تہذیب التہذیب میں تو اس راوی کے بارے میں تقریباً تمام معروف ائمہ حدیث کی آراء درج کردی گئی ہیں:

ابراهيم بن عثمان...... قال احمد و يحيىٰ و ابوداؤد ضعيف و قال يحيىٰ ايضا ليس بثقة و قال البخارى سكتوا عنه و قال الترمذى منكر الحديث و قال النسائى والدو لابى متروك الحديث و قال ابو حاتم ضعيف الحديث سكتوا عنه و تركوا حديثه و قال الجوزجانى ساقط وقال صالح جزرة، ضعيف لا يكتب حديثه روى عن الحكم احاديث ضاكير و قال معاذ بن معاذ العنبرى كتبت الى شعبة القاضى اروى عنه؟ فكتب الى لاترو عنه فانه رجلا مذموم.

(تہذیب التہذیب، ج۱، ص۱۴۴، ۱۴۵، طبع حیدرآباد دکن)

ابراہیم بن عثمان......امام احمد، یحییٰ اور ابوداؤد نے کہا: ضعیف ہے اور یحییٰ نے تو اسے غیر ثقہ بھی قرار دیا ہے۔ امام بخاری نے کہا اس کے بارے میں محدثین سکوت اختیار کرتے ہیں (یعنی قابل اعتماد نہیں سمجھتے) ترمذی نے منکر الحدیث کہا ہے۔ نسائی اور دولابی نے متروک الحدیث (جس کی روایت چھوڑ دی جاتی ہے) کہا ہے۔ ابوحاتم نے ضعیف الحدیث کہا اور بتایا ہے کہ علمائے حدیث اس کے بارے میں سکوت کرتے ہیں، اور اس کی روایت چھوڑ دیتے ہیں۔ جوزجانی نے کہا ساقط الاعتبار ہے۔ صالح جزرہ نے کہا ضعیف ہے، اس کی روایت لکھی نہیں جاتی۔ اس نے حکم سے ناقابل قبول روایتیں نقل کی ہیں۔ معاذ عنبری نے کہا: میں نے بغداد خط لکھ کر شعبہ سے پوچھا کیا میں ابوشیبہ قاضی سے روایت کیا کروں؟ انہوں نے جواب

دیا: نہیں، اس سے روایت نہ کرنا، یہ ناپسندیدہ شخص ہے۔"

معلوم ہوا امام احمد، یحییٰ، ابوداؤد، امام بخاری، ترمذی، دولابی، ابوحاتم جوزجانی، صالح جزرہ، معاذ عنبری اور شعبہ جیسے علماء حدیث نے ابوشیبہ ابراہیم کو قابل قبول قرار نہیں دیا۔

حیرت ہے کہ ان ائمہ کی تصریحات کے باوجود راوی مذکور کی روایت کو بنائے استدلال بنایا جاتا ہے اور اس واضح جرح وقدح کی طرف کوئی اشارہ تک نہیں کیا جاتا جو اس راوی اور اس کی زیر بحث روایت پر علم حدیث اور فن رجال کی مستند کتابوں میں محفوظ ہے۔



حواشی:

(۱) کیا قادیانی فضلاء ہمیں سمجھائیں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت خاتم النبیین کا کیا مطلب سمجھا تھا جب آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: لو كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب. (ترمذی) "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتا۔" اور اس موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں خاتم النبیین کا کیا مفہوم تھا جب آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا: انت منى بمنزلة هارون من موسىٰ الا انه لا نبى بعدى (بخاری ومسلم) "میرے ساتھ تمہیں ایسی نسبت ہے جیسی حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی، مگر ہاں! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" کوکب

(۲) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نبی بننے میں کون سی چیز "روک" تھی۔ کوکب

مکمل اسلامی انقلاب کا پیغام

مدیر سواد اعظم مفتی سید غلام معین الدین نعیمی نے اپنے مقالہ ''مکمل اسلامی انقلاب کی دعوت'' مطبوعہ سواد اعظم مورخہ ۱۵؍جون ۱۹۷۰ء میں علماء ومشائخ کی جانب سے پاکستان میں مکمل اسلامی انقلاب کے لیے ۱۶؍نکات پیش کیے جسے ہم ذیل میں نقل کر رہے ہیں:

۱۔ اسلام کی روشنی، کتاب وسنت اور فقہ حنفی کی قیادت میں پاکستان کی اقتصادی، معاشی اور معاشرتی حالت کی اصلاح کی جائے اور کتاب وسنت کے تمام قوانین نافذ کیے جائیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **و شاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ**۔ معاملات میں مشورہ سے کام لو اور رائے میں پختگی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اس پر عمل شروع کر دو۔ اس ارشاد کی عملی مثال خلفاء راشدین کا تیس سالہ زمانہ خلافت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے **علیکم بسنتی و سنة خلفاء الراشدین المھدیین**. میری سنت کو اور ہدایت خلفاء راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامو۔ لہذا پاکستان میں خلفاء راشدین کی طرز پر اسلامی جمہوری اور شورائی نظام حکومت کو اختیار کیا جائے اور اسی کے مطابق اسلام کا اقتصادی، معاشی اور معاشرتی نظام رائج کیا جائے۔

۲۔ اسلام کی روشنی میں گرانی، چور بازاری، لوٹ کھسوٹ اور فحاشی کا استیصال کیا جائے۔

۳۔ اسلامی نظام حیات کے مطابق ملک میں فارغ البالی اور خوش حالی پیدا کر کے مزدور وکسان اور آجر واجیر دونوں کے مسائل حل کیے جائیں اور طبقاتی کشمکش کو دُور کیا جائے۔

۴۔ موجودہ نظام عدلیہ کو یکسر بدل کر اسلام کے نظام عدلیہ کو رائج کیا جائے تاکہ ہر شخص کو بلا معاوضہ بغیر روک ٹوک کے جلد از جلد انصاف حاصل ہو سکے۔

۵۔ مملکت اسلامیہ پاکستان کے تمام باشندے حصول حق وانصاف میں مساوی ہوں، کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہ ہو، اور حاکم اسلام کے آگے ہر شخص جواب دہ ہو۔

۶۔ عدلیہ کا دائرۂ اختیار اسلامی احکام کے تحت ہر شخص پر حاوی ہو۔ اسلام کے سوا عدلیہ پر

کوئی اور شے اثر انداز نہ ہو۔

۷۔ اگر کوئی شخص اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار دے تو اس پر شریعت کے مطابق حکومت مواخذہ کرے۔

۸۔ اگر کسی کا ارتداد ثابت ہو جائے تو بعد ثبوت شریعت کے مطابق حاکم اسلام سزا دے۔

۹۔ تمام غیر اسلامی ٹیکس کے بوجھ کو یک قلم منسوخ کر کے اسلام کا اقتصادی نظام رائج کیا جائے۔ باجازت درآمد وبرآمد پر کوئی کسٹم ڈیوٹی نہ ہو۔

۱۰۔ تمام ذاتی املاک وسرمایہ کی ملکیت کو شریعت اسلامیہ کے مطابق پرکھا جائے جس کا جس پر حق ثابت ہو۔ دلایا جائے، خواہ وہ حق بیت المال کا ہو یا کسی فرد کا۔ مطلب یہ کہ اجتماعی حق ہو یا انفرادی۔

۱۱۔ بھوک وافلاس اور محتاجی کے اسباب کی چھان بین کر کے ہر شخص کو باعزت زندگی گزارنے کا موقع فراہم کیا جائے۔

۱۲۔ خارجہ پالیسی کو اسلام کی رہنمائی میں مرتب کیا جائے۔

۱۳۔ دنیائے عرب اور جہان بھر کے مسلمانوں کی ہر طرح حمایت واعانت کو اپنا فرض سمجھا جائے۔

۱۴۔ کشمیر، جونا گڑھ، مناوادر جو بہر طور پاکستان کے حصے ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کی بھرپور سعی کی جائے اور بھارت سے تمام نزاعی مسائل کو آبرومندانہ طے کیا جائے۔

۱۵۔ کسی غیر مسلم یا مرزائی کو .... نہ بنایا جائے اور نہ کسی کلیدی اسامی پر فائز کیا جائے۔

۱۶۔ غیر مسلم باشندوں کو وہی مراعات وحقوق حاصل ہوں جس کی شریعت اسلامیہ نے تصریح فرمائی ہے۔

غلام معین الدین نعیمی



ماخذ و مراجع

۱۔ قرآن کریم

۲۔ ہفت روزہ جمعیت، لاہور (۱۹۵۷ء تا ۱۹۵۹ء)

۳۔ ہفت روزہ/ پندرہ روزہ سواد اعظم، لاہور (۱۹۵۸ء تا ۱۹۷۸ء کے متفرق شمارے)

۴۔ حیات صدر الافاضل از مفتی سید غلام معین الدین نعیمی

۵۔ جمعیۃ العلماء پاکستان کے سالانہ اجلاس کی رپورٹ

۶۔ دستور پاکستان کی تشکیل میں جمعیۃ العلماء پاکستان کی جدوجہد از مفتی غلام معین الدین نعیمی

۷۔ تذکرہ اکابر اہل سنت از علامہ عبد الحکیم شرف قادری

۸۔ روشن دریچے از مفتی جمیل احمد نعیمی

۹۔ ماہ نامہ رضوان، لاہور (متفرق فائلیں)

۱۰۔ نوادرات محدث اعظم پاکستان مرتبہ مفتی جلال الدین قادری

۱۱۔ اخبار دبدبۂ سکندری، رام پور

۱۲۔ مجالس علماء از پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ، لاہور

۱۳۔ خفتگانِ خاک لاہور، از پروفیسر محمد اسلم مطبوعہ ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب، لاہور

۱۴۔ تذکرہ شیخ رحمکار از مفتی سیاح الدین کاکاخیل، ادارہ اشاعت اسلام جامع مسجد لائل پور

۱۵۔ مجلہ تاریخ و ثقافت پاکستان - جولائی - دسمبر ۲۰۱۷ء

۱۶۔ حیات مخدوم الاولیاء محبوب ربانی از مفتی محمود احمد قادری رفاقتی

۱۷۔ تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم از ڈاکٹر مسعود احمد

۱۸۔ مقالات یوم رضا از قاضی عبد النبی کوکب

۱۹۔ بانیان سلسلۂ نعیمیہ از مفتی جمیل احمد نعیمی

مولف کی دیگر کتب

۱۔ رسائل حسن مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری، محمد افروز قادری

[دین حسن، آئینہ قیامت، نگارستان لطافت، فتاوی القدوہ لکشف الدفین الندوہ، سوالات حقائق نما برروس ندوۃ العلماء، بے موقع فریاد کے مہذب جواب، اظہار رُوداد، تزک مرتضوی]

۲۔ کلیات حسن مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری، محمد افروز قادری

[ذوق نعت، ثمر فصاحت، وسائل بخشش، قند پارسی و متفرق کلام]

۳۔ رسائل محدث قصوری جلد اول مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری، محمد افروز قادری، محمد سعید صابر نعیمی

۴۔ رسائل محدث قصوری جلد دوم مرتبہ محمد ثاقب رضا قادری، محمد افروز قادری

[دو جلدوں میں مفتی غلام دستگیر قصوری کے پندرہ نایاب تحقیقی رسائل کا مجموعہ---**جلد اول:** تقدیس الوکیل، مخرج عقائد نوری جواب نغمۂ طنبوری، تحریف القرآن کا جواب، جواب اشتہار کفریت درود، عروۃ المقلدین، کشف الستور عن طواف القبور، نصرۃ الابرار فی جواب الاشتہار، تحقیق صلوٰۃ الجمعہ، جواہر مضیہ ردّ نیچریہ، عمدۃ البیان فی مناقب النعمان----**جلد دوم:** خلاصۂ تحقیقات دستگیریہ ردّ ہفوات براہینیہ، فتح رحمانی بدفع کید کادیانی، ہدیۃ الشیعتین، ظہور اللمعہ فی ظہر الجمعہ، توضیح دلائل و تصریح ابحاث فرید کوٹ]

۵۔ ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت، جلد اول [ہفت روزہ سراج الاخبار، جہلم (۱۸۸۵ تا ۱۹۱۷ء) کی فائلوں سے]

۶۔ ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت، جلد دوم [ہفت روزہ اخبار اہل فقہ، امرتسر (۱۹۰۶ تا ۱۹۱۳ء) کی فائلوں سے]

۷۔ ردّ قادیانیت اور سُنّی صحافت، جلد سوم (مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے مقالات کا مجموعہ)

۸۔ تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت--

(تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء و ۱۹۷۴ء کی مفصل رُوداد روزنامہ نوائے وقت کی فائلوں سے)

۹۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء (معروف اخبارات و رسائل کے (۱۰۰) اداریے)

۱۰۔ غازیانِ ناموس رسالت (۱۹۲۶ تا ۱۹۴۷ء--معاصر اخبارات کی رپورٹس/اداریے)

زیر ترتیب:

۱۔ ردقادیانیت اور سُنّی صحافت (جلد چہارم)

۲۔ ردّ قادیانیت میں صحافت کا حصہ

۳۔ وفیات علماء و مشائخ [۱۸۸۵-۲۰۱۸ء]

مقالات:

۱۔ مولانا حسن رضا خان بریلوی کی تصنیفی خدمات (مطبوعہ جام نور و ماہ نور، دہلی - ماہ نامہ سوئے حجاز، لاہور،

سال نامہ معارف رضا (کراچی)

۲۔ مفتی غلام دستگیر قصوری کی تصنیفی خدمات (ماہ نامہ جام نور (دہلی) وجہان رضا (لاہور)

۳۔ قطب لاہور مولانا غلام قادر بھیروی کی تصنیفی خدمات (ماہ نامہ جام نور، دہلی)

۴۔ مولانا اُسید الحق قادری - محقق رضویات (جام نور، عالم ربانی نمبر، سہ ماہی مجلہ بدایوں (کراچی)-
شہید بغداد نمبر، ماہ نامہ معارف رضا (کراچی)

۵۔ ردقادیانیت میں اولین ماہ وار رسالہ ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' (سال نامہ یادگار رضا، انڈیا ۲۰۰۴ء)

۶۔ سلطان المناظرین مولانا غلام احمد اخگر امرت سری (ماہ نام جام نور، دہلی)

۷۔ فتنۂ مرزائیت اور ہفت روزہ اخبار الفقیہ، امرتسر (ماہ نام جام نور و ماہ نور، دہلی)

۸۔ لکھنؤ کے دو ہادی (ماہ نامہ جام نور، دہلی)

۹۔ تردید قادیانیت اور ہفت روزہ اخبار اہل فقہ، امرتسر (غیر مطبوعہ)

۱۰۔ فروغ سُنّیت کے لیے کوشاں چند سُنّی ویب سائٹس کا تعارف (سہ ماہی السواد الاعظم، دہلی)

۱۱۔ مولانا نبی بخش حلوائی نقش بندی علیہ الرحمۃ - حیات وخدمات

۱۲۔ دبیر اہل سنت مولانا فقیر محمد جہلمی رحمۃ اللہ علیہ - حیات وخدمات

۱۳۔ ریویو بر مقالہ ''نظریۂ ختم نبوت اور تحذیر الناس'' مصنفہ حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں

۱۴۔ مرزا قادیانی پر اولین فتویٰ کفر کی تحقیق

۱۵۔ ''ابحاث فریدکوٹ'' پر اعتراضات کا علمی محاسبہ

۱۶۔ ردقادیانیت میں پیسہ اخبار کا حصہ (معارف رضا، فروری ۲۰۱۷ء)

☆

دارالنعمان کی مطبوعات

کتاب	مصنف
۱۔ فقہ اسلامی میں عرف کی اہمیت	از مفتی نظام الدین رضوی
۲۔ فقہ اسلامی کے سات بنیادی اُصول	از مفتی نظام الدین رضوی
۳۔ چلتی ٹرین میں نماز کا حکم	از مفتی نظام الدین رضوی
۴۔ مجلس شرعی کے فیصلے	از جامعہ اشرفیہ مبارک پور
۵۔ شاعر اسلام	از پروفیسر خیال احمد آفاقی
۶۔ اختر و اقبال	از سیدہ اختر حیدرآبادی
۷۔ تحریک ختم نبوت اور نوائے وقت	از محمد ثاقب رضا قادری
۸۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء	از محمد ثاقب رضا قادری
۹۔ غازیان ناموس رسالت	از محمد ثاقب رضا قادری
۱۰۔ قادیانیت - ایک تنقیدی مطالعہ	از ڈاکٹر غلام زرقانی قادری
۱۱۔ تحریک جہاد اور برٹش گورنمنٹ	از خوشتر نورانی
۱۲۔ سید سلیمان اشرف بہاری اور دو قومی نظریہ	از محمد احمد ترازی
۱۳۔ تحریک ہجرت ۱۹۲۰ء	از راجا رشید محمود
۱۴۔ لسان الفردوس (دو حصے)	از علامہ ارشد القادری/ ڈاکٹر غلام زرقانی
۱۵۔ اردو صحافت - آزادی کے بعد	از ڈاکٹر افضل مصباحی
۱۶۔ حاشیۃ امام اہل السنۃ علی تقریب التھذیب	از مفتی حسان رضا عطاری
۱۷۔ الزلال الانقی	از امام احمد رضا خان بریلوی
۱۸۔ نزہۃ المقال فی لحیۃ الرجال	از سید سلیمان اشرف بہاری
۱۹۔ سچے مرید کے اوصاف	از امام عبدالوہاب شعرانی

۲۰۔حسن المقتاضی فی سیرۃ امام ابی یوسف القاضی (قاضی ابو یوسف) تالیف شیخ زاہد کوثری، ترجمہ وتحقیق: مولانا منظر الاسلام الازہری

۲۱۔مقاصد احادیث — از منظر الاسلام الازہری

۲۲۔انوار مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم (سندھی) — سید زین العابدین راشدی

۲۳۔مفتی سید غلام معین الدین نعیمی — از محمد ثاقب رضا قادری

زیر طبع کتب:

۲۴۔تذکرہ علمائے ہندوستان — از ڈاکٹر خوشتر نورانی

۲۵۔مقاصد الاسلام (مکمل) — از علامہ انوار اللہ خان فاروقی

